یورپ کا عصرِ جدید

جلد اوّل

سلسلۂ نصابات علم عمرانیات جامعہ عثمانیہ

یورپ کا عصر جدید

جلد اوّل

تصنیف

سی۔ اے۔ فائف، ایم۔ اے۔

ترجمہ

قاضی تلمذ حسین صاحب ایم۔ اے۔

رُکن شعبۂ تالیف و ترجمہ جامعۂ عثمانیہ سرکار عالی

۱۳۵۳ھ م ۱۳۴۴ف م ۱۹۳۵ء

دار الطبع جامعۂ عثمانیہ سرکار عالی حیدرآباد دکن


یوروپین سلطنتیں
سنہ ۱۴۹۲ء میں
بحیرۂ شمالی
ناروے
سویڈن
اسٹاک ہالم
سینٹ پیٹرزبرگ
روس
ڈنمارک
برطانیہ عظمیٰ
لندن
برلن
وارسا
پولینڈ
فرانس
پیرس
دریائے لائر
سوئزرستان
بوہیمیا
موراویا
ٹرانسلوینیا
دریائے ڈینیوب
ترکی
قسطنطنیہ
بحیرۂ خزر
سارڈینیا
وینس
مارسیلز
نائس
بحیرۂ روم
روم
تولوز
اسپین
پرتگال

فہرست مضامین

یورپ کا عصر جدید جلد اول

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

باب اوّل

۱۷۹۲ء میں انقلابی جنگ کا شیوع۔ اس کے اسباب قریبہ۔ اعلان پلنٹز کا اعلان و بازستانی۔ قسیسین و تارکین وطن میں اضطراب۔ فریق جرانڈ کی جنگجویانہ روش۔ فرانس کو دول کی اشتعال دہی۔ ۱۷۹۲ء میں وسطی یورپ کی حالت۔ مقدس رومانی شہنشاہی۔ آسٹریا۔ خاندان ہیپسبرگ کی حکمرانی۔ میریا تھریسیا اور جوزف دوم کے اصلاحات۔ لیوپولڈ دوم کی حکمت عملی۔ فریڈرک ولیم دوم کی حکومت اور اس کی غیر ملکی حکمت عملی۔ پرشیا۔ فریڈرک ولیم دوم کی حکومت۔ پرشیا کی معاشری حالت۔ جرمانیہ کی دوسرے درجہ کی سلطنتیں۔ کلیسائی سلطنتیں۔ آزاد بلاد۔ نائٹ جرمانیہ کی کمزوری۔

پیرس میں ہفتوں تک طوفاں خیز شور و شر برپا رہنے کے بعد، ۱۹ اپریل ۱۷۹۲ء کی صبح کو لوئی شانز دہم کے وزرا، فرانس کی مجلس تشریعی کے نام، بادشاہ کا ایک خط لے کر آئے۔ خط مختصر مگر پر از اہمیت تھا۔ اس خط میں یہ اعلان کیا گیا تھا کہ بادشاہ کا ارادہ دوسرے دن دوپہر کو ایوان مجلس میں رونق افروز ہونے کا ہے، خط میں اگرچہ بادشاہ کی تشریف آوری

کا منشا ظاہر نہیں کیا گیا تھا مگر یہ معلوم تھا کہ لوئس نے جنگ کے لیے اپنی وزارت اور قوم کی چیخ پکار کے دباؤ کو مان لیا ہے اور مجلس میں بادشاہ بذات خاص جس امر کی تجویز کرنا چاہتا تھا وہ آسٹریا کے خلاف جنگ کا اعلان کرنا تھا۔ دوسرے دن صبح ہی سے عوام کے مجمع نے ایوان کو گھیر لیا۔ مجلس نے دوپہر کو اپنا مباحثہ بند کر دیا تاکہ بادشاہ کی آمد کے لیے تیار رہے لوئس جب ایوان میں داخل ہوا تو ہر طرف خاموشی چھائی ہوئی تھی، وہ صدر کے پہلو میں اس کرسی پر بیٹھ گیا جو اب تخت فرانس کی بجائے رکھی گئی تھی۔ بادشاہ کے حکم پر جنرل ڈوموریا وزیر خارجہ نے دول غیر کے ساتھ فرانس کے تعلقات پر ایک رپورٹ (یادداشت) مجلس کے روبرو پڑھی۔ اس یادداشت میں آسٹریا کے خلاف الزامات کی ایک طویل فردشامل تھی اور آخر میں جنگ کی سفارش کی گئی تھی۔ جب ڈوموریا اس یادداشت کو پڑھ چکا تو لوئس اٹھا اور بہت پست آواز میں یہ اعلان کیا کہ وہ خود اور کل وزرا اس یادداشت کو قبول کرتے ہیں جو مجلس کے سامنے پڑھی گئی ہے۔ اس نے یہ کہا کہ صلح کے قائم رکھنے کے لئے اس نے ہر ایک کوشش کی مگر سب بیکار ثابت ہوئی۔ اور اس لئے اب وہ نظام سلطنت کے شرائط کے مطابق یہ تجویز کرنے کے لئے آیا ہے کہ مجلس فرمانروا ئے آسٹریا کے خلاف اعلان جنگ کر دے۔ ابھی تین مہینے بھی نہیں گزرے تھے کہ خود اپنی رعایا کے خلاف مسلح امداد کے لئے لوئس نے یورپ کے درباروں سے التجائیں کی تھیں، اس وقت جو الفاظ اس نے کہے تھے وہ ان لوگوں نے اس کی زبان سے ادا کرائے تھے جن سے وہ نفرت کرتا تھا مگر ان کی مقاومت نہیں کر سکتا تھا۔ اس اعلان کے بعد جو شور تحسین بلند ہوا خود اسی سے یہ ثابت ہو گیا کہ بادشاہ اور قوم کے درمیان کس قدر خطرناک عناد قائم ہے۔ صدر مجلس کے مختصر جواب کے بعد لوئس ایوان سے چلا گیا۔ خود مجلس بھی منتشر ہو گئی تاکہ چند گھنٹوں کے وقفہ کے بعد بادشاہ کی

تجویز پر بحث شروع ہو۔ جب شام کے وقت مجلس دوبارہ جمع ہوئی تو جن چند باہمت اشخاص نے قومی مفاد و انصاف کی بنا پر وقتی جوش کے خلاف گفتگو کرنا چاہی ان کی شنوائی بھی نہ ہوئی۔ دوسرے دن کے لئے بحث کی درخواست مسترد ہو گئی۔ مباحثہ دفعۃً بند کر دیا گیا اور سات مخالف رایوں کے خلاف اعلان جنگ منظور ہو گیا۔ اسی دن سے انقلابی فرانس اور یورپ کے قائم شدہ نظم کے درمیان کشاکش کا آغاز ہوا۔ ایک دور ایسا شروع ہوا جس میں فرانس کے وسعت تطاول، فاتح کے رائج کردہ قوانین و سیاسی تغیرات اور کامیاب مقاومت یا تذلیل کے نازک وقتوں میں قومی زندگی کے جدید قوی کی بیداری کے باعث، براعظم کی ہر ایک سلطنت میں کچھ نہ کچھ نئی خصوصیت پیدا ہو گئی، میرا ارادہ یہ ہے کہ اس وقت سے اس موجودہ زمانہ تک یورپی تاریخ کے نمایاں خط و خال کو واضح کروں اور انقلابی جنگ کے آغاز کے وقت بعض خاص سلطنتوں کی حالت کا مختصر خاکہ پیش نظر کرو اور یہ کوشش کروں کہ ان کارروائیوں کو ممیز کر کے دکھاؤں جن کے ذریعہ سے ۱۷۹۲ء کا یورپ دائم التغیر حالات کے اندر سے گزرتا ہوا آج کے دن کا یورپ بن گیا۔

فرانس کے خلاف دربارہائے غیر کے اولیں تہدیدات ۱۷۹۱ء

انقلاب کے پہلے دو سال اس طرح ختم ہو گئے کہ دول غیر کے ساتھ فرانس کا تصادم نہیں ہوا، لیکن اس کا باعث یہ نہیں تھا کہ یورپ کے دربار فرانسیسی قوم کی طرف سے کچھ اچھا خیال رکھتے تھے یا یہ کہ فرانسیسی امرائے یورپ کی فوجوں کو اپنے ملک پر چڑھا لانے میں کوئی دقیقہ اٹھا رکھا تھا۔ سنہ ۱۷۸۹ء میں جس مجلس قومی کا اجتماع ہوا تھا اس نے اختیار شاہی کی جڑ کاٹ دی تھی امرا کو ان کے امتیازات سے محروم کر دیا تھا، کلیسا کے محاصل پر ہاتھ ڈال دیا تھا۔ لوئیس شانزدہم کے بھائی اور ان کے ساتھ امرا کے غول کے غول

دجن کی بے صبری اس قدر بڑھی ہوئی تھی کہ وہ وطن میں مستقل سیاسی مخالفت کی روش پر چلنا نہیں چاہتے تھے، فرانس کو چھوڑ کر نکل گئے تھے اور مسلح امداد کے دونوں رستوں سے غیر ملکی درباروں کو پریشان کر رکھا تھا، براعظم کے مطلق العنان بادشاہوں نے ان کا خیر مقدم گرمجوشی بلکہ شان کے ساتھ کیا مگر انھوں نے اپنی تائید کو الفاظ اور علامات امتیاز تک محدود رکھا اور ۱۷۹۱ء کے موسم سرما تک انقلاب کو اجانب کی مخالفت سے شدید خطرہ نہیں محسوس ہوا۔ جون ۱۷۹۱ء میں لوئس کے پیرس سے بھاگنے اور اس کے بعد گرفتار ہو کر محل ٹیولیرز کے اندر سختی کے ساتھ نظر بند کئے جانے سے پہلی مرتبہ غیر ملکی مداخلت کی قطعی تجویز کی صورت رونما ہوئی[1]۔ لوئس اپنے دارالصدر اور مجلس ملکی سے بھاگا تھا اور وہ ایسے عوام الناس کا یرغمال بن کر واپس آیا جو قتل و غارت کے پہلے سے عادی ہو چکے تھے۔ ایک لمحہ کے لئے تو پیرس کے اشتعال نے شاہی خاندان کو واقعی خطرہ میں ڈال دیا تھا، میری انتوانٹ کا بھائی شہنشاہ لیوپولڈ اپنی بہن کی سلامتی کے لئے کانپ رہا تھا اور اس نے ۶ جولائی کو، پیڈوا سے ایک خط یورپی درباروں کے نام جاری کیا جس میں یہ تجویز کی کہ فرانس کے شاہی خاندان کو عوام الناس کی زیادتیوں سے محفوظ رکھنے کے لئے دول کو متحد ہو جانا چاہیے۔ چند ہفتہ بعد شہنشاہ اور فرڈیننڈ ولیم دوم (شاہ پرشیا) پلنیز واقع سیکسنی میں ملاقی ہوئے۔ اور دونوں فرماں رواؤں کی طرف سے ایک اعلان اس مضمون کا شائع کیا گیا کہ وہ شاہ فرانس کی حالت کو ایک ایسا معاملہ سمجھتے ہیں جس کا تعلق تمام یورپ سے ہے اور اگر تمام دوسرے دول عظام متحدہ کارروائی پر رضامند ہو جائیں تو وہ فرانسیسی سرحد پر کارروائی کرنے کے لئے مسلح قوت کے مہیا کرنے کے لئے

---

[1] - رانکے: "جنگہائے انقلاب کا آغاز" Ursprung und der Beginn Revolution Skriege صفحہ ۹۰
وایونانٹ: "آسٹروی شہنشاہوں کی حکمت عملی کی تاریخ کے منابع" Quellen Zur Geschichte der Kai Ser Politik Oesterreichs صفحات ۱-۱۸۵ - ۲۰۸۔

تیار ہیں
اگر مجلس قومی لیوپولڈ اور فریڈرک ولیم کے خلاف فوراً ہی اعلان جنگ کر دیتی تو اس کا یہ فعل بین الاقوامی قانون کے ہر ایک قاعدہ کے مطابق حق بجانب ہوتا، لیکن مجلس نے اعلان جنگ نہیں کیا اور اس کے لیے معقول وجہ تھی پیرس میں یہ معلوم تھا کہ یہ اعلان نامہ اس سے زیادہ کچھ نہ تھا کہ شہنشاہ نے شاہی خاندان کے دشمنوں کو ڈرانے کی ایک تدبیر اختیار کی تھی۔ لیوپولڈ نے جب تمام دول کے اتحاد میں شریک ہونے کا اقرار کیا تو وہ فی الواقع اس امر سے آگاہ تھا کہ انگلستان اس قسم کے کسی اتحاد کا فریق نہیں بنے گا۔ وہ یہ عزم کر چکا تھا کہ وہ کوئی ایسا فعل نہ کرے گا جس سے اُسے مجبور ہو کر جنگ کرنا پڑے اور اس کے ذہن میں یہ نہ آیا کہ فرانسیسی مدبرین اس کے ان خالی تہدیدات کو اسی طرح سمجھ جائیں گے جس طرح وہ خود سمجھا تھا۔ لیکن ہوا ایسا ہی۔ فرانسیسی قوم کے عامۃ الناس میں، پلنز کے اس اعلان نامہ سے جو کچھ بھی غیظ و غضب برپا ہوا ہو مگر جو لوگ معاملات یورپ کے واقفکار تھے وہ اسے خطرے سے زیادہ مضحکہ سمجھتے تھے۔ مجلس قومی کے تمام مدبرین یہ جانتے تھے کہ ابھی حال ہی میں مشرقی مسئلہ کے متعلق پرشیا اور آسٹریا میں جنگ ہوتے ہوتے رہ گئی اور دول عظام کی موجودہ مخاصمت کے ساکت کر دینے میں فرانسیسی انقلاب کا جو اثر پڑا تھا اس کا بھی اندازہ انھوں نے کم کیا تھا۔ فرانس کے کسی بااہمیت فریق کا خیال یہ نہیں تھا کہ اعلان پلنز مخاصمات کے لیے کوئی وجہ ہو سکتا ہے۔

اعلان پلنز کی بازستانی

اور فرانس کو جو مبارزت نامہ پیش کیا گیا وہ بہت جلد واپس لے لیا گیا۔ جب لوئس شانزدہم نے مجلس قومی کے بنائے ہوئے نظام سلطنت کو قبول کر کے یورپ کی نظروں میں خود کو ایک آزاد کارکن کی حیثیت سے پیش کیا تو پھر یہ اعلان واپس لے لیا گیا۔ ۱۴ ستمبر ۱۷۹۱ء کو بادشاہ نے ایک عام اقرار صالح کے ذریعہ سے خود کو قوم کے ساتھ متحد کر دیا پیرس

میں یہ معلوم تھا کہ جلا وطنوں نے اس پر زور دیا تھا کہ اس کی منظوری سے انکار کر دے اور مجلس کے ساتھ علانیہ شکست تعلقات سے قوم کو خانہ جنگی کے گڑھے میں گرا دے مگر لوئس نے جب صفائی کے ساتھ نظام سلطنت کے قبول کر لے کا اقرار کیا اور اپنی وطن پرستی کو جس صادقانہ رنگ میں دکھایا اس سے رائے عامہ کا رُخ دوبارہ پھر اس کی جانب پھر گیا۔ اس کا فرار معاف کر دیا گیا۔ اس کی ذاتی آزادی پر جو قیود عاید کئے گئے تھے وہ ڈھیلے کر دئے گئے یہ یہ معلوم ہوتا تھا کہ لوئس ایک مرتبہ پھر فرانس سے رضامند ہو گیا تھا اور فرانس کو یورپ کی لعنت سے نجات حاصل ہو گئی تھی۔ شہنشاہ نے یہ تشہیر کر دی کہ جو حالات اعلان پلنٹز کا باعث ہوئے تھے وہ اب قائم نہیں رہے اور دول اگرچہ اس امر کے لئے تیار ہیں کہ آئندہ ضرورت پڑنے پر وہ پھر اس معاہدے کی تجدید کریں مگر (سر دست) انھوں نے فرانس کے اندرونی معاملات کے متعلق ہر طرح کی متفقہ کارروائیوں کو معلق کر دیا ہے۔

قسیسین و تارکین وطن نے فرانس میں شور و شر برپا رکھا۔

مجلس قومی جس نے دو برس میں فرانس کو سیاسی و معاشری آزادی کی اس منزل تک پہنچایا تھا، اب اس نے یہ اعلان کر دیا کہ اس کا کام ختم ہو گیا ہے۔ قوم کے عامۃ الناس میں اب تغیر مزید کی کچھ خواہش نہیں تھی۔ لوگوں کی زندگی کی عام رفتار پر جن شکایات کا بہت سخت اثر پڑتا تھا وہ سب رفع ہو گئے تھے، نامناسب و ناروا محصول، خدمات سرکاری سے محرومیت، اہل شہر کے اندر اجارات، اور جاگیری مواجبات جو کسانوں کی پیداوار کو ہضم کر جاتے تھے، یہ سب ساقط ہو چکے تھے۔ پس فرانس اب جن ہنگامہ خیز تغیرات کے نئے سلسلہ میں مبتلا کیا گیا اس کا سبب مزید اصلاح کا عام مطالبہ نہیں تھا بلکہ اس کا سبب زیادہ تر وہ بغض و عناد تھا جو انقلاب سے بھڑک اٹھا تھا۔ خود بادشاہ بھی صدق دل سے قوم کے ساتھ متحد و متفق

نہیں تھا، اس کے ایمان و ایقان پر جن امور کا بہت سخت اثر پڑتا تھا، اُن میں سے ایک امر یہ بھی تھا کہ اُس نے غیر رضامندانہ طور پر مجلس کے کاموں کو قبول کیا تھا۔ کلیسا اور امرا اس خیال پر جمے ہوئے تھے کہ جو کچھ ہو چکا ہے اُسے اُلٹ دیں، عقیدے یا شعار میں فرق کئے بغیر مجلس قومی نے فرانس کے کلیسائی نظم کو از سرِ نو مرتب کیا تھا، اور پادریو پر سلطنت کی اسی قومیت کو عائد کر دیا تھا جس کے لئے اٹھارھویں صدی کے تمام دوران میں کیتھولک یورپ کی حکومتیں برابر سعی کر رہی تھیں۔ پادریوں کے ملکی نظم نے (جسے مجلس قومی نے ۱۷۹۰ء میں قائم کیا تھا) پادریوں کو زمینداروں کے گروہ کے بجائے سلطنت کے تنخواہ دار عہدہ داروں کی جماعت میں بدل دیا تھا اور دگروہ مذہبی سے خارج، عام اشخاص کو اپنے اساقفہ و قسیس کے تقرر و انتخاب کا حق دے دیا تھا۔ اس انتہائی شکل میں جو تغیر عمل میں آیا، اُس نے اساقفہ کی تمام جماعت اور نیچے درجہ کے پادریوں کے بہت بڑے حصہ کو سرتابی پر آمادہ کر دیا۔ گرجائی زمینوں کی فروخت سے ان کے مقاصد کو نقصان، اور عام انتخاب سے جسے پوپ نے مردود کر دیا تھا، ان کے ایمان کو صدمہ پہنچتا تھا۔ فرانس کے نصف منابر پر انقلاب کے اصول پر لعنت بھیجی جاتی تھی اور سلطنت کے زیر اختیار کلیسا کی زمینوں کے خریداروں کے خلاف خدائی انتقام کا اعلان کیا جاتا تھا، سرحد کے دوسرے جانب وہ جلاوطن امرا جو اپنے طبقے کے ان متعدد آزاد خیال اشخاص کے ساتھ مل کر جو وطن میں رہ گئے ہیں، انقلاب میں اعتدال پیدا کر دینے وہ مسلح ہو کر جمع ہو گئے تھے اور اُس قوم کے خلاف جس میں انھیں اپنے باغی تابعین کے سوا اور کوئی نظر نہیں آتا تھا، غیر ملکیوں سے مدد مانگ رہے تھے، تارکان وطن کے صدر مقام والی ٹریوز کی مملکت کے اندر کابلنز میں تھا۔ انھوں نے اپنی رجمنٹیں (فوجی دستے) بنا لئے تھے جن میں کلہم چند ہزار آدمی تھے، اور اُن تمام فرانسیسیوں کے

خلاف جنھوں نے ان کے طبقہ کے امتیازات کو تباہ کیا تھا، انتقام کی حد سے بڑھی ہوئی تجویزوں میں مشغول ہو گئے۔

مجلس تشریعی اکتوبر ۱۷۹۱ء

مجلس قومی کی برطرفی کے بعد جو انتخابات ہوئے اگر ان انتخابات سے ایسے لوگ مجلس وضع قوانین میں آجاتے جو صرف حاصل آمدہ فوائد کے قائم رکھنے ہی پر تلے ہوتے تو بھی دربار، کلیسا اور جلاوطنوں کی قضیہ و علانیہ مخالفت کے مقابلہ میں فرانس کے امن کا قائم رکھنا آسان کام نہ ہوتا، مگر اس امتحان کی نوبت نہیں آئی۔ جدید نمایندوں میں سربرآوردہ اشخاص سازگاری کرنے والے لوگ نہیں تھے، ۱۷۹۱ء میں جو تشریعی جماعت مجتمع ہوئی اس میں ۱۷۸۹ء کی مجلس کا جوش تو بتمامہ موجود تھا مگر اس مجلس نے جو تجربہ حاصل کر لیا تھا اس کا کہیں نام و نشان بھی نہیں تھا۔ سیاسی حماقتوں میں ایک یادگار حماقت یہ ہوئی تھی کہ سابق ایوان کے ارکان کو دوبارہ انتخاب میں آنے سے ممنوع قرار دیدیا گیا تھا، نئی مجلس وضع قوانین ایسے لوگوں سے مرکب تھی جنھوں نے اپنا سیاسی عقیدہ تمام تر کتابی ذرائع سے حاصل کیا تھا، سابق مجلس کے نہایت ہی خطرناک ارباب نظریات پارلیمنٹی قیود سے آزاد ہو کر رابسپیر کی طرح بزمگاہوں کے مقرر بن گئے تھے۔ نئے وکلا میں سے زیادہ نمایاں اشخاص کا ایک گروہ بن گیا جو ضلع جرانڈ کے نام پر (جہاں سے اس گروہ کے اکثر سرگروہ منتخب ہوئے تھے) جرانڈ کہلانے لگا تھا۔ سرآمد فصحائے روزگار ورنیو، فلسفی عدیم المثال کانڈارسٹ، صحافی باخبر بریسو، یہی وہ لوگ تھے جنھوں نے اس فریق کو ایوان کے اندر فایق اور ملک کے اندر بااثر بنا دیا تھا، یہ تفوق و اثر اس وجہ سے اور بھی زیادہ خطرناک ہو گیا کہ اس کا تعلق بظاہر ایسے لوگوں سے تھا جو سیاسی مناقشہ کی سطحی باتوں سے اعلیٰ و ارفع سمجھے جاتے تھے، اس قطعی ارادے کے بغیر کہ بادشاہی کو جمہوریت میں بدل دیں، فریق جرانڈ کے خطبا یہ چاہتے تھے کہ ۱۷۹۱ء کے نظام سلطنت نے

جو سد قائم کی تھی اسے توڑ کر انقلابی تحریک کو آگے بڑھا لیجائیں۔ مجلس کے افتتاح کے وقت سے ہی یہ عیاں ہو گیا تھا کہ اس فریق نے یہ ارادہ کر لیا ہے کہ جو مسائل فرانس کے شدید تفرقہ کے باعث تھے انھیں پر اپنی فصاحت و بلاغت کا زور صرف کر دے اور اس طرح دربار اور قوم کے درمیان جلد از جلد طوفانی تصادم برپا کر دے۔ برلیسو اور ان لوگوں کو جو اس فریق کے خیالات کے مہیا کرنے والے تھے، ۱۷۹۱ء کے نظام سلطنت سے معقول طور پر کام لینا ایک مصیبت معلوم ہوتی تھی کیونکہ اس نظام سلطنت میں امتیاز شاہی کی وقعت اور ازمنۂ وسطیٰ کے اوہام پرستی اکی رواداری قائم رکھی گئی تھی۔ رالبسپیر کی اس پیشین گوئی کے باوجود کہ جنگ سے فرانس پر کمزور فرمانروا کے بجائے

جرانڈ کی جنگی روش

مضبوط فرمانروا متمکن ہو جائے گا، فریق جرانڈ نے اپنے دل کو اس طرح سمجھا لیا کہ فرانس میں شاہی طاقت کے کم کرنے یا اسے بالکل الٹ دینے کے لئے بہترین ذریعہ یہی تھا کہ یورپ کے بادشاہوں سے جنگ چھیڑ دی جائے اور اس وقت کے بعد سے انھوں نے بالکل بے حجاب ہو کر جنگ کے لئے کوشش شروع کر دی[۱]۔

فرانس کے لئے اگر جنگ کی ضرورت تھی تو اس کے لئے مواقع کی بھی کمی نہیں تھی۔ والئی ٹریوز نے کالنز میں جلاوطنوں کی فوج کو جو حمایت عطا کر رکھی تھی وہ بین الاقوامی قانون کی ایسی صریح خلاف ورزی تھی، کہ فریق جرانڈ نے جب بادشاہ سے یہ چاہا کہ وہ نہایت ہی قطعی وغیر مشروط طور پر ان جلاوطنوں کے منتشر کر دینے

ﺻﻠﻪ۔ وان سبل "تاریخ زمانۂ انقلاب" Geschichte der Revolution szeit جلد اول صفحہ ۲۸۹۔

کا مطالبہ کرے، تو اس خواہش میں فریق مذکور کو تمام قوم کی تائید حاصل تھی۔ تارکان وطن کی فوجی تیاریوں اور غیر ملکی حکمرانوں کی طرف سے ان کی ہمت افزائیوں پر جب جنوب کی فصاحت و بلاغت کے پورے زور کے ساتھ لعنت و ملامت بھیجی جانے لگی تھی ان مباحث سے قومی جوش میں سخت اشتعال و برانگیختگی پیدا ہو گئی۔ ۱۳ر دسمبر کو لوئس نے والیان ٹریوز اور منیز کو یہ اعلان دے دیا کہ اگر ۱۵ر جنوری تک ان کے حدود مملکت کے اندر کا سامان جنگ منتشر نہ کر دیا گیا تو وہ ان کے ساتھ دشمن کا سا برتاؤ کرے گا، اور اس کے ساتھ ہی اس نے شہنشاہ لیوپولڈ سے یہ خواہش کی کہ جرمانی جماعت کے سرگروہ کی حیثیت سے وہ اپنے اثر سے ان حکمرانوں کو عقل سے کام لینے پر مائل کرے۔ ۱۶ر جنوری ۱۷۹۲ء کو لوئس نے مجلس کو یہ اطلاع دی کہ تارکان وطن ان امارتوں سے خارج کر دیئے گئے اور اس نتیجہ کے حاصل ہونے کے لئے لیوپولڈ کی مساعدت نیک کا اعتراف کیا۔

یادداشت کونیز ۲۱ر دسمبر ۱۷ر فروری

جنگ کا اصلی سبب بظاہر ناپید ہو گیا مگر اس کے بجائے دوسرا سبب پیدا ہو گیا۔ آسٹریا کے وزیر کونیز نے اپنی ۲۱ر دسمبر کی ایک یادداشت میں ایسے الفاظ استعمال کئے تھے جن سے مفہوم یہ پیدا ہوتا تھا کہ فرانس کے خلاف ہنوز دول کا کوئی اتحاد موجود ہے، مجلس کے جنگجو فریق کے لئے اس سے زیادہ موقع کی کوئی بات نہیں ہو سکتی تھی، برکیسو نے فوری اعلانِ جنگ کے لئے شور مچادیا، اور فرانسیسی قوم سے یہ التجا کی کہ وہ تارکان وطن اور ان کے حمایتی شہنشاہ دونوں پر حملہ کر کے اپنی عزت کو برقرار رکھے۔ اس معاملہ کا انحصار تاج اور فریق مخالف کی نسبتی قوت پر تھا۔ لیوپولڈ نے یہ دیکھ لیا تھا کہ اگر آئینی فریق نے (جو ہنوز برسر اقتدار تھا) ایک آخری کوشش کر کے اپنے مخالفوں پر قطعی فتح نہ حاصل کر لی تو جنگ

کا ہونا لابدی تھا۔ عام رائے کو فریق جرانڈ کے خلاف پھیر دینے کی امید میں اس نے کوئنٹز کو پیرس میں ایک ایسا مراسلہ بھیجنے کی اجازت دیدی جس میں جنگجو فریق کے سرگروہوں پر اچھی طرح سے لعن طعن کیا گیا تھا اور فرانسیسی قوم کو یہ نصیحت کی گئی تھی کہ وہ ان لوگوں سے خلاصی حاصل کرے جو تمام یورپ کو اس کا دشمن بنا دیں گے (۷ار فروری) ع۱۔ اس مراسلہ سے اپنے وقت کے سب سے زیادہ ہوشیار بادشاہ اور سب سے زیادہ تجربہ کار وزیر کی اس عدم قابلیت کا ثبوت مل گیا کہ وہ ایک کمزور دل وزارت کے اندیشوں اور ایک مشتعل قوم کے جذبات میں فرق و تمیز کرنے سے قاصر رہے۔ لیوپولڈ کی یہ زجر و توبیخ اگر بیڈن کے سردار، یا وینس کے دوج (صدر) کے خلاف ہوتی، تو اس سے غرض حاصل ہو جاتی مگر جب روئے سخن فرانسیسی قوم اور اس کی مجلس عمومی کی جانب ہو اور وہ بھی ملکی تصادم کے انتہائی حد کو پہنچی ہوئی حالت میں تو پھر یہ جلتی ہوئی آگ پر تیل ڈالنا تھا۔ لیوپولڈ جس فریق کو تقویت دینا چاہتا تھا اسے اس نے تباہ کر دیا۔ اس نے قوم کو ان لوگوں کے ہاتھ میں دے دیا جن پر اس نے اعتراض کیا تھا۔ مجلس میں اس کے مراسلہ کا خیر مقدم اس طرح ہوا کہ کبھی لوگ بڑبڑاتے تھے اور کبھی قہقہہ لگا کر ہنس پڑتے تھے۔ اور بزمگاہوں میں اس سے دیوانہ وار غیظ و غضب بھڑک اٹھا۔ چند ہفتوں اور سفارتی یادداشتوں کا تبادلہ ہوتا رہا مگر آسٹریا کے نام فرانس کا اصلی جواب نغمہ مارسیلز تھا، جو اسٹراسبرگ میں تقریباً اسی زمانہ میں مرتب ہوا تھا، کونیز نے فریق ”جنگجو بن“ پر حملہ کیا تھا۔ یکم مارچ کو شہنشاہ کے دفعۃً انتقال کر جانے سے اس مباحثہ میں کوئی

ع۱ دالونائٹ ”منابع“ (Quellen) جلد اول صفحہ ۳۷۲۔ ہیوسئے اور رو۔ جلد سیزدہم صفحہ ۳۰۲، جلد چہاردہم صفحہ ۲۴۲۔

وقفہ نہیں پڑا۔ لوئس کا وزیر خارجہ ڈسمارٹ عہدے سے ہٹا دیا گیا اور اس کے بجائے جنگجو فریق کا نمایندہ ڈوموریا مقرر ہوگیا

اعلان جنگ
۲۰۔ اپریل ۱۷۹۲ء

باہمی عتاب وخطاب کا انداز اور سخت ہوگیا، شکایتوں کے پرانے مباحث از سر نو کھولے گئے، اور جانبین سے فوجیں سرحد کی طرف بڑھائی جانے لگیں، یہی وقت تھا جب بدقسمت لوئس کو وزرا مجلس میں لے آئے اور اسے اعلان جنگ کی تجویز پر مجبور کیا۔

ادعائے وجوہ جنگ

ایسا بہت کم ہوتا ہے کہ جنگ کے لئے جن وجوہ کا اظہار کیا جاتا ہے وہ مقاصد دلی سے متفق ہوتے ہوں اور ۱۷۹۲ء میں بھی یہ صورت نہیں تھی۔ آسٹروی حکومت کے بلاغ نہائی میں یہ مطالبہ کیا گیا تھا کہ الساس میں جن جرمانی امرا کے حقوق جاگیری ان کے کاشتکاراں پر سے منسوخ کر دیئے گئے ہیں ان کا معاوضہ دیا جائے۔ پوپ کو اوینیاں اور وینس کا حرجانہ دیا جائے جنھیں فرانس نے پوپ سے لے لیا تھا، اور یہ کہ پیرس میں ایک ایسی حکومت قائم کیجائے جو دول یورپ کو عمومی شورانگیزی کے پھیلنے کی طرف سے اطمینان دلا سکے۔ پہلی دو بناؤں کو کسی نے بھی مخاصمت کے لئے قوی وجہ نہیں خیال کیا۔ اس میں شک نہیں کہ الساس میں جرمانی امرا کو اپنے اہل دہ پر جو حقوق حاصل تھے وہ ان معاہدات میں محفوظ رکھے گئے تھے جن کے بموجب یہ اضلاع فرانس کو دیئے گئے تھے مگر یورپ کا ہر مدبر اس حکومت پر ہنستا جو ڈیڑھ صدی قبل کی قرارداد کے پاس خیال کی وجہ سے اپنی مملکت کے ایک کونے میں جاگیری طریق کو باقی رہنے دیتی، اس کے سوا مجلس نے ان غیر ملکی دوستاں کے لئے اس معاوضہ سے انکار بھی نہیں کیا تھا جس کے لیے لوئس نے فرانسیسی امرا کے واسطے کوشش کی، اور کچھ حاصل نہ ہوا،

ادنیاان اور وینس کے الحاق کی کیفیت یہ ہے کہ آسٹریا کے مانند جس طاقت نے پولینڈ کے ٹکڑے کرنے میں شرکت کی ہو اور حال ہی میں ترکی کو تقسیم کر لینے کی ناکام کوشش کر چکی ہو، وہ فی الواقع فرانس کو اس امر پر ملامت نہیں کر سکتی تھی کہ اس نے ایک ایسے ضلع کو ملحق کر لیا تھا جو دراصل اسی کے حدود کے اندر واقع تھا، اور جس کے باشندے اور ان باشندوں کا ایک بڑا حصہ فرانس کی رعایا (شہری) بننے کے لئے مضطرب تھا، تیسرا مطالبہ یعنی ایک ایسی حکومت کا قائم کرنا جسے آسٹریا قابل اطمینان سمجھے کسی بلند خیال قوم سے اس کے قبول کرنے کی توقع نہیں کی جاسکتی تھی۔ درحقیقت آسٹریا کو بھی اس کی توقع نہیں تھی، لیوپولڈ کی خواہش فرانس پر حملہ کرنے کی نہیں تھی مگر اس نے تہدیدات کا استعمال کیا تھا اور ان سے رجوع کرنے کی ذلت کو وہ گوارا نہیں کرنا چاہتا تھا۔ شہنشاہ فرانس کو خلاصی دلانے کے لئے وہ جنگ کا آغاز نہ کرتا مگر جب اسے یہ معلوم ہو گیا کہ خود اس پر حملہ کا ہو جانا یقینی ہے تو اس نے انقلاب کے خلاف بلا تاسف جنگ کو قبول کر لیا۔ دوسری طرف جرانڈ نے جب "معاقدۂ شاہاں" کو مردود قرار دیا تو انھوں نے اپنی خانگی حکمت عملی کی ضرورت سے ایک دوردست خطرے میں مبالغہ سے کام لیا۔ درحقیقت براعظم کے تاجداروں نے انقلاب کے متعلق اپنی نفرت کو راز میں نہیں رکھا تھا، روس کی ملکہ کیتھرائن نے یورپ کے ہر ایک دربار کو جنگ کے لئے ابھارا تھا۔ گستیوس دشاہ سویڈن، فرانس کے خلاف تیاریاں کرتے ہوئے دفعتًہ ناگہانی موت سے انتقال کر گیا۔ اسپین، نیپلز اور سارڈینیا اپنے سے قوی تر سرگروہوں کی تبعیت کے لئے تیار تھے مگر فرانسیسی مجلس کے مدبرین اچھی طرح سمجھتے تھے کہ معاندانہ خیالات اور واقعی حملہ کے درمیان

بیرونی حملہ کا اندیشہ فرانسیسی قوم میں واقعتًا موجود تھا گر فرانسیسی مدبر دل میں واقعتًا نہیں تھا

کتنا وقفہ ہوتا ہے، اور شمالی وجنوبی طاقتوں کی جانب سے فرانس کے خطرے کی نوعیت کا بے اصل ہونا خود اس واقعہ سے ثابت تھا کہ فرانس کے موروثی دشمن اور مبغوض میری آنٹوانٹ کے وطن آسٹریا ہی کو فی الحقیقت خاص دشمن سمجھا جاتا تھا۔ تاہم ان درباروں نے اتنا کچھ کیا تھا کہ اس سے فرانسیسی قوم کے ان لاکھوں آدمیوں کا غصہ بھڑک اٹھا تھا جو ان کے خطروں سے تو واقف تھے مگر ان کے تذبذب واحتیاط سے آگاہ نہ تھے۔ جس شخص نے "مارسیلز" کا نغمہ بنایا تھا وہ عیارانہ قصوں کا گھڑنے والا نہیں تھا۔ عوام کے جن گروہوں نے اس نغمہ کو اول اول گایا انھیں اس میں مطلق شک نہیں تھا کہ مجلس کے مقررین جن خطرات کا اندیشہ ظاہر کر رہے تھے وہ حقیقۃً موجود تھے۔ یورپ کے درباروں نے لکڑیوں کا انبار لگا دیا تھا، فریق جرانڈ کے لوگوں نے اسے مشعل دکھا دی۔ یورپ میں کیا کچھ ہو رہا تھا اسے صحیح طور پر سمجھنے کے لئے فرانسیسی قوم کے عامۃ الناس کے پاس کوئی ذریعہ نہیں تھا۔ وہ واقعات کو اپنے سرگروہوں سے اخذ کرتے تھے اور یہ سرگروہ اسے کوئی بڑی بات نہیں سمجھتے تھے کہ اندرونی آزادی کو آگے بڑھانے کے لئے ایک قوم کو جنگ میں مبتلا کر دیں۔ وقت قریب تھا کہ فریق جرانڈ کے تدبر کی دانائی پر خود واقعات اپنا سخت وہتک آمیز فیصلہ صادر کر دیں۔

جرمانیہ نے جنگ میں آسٹریا کی اقتدا کی

اعلان جنگ پر رائے دینے کے بعد مجلس فرانس نے ایک اعلام نامہ قبول کیا جسے کنڈارسٹ نے مرتب کیا تھا اور جس میں فرانسیسی قوم کے نام سے فتح کے ہر طرح کے ارادے سے تبرا کیا گیا تھا۔ اس اعلامنامہ میں ان امور کا لحاظ کیا گیا تھا جنھیں کنڈارسٹ کے ایسے لوگ دل سے مانتے تھے اور جن کے نزدیک انقلاب ہنوز ایک ایسا مقدس معاملہ تھا کہ اسے توسیع مملکت کی حرص دنی سے ملوث

نہ کرنا چاہئے تھا، مگر اہل فرانس نے جس ارادے سے جنگ کا آغاز کیا، اس کی واقعی رفتار کا تعین ان ارادوں سے اتنا نہیں ہوا جتنا ان سلطنتوں کی سیاسی حالت سے ہوا جو فرانسیسی سرحد پر واقع تھیں۔ اولاً واقعاً جنگ آسٹریا کے ساتھ تھی مگر فرمانروائے آسٹریا جرمانیہ کا سرگروہ بھی تھا، جرمانیہ کے وہ کلیسائی والیان ملک جو صوبہ جات رائن میں حکمراں تھے، وہی فرانس کے تارکان وطن کے سب سے زیادہ پرجوش محافظ تھے۔ پس اب یہ غیر ممکن تھا کہ وہ غیر جانب داری کے سایہ میں پناہ لے سکیں۔ پرشیا نے فرانس کے خلاف شہنشاہ سے محالفہ کیا تھا، اور دوسری جرمانی سلطنتیں بھی کسی نہ کسی بڑی سلطنت کے تبع میں چل نکلی تھیں۔

جرمانیہ کی حالت

اگر فرانس اپنے دشمن سے زیادہ قوی ثابت ہوتا تب بھی آسٹریا کے علاوہ اور ایسی حکومتیں تھیں جنھیں انقلاب کے متعلق اپنے طور پر سمجھنا تھا، درحقیقت آسٹریا وہ سلطنت نہیں تھی جو ہر اشتداد تغیر کے لئے سب سے زیادہ وقف ہو، اس کی مملکت کا بیشتر حصہ فرانس سے بہت دور واقع تھا، زیادہ سے زیادہ یہ کہ اسے لمبارڈی اور نیدرلینڈ کے نکل جانے کا خطرہ ہو سکتا تھا، جس رقبہ کو واقعی جنگ کا خطرہ تھا وہ جرمانیہ کا کل ملک تھا، اور اٹھارھویں صدی کے آخر میں کسی حملہ کی مدافعت کے لئے جرمانیہ جس قدر کم تیار تھی، یہ حال کبھی کسی سیاسی جماعت کا نہ رہا ہوگا۔ جنگ انقلاب کے دوران میں فرانس کو سب سے زیادہ یقینی تائید اور فتح کے لئے سب سے زیادہ قوی محرک جرمانی قوم کے تفرقوں اور دونوں سربرآوردہ جرمانی حکومتوں کی رقابتوں سے حاصل تھا۔ اگر ہم اس موقع پر ذرا توقف کرکے آغاز جنگ کے وقت جرمانیہ کی حالت کا مختصراً تبصرہ کرلیں، اس کے حکمراں تاجداروں کے شمائل اور خصائل

اور ان کی حکمت عملی کو سمجھ لیں، اور ان حالات گرد و پیش پر ایک سرسری نظر ڈال لیں جو وسطی یورپ کے اس حالت میں، آ لنے کے واقعی باعث ہوئے، تو اس سے ان تغیرات پر روشنی پڑے گی جو اب یورپ میں آناً فاناً رونما ہونے لگے تھے۔

مقدس رومانی شہنشاہی

ملک جرمانیہ نے اب تک ازمنۂ وسطی کی "مقدس رومانی شہنشاہی" کا نام اور اس کے اشکال کو باقی رکھا تھا، لیکن اس نام نہاد شہنشاہی کے ارکان خود مختار سلطنتوں کی ایک جماعت پر مشتمل تھے، اور ان سلطنتوں میں سے خاص سلطنت آسٹریا اپنے جرمانی صوبوں کے ساتھ ایک بہت بڑی مملکت ایسی بھی رکھتی تھی جو رسماً بھی جرمانی جماعت کا جزو نہیں تھی۔ حکومتوں کا یہ معجون مرکب ہر درجہ کی قوی و کمزور سلطنتوں سے بنا تھا۔ آسٹریا اور پرشیا کو ایسے سیاسی روایات و وسائل حاصل تھے جنھوں نے ان کو علی یورپی طاقتوں کے درجہ پر پہنچا دیا تھا مگر سیکسنی اور بویریا کی ایسی دوسرے درجہ کی بادشاہیوں کو نہ تو قوت کی طمانیت حاصل تھی اور نہ وہ آزادانہ زور یا زر میسر تھا جو اکثر چھوٹی جماعتوں میں پایا جاتا ہے۔ ان کے سوا جرمانیہ کی اور چھوٹی چھوٹی سلطنتوں میں جن کی تعداد سو کے قریب تھی، مدتوں قبل ہر طرح کی زندگی عامہ دلوں سے محو ہو چکی تھی، اگر کچھ تھا تو یہی کہ عہدہ داروں کے رحم و کرم یا ظلم وستم کا ایک چکر جاری تھا، اور اسی میں لوگ اونگھ رہے تھے۔ اصولاً اس وقت تک ایک متحدہ جرمانی جماعت موجود تھی، واقعاً جرمانیہ دو جلیل القدر بادشاہوں سے مرکب تھی جنھیں ایک دوسرے سے سخت رقابت تھی اور ان کے سوا خود مختار امارات و بلاد کا ایک غول تھا جن کی رکنیت شہنشاہی کا مطلب اس سے زیادہ کچھ نہیں تھا کہ اپنے سے زیادہ طاقتور ہمسایوں کے مناقشات میں کھنچ آنا ان پر بھی لازم تھا، کسی قسم کا جرمانی قومی احساس موجود نہیں

تھا جس میں تمام جرمانیہ کے اغراض متحد و متفق ہوں، سیاسی اتحاد کے اسما و اشکال بہت بعید زمانہ گزشتہ سے چلے آرہے تھے اور اور اٹھارھویں صدی کے واقعات کے درمیان ایک مضحکہ خیز خارج الوقت شے معلوم ہوتے تھے۔ جرمانی جماعت کا سرگروہ موروثی حق کے ذریعہ سے قابض نہیں ہوتا تھا بلکہ شارلیمین اور رومانی قیاصرہ کے منتخب شدہ جانشین کی حیثیت سے قابض ہوتا تھا۔ پندرھویں صدی سے شہنشاہی اعزاز ہیپسبرگ کے آسٹروی خاندان میں رہا تھا، مگر باستثنار چارلس پنجم اس خاندان کے کسی فرماں روا کے پاس اتنی قوت نہیں تھی جو ایک متحدہ جرمانی سلطنت کے پیدا کرنے کے لئے کافی ہو اور اس وقت جو موقع آگیا تھا اسے ہاتھ سے نکل جانے دیا گیا۔ "اصلاح" نے شمالی جرمانیہ کو جنوب کی کیتھولکی بادشاہی سے جدا کر دیا تھا۔ جنگ سی سالہ جس کا خاتمہ سترھویں صدی کے وسط میں ہوا، اس نے براعظم یورپ پر مذہب پروٹسٹنٹ کے وجود کو مستحکم کر دیا مگر یہ استحکام جرمانیہ کو کھو کر ہوا جو اس جنگ کے بعد خستہ و منتشر ہو گئی تھی۔ ۱۶۴۸ء کے معاہدہ وسٹ فیلیا کی رو سے شہنشاہی کے ہر رکن کی خود مختاری تسلیم کی گئی تھی، اور اس کے بعد سے مرکزی اقتدار محض ایک سایہ رہ گیا تھا۔ شہنشاہی کی ڈائیٹ جہاں انتخاب کنندگان، والیان ملک اور آزاد شہروں کے نمایندے جمع ہوتے تھے وہ ازمنۂ وسطیٰ کی ترتیب میں منعقد ہوتی تھی اور اب اس کی حالت "جامعۂ نقبا" کی سی ہو گئی تھی جو خطابات و تقدمات کے مسائل میں مصروف رہا کرتی تھی۔ اصل اہمیت کے مسائل وہ ایلچی طے کرتے تھے، جو ایک دربار سے دوسرے دربار میں جایا کرتے تھے، جنگ کے اغراض کے لئے "شہنشاہی"

۱۶۴۸ء کے بعد سے تمام جرمانی سلطنتیں شہنشاہ سے خود مختار ہو گئی تھیں۔

حلقوں میں منقسم تھی اور نظریہ کی رُو سے ہر حلقہ فوج کا ایک رسالے (رسالہ) مہیا کرتا تھا مگر اس فوجی تنظیم کا وجود صرف کاغذ پر تھا، اعلیٰ اور اوسط درجہ کی سلطنتیں اپنی حکمت عملی کے پابند اپنے سلاح جنگ کا انتظام بھی ریشسان کی ڈائٹ سے مستغنی ہو کر کرتی تھیں، چھوٹے درجے کی بادشاہیوں اور آزاد شہروں کے رسالے ہر اعتبار سے نامکمل، ناقص اور بے ترتیب تھے اور جرمانی سپاہیوں کی شجاعت کے باوجود یورپی جنگ میں اس سے کچھ بھی فرق نہیں پڑ سکتا تھا کہ آیا کوئی رجمنٹ جس کا کپتان (قائد) شہر گمنڈ کی طرف سے، اس کا لفٹنٹ (مددگار) خانقاہ رائنمنسٹر کی طرف سے اور اس کا علمبردار جگنیاک کے شیخ الصومعہ کی طرف مقرر ہوا ہو، وہ اپنے کاغذی شمار سے پچاس فی صدی کم کی تعداد میں میدان میں آتی ہے یا نہیں آتی۔ شہنشاہی کے ارکان کے درمیان جو تعلقات قائم تھے وہ کس درجہ کمزور تھے[۱] اس کی آئینی کل کس قدر سست اور بے ہنگام تھی، اس کا نمایاں ثبوت اس وقت ملا جب فرانسیسیوں نے ۱۷۹۲ء میں پہلی مرتبہ جرمانیہ پر یورش کی اور وائٹ شہنشاہی کے فوجیں طلب کرنے کے قبل چار ہفتے تک اور اعلان جنگ کرنے سے قبل پانچ مہینے تک بحثیں کرتی رہی۔

آسٹریا

درحقیقت جرمانیہ کی مدافعت کا انحصار آسٹریا اور پرشیا کی فوجوں پر تھا، آسٹریا کے خاندان ہیپسبرگ کو شہنشاہی کا لقب حاصل تھا اور اس نے اپنے گرد کم ترقی کن جرمانی سلطنتوں کے بادشاہوں کو جمع کر لیا تھا، دوسری طرف شمالی جرمانیہ کی پروٹسٹنٹ جماعتوں نے اپنے اغراض کو ترقی کن پرشیا دی شہنشاہی کے اغراض کے ساتھ متحد کر دیا تھا، مذہبی ہمدردی اور مدتوں کے روایات نے چھوٹے چھوٹے کیتھولک درباروں کو وائنا کے سیاسی نظم سے مربوط کر دیا تھا۔ آسٹریا کو اپنی اس سرپرستی سے کچھ فائدہ بھی ہوا، مگر

---

[۱] ہاسر: "تاریخ جرمانیہ" Deutsche Geschichte صفحات ۱-۸۸-

دیلانات: "ہرزاگ البرکٹ" Herzog Albrecht صفحات ۱-۸۰ "

حقیقت میں وہ جرمانی خاندان کی رکن نہیں تھی، اس کے اغراض جرمانیہ کے نہیں تھے، اس کی طاقت اگرچہ عظیم الشان اور بہت برداشت کن ثابت ہوئی مگر اس حالت کا انحصار زیادہ تر جرمانی عناصر پر نہیں تھا اور نہ اس کا استعمال زیادہ تر جرمانی اغراض کے لئے ہوتا تھا۔ آسٹروی فرمانروا کے لقب سے ان نسلوں اور قوموں کی عجیب و غریب گوناگونی کا اظہار ہوتا ہے جن کے سیاسی اتحاد کا باعث صرف یہ تھا کہ وہ سب کے سب ایک مشترک سرگروہ کے تابع تھے۔ سرکاری حیثیت سے مختصر صورت میں خاندان ہیپسبرگ کے حکمران کے القاب یہ ہوتے تھے۔ شاہ ہنگری، بوہیمیا، کروشیا، سلیونیا، وگلیشیا، آرچ ڈیوک آسٹریا، گرینڈ ڈیوک ٹرنسیلونیا، ڈیوک آسٹریا، کیئرنسیا، وکانیوالا اور حکمران کاونٹ ہیپسبرگ وٹرول۔ ۱۷۹۲ء کی جنگ کے آغاز کے وقت، خاندان ہیپسبرگ کی قلمرو میں اس وسیع الرقبہ مملکت کے علاوہ جس پر وہ اب تک حکمران ہے، جنوبی نذرلینڈ، اور ملان کی ڈچی بھی شامل تھی۔ آسٹروی بادشاہی کے اندر گیارہ مختلف السنہ اور بے شمار مقامی زبانیں بولی جاتی تھیں آبادی کے عناصر میں سلافی عنصر اوروں سے بدرجہا زیادہ بڑھا ہوا تھا اس کا شمار تقریباً ایک کرور نفوس کا تھا اس کے برخلاف جرمانی پچاس لاکھ اور مگییر (مجر) تیس لاکھ تھے، لیکن جو خاندان کہ اپنی تمام ماتحت قوموں کی نسبت بے پروائی کے ساتھ یہ سمجھتا ہو کہ وہ صرف اس کی شان وشکوہ کے بڑھانے کا ذریعہ ہیں اس سے یہ توقع نہیں ہوسکتی تھی کہ اس کی حکمت عملی تعدادی قوت یا قومی مقاصد کے مطابق رنگ اختیار کرے گی۔ ملان اور نذرلینڈز تو اٹھارھویں صدی کے آغاز سے آسٹریا کے قبضہ میں آئے تھے مگر خاندان ہیپسبرگ کے قدیم ممالک کی قسمت جنگ سی سالہ کے دوران میں کئی نسلوں سے متعین ہوچکی تھی۔ اس کشمکش سے آسٹریا کو جہاں تک تعلق تھا قدیم وجدید عقیدے کے تصادم کے معنی

یہ ہو گئے تھے، کہ ایک طرف شاہی تھی اور کلیسا اس کے ساتھ تھا دوسری طرف قومی زندگی اور آزادی کا ہر ایک عنصر تھا اور "اصلاح" اس کی جائداد تھی، اور فریقین میں تصادم برپا تھا، مذہب پروٹسٹنٹ کو اس زمانہ میں خاندان "ہیپسبرگ" کے تقریباً تمام ممالک میں قبضہ حاصل ہو چکا تھا اور اس کا رد کرنا بغیر اس کے نہ ہو سکا کہ آسٹروی جرمانیہ کی سیاسی آزادی بوہیمیا کی قومی زندگی، ہنگروی امرا کا جوش وحوصلہ سب ایک طرف سے فنا کر دیا جائے۔ شہنشاہ فرڈیننڈ کی یہ قابل نفرت خواہش کہ ملک میں زندیقوں کے بھرے رہنے سے ملک کا ویران ہونا بہتر ہے" اس کے مملکت کی آیندہ کی تاریخ میں بہت اچھی طرح پوری ہو گئی۔ ٹرول کے سوا اور دوسرے جرمانی صوبوں میں، قدیم پارلیمنٹیں اور ان کے ساتھ آزادی کے تمام علامات ناپدید کر دئے گئے، بوہیمیا میں قومی پروٹسٹنٹ امرا کی جائدادیں جاتی رہیں اور اگر باقی بھی رہیں تو اس کی قیمت مذہب، زبان، اور جذبات نسلی کے ترک سے ادا کرنا پڑی، تا آنکہ اس کا ملک متمدن یورپ کی نظروں سے غائب ہو گیا، اور بوہیمیا کی حقیقت اس سے زیادہ نہیں رہ گی کہ وہ زمین جوتنے والوں کا ایک بے حقیقت ملک ہے جس پر کسی کی نظر بھی نہیں پڑتی۔ ہنگری جنگ سی سالہ کے دوران میں اس قدر کامل طور پر پامال نہیں ہوئی تھی، اور مذہب پروٹسٹنٹ کچھ باقی رہ گیا تھا، وہاں، ۱۶۸۶ء میں عدالت مشہور بہ "ذبح اپیریس" کے ہیبتناک فتاوائے موت نے صاف روشن کر دیا کہ قومی آزادی کے جذبات کی جانب بادشاہ کی روایتی حکمت عملی کیا تھی۔ آسٹروی ممالک میں صرف دو طاقتوں کو باقی رہنے کی اجازت تھی، ایک تاج کی طاقت اور دوسری قسیسیوں کی اور چونکہ محکوم نسلوں میں کسی قسم کا حقیقی قومی اتحاد نہیں قائم رہ سکتا تھا، اس لئے سلطنت کا تمام اقتدار اس امر پر صرف

کردیا گیا تھا کہ بادشاہی کے بیشتر حصہ پر مذہب کیتھولک کا کورانہ اتباع بزور قائم رکھا جائے۔

اس ہیجان مطلق العنانی کے دباؤ کے نیچے یہ معلوم ہوتا تھا کہ انسان کی تمام نازک ولطیف قوتیں زائل ہو جائیں گی۔ سترھویں اور اٹھارھویں صدیاں جن میں انگلستان و فرانس میں کوئی عشرہ ایسا نہیں گزرتا تھا کہ کوئی نہ کوئی استادانہ ادبی تصنیف یا کوئی نہ کوئی علمی تحقیقات یا سیاسی بحث واستدلال میں کسی نہ کسی طرح کی ترقی نہ ہو، مگر ان صدیوں میں آسٹریا کے اندر ایک ہیڈن مغنی کے سوا اور کوئی درخشاں نام نظر نہیں آتا۔ جنگ سی سالہ کے جمود کے تین پشتوں بعد جب وکلمین اور لیسنگ نے پھر لوگوں کے دلوں کو ابھارا اور وسیع الشیوع تعلیم سے طبقہ متوسط کو سیاسی آزادی کے فقدان کلی کا کچھ عوض مل گیا، اس وقت بھی اس تجدید کا کوئی اثر آسٹریا میں نہیں ظاہر ہوا۔ امرا شکار کھیلتے اور سوتے تھے، زرعی نیم غلام روح فرسا محنت برداشت کرتے تھے، جہاں کوئی مدرسہ موجود ہوتا وہاں فرقۂ جزوٹ کے پادری طلبہ کو کلیسائی لاطینی سکھاتے تھے اور مدرسہ سے انھیں فارغ التحصیل کر کے اس طرح واپس کر لیتے تھے کہ وہ اپنی مادری زبان نہیں پڑھ سکتے تھے۔ ایسے کاہل اور بے استعداد نظم معاشرت میں ترقی کا شروع صرف فوجی بربادی ہی سے ہو سکتا تھا۔

میریا تھریسیا کے اصلاحات ۱۷۴۰ء۔ ۱۷۸۰ء

میریا تھریسیا کے اوائل عہد میں سلیشیا کے نکل جانے سے حکومت کے خواب خرگوش میں ذرا فرق پڑا اور اصلاح کا آغاز ہوا، اگرچہ ہنگری اور ندرلینڈز کے سوا قدیم صوبجاتی مجلسوں کے اختیارات مدت سے زائل ہو چکے تھے مگر تاج نے کبھی یہ سعی نہیں کی تھی کہ انتظام مملکت کا کوئی یکساں نظم قائم کرے۔ محصولوں کا جمع کرنا، رنگروٹوں کا بھرتی کرنا، ابھی تک ہر ضلع کے جاگیری زمینداروں کا کام تھا، کسی مستعد کار دشمن کے مقابلہ میں اس قسم کے دقیانوسی انتظام سے تاب مقاومت

کی کس قدر توقع ہوسکتی تھی اس کا حال فریڈرک اعظم کے پہلے حملہ میں روز روشن کی طرح واضح ہوگیا۔ بہتر فوجی تنظیم کی بنیاد رکھنے اور رعایا میں قوی تر قومی مقصد پیدا کرنے کی امید میں تھریسا نے مرکزی بادشاہی کے بعض عہدے اسی زمانے میں قائم کیے جب اس نے وابستہ اراضی غلاموں کی حالت کو ترقی دی، اور جزوٹ کی تعلیم اور جزوٹ معلموں کے بجائے جرمانی تعلیم اور جرمانی معلم مقرر کیے۔ کسان، جو بادشاہی کے بیشتر حصص میں اب تک زمین سے وابستہ تھے انھیں اب اپنے آقا کی زمین کے چھوڑ دینے کی آزادی مل گئی، اور جب تک کہ وہ سال کے چند مقررہ ایام میں اپنے آقا کے لئے مزدوری کی خدمت انجام دیتے رہیں اس وقت تک وہ اخراج سے محفوظ کر دے گئے۔ تھریسا کی اصلاح اس سے آگے نہیں بڑھی، اسے ملک کی زندگی کی جاگیری نوعیت کے بدلنے کی مطلق خواہش نہیں تھی، وہ نہ تو مذہب کیتھولک کے تسلط و اقتدار میں کسی قسم کا اعتدال پیدا کرنا چاہتی تھی اور نہ ان صوبجاتی اشکال کو محو کرنا چاہتی تھی۔ جن سے امرا کو ان کے اضلاع کے اندر سیاسی خودمختاری کا اندازہ حاصل ہوجاتا تھا، اس کے خیالات خو قدامت پرستانہ تھے، طبقۂ امرا اسے عزیز تھا، اور ذاتی طور پر اسے مذہب سے توغل تھا، اندریں حالات، اس نے صرف اسی تغیر کو منظور کیا جس کے لئے اس کے معتمد علیہ مشیروں نے صلاح دی، اور اس نے اس سے زیادہ کا مطالبہ بھی نہیں کیا جتنا خود اس کی یگانی خصوصیت کی دلفریبی سے حاصل ہوسکتا تھا۔

جوزف دوم ۱۷۸۰ - ۱۷۹۰

۱۷۸۰ء میں میریا تھریسا کے فرزند جوزف دوم کی تخت نشینی کے وقت سے آسٹریا کے لئے ایک نئے دور کا آغاز ہوا، جس کام کو تھریسا نے تعویق میں ڈال دیا تھا اسے اب ایک ایسے بادشاہ نے اپنے ہاتھ میں لیا کہ مذہبی و معاشری اصلاح کے متعلق اس کے تخیلات نے

دس برس بعد فرانس کے بڑے سے بڑے مبدعین کے لئے کچھ اٹھا نہ رکھا۔ اس میں شک نہیں کہ جوزف کے دل میں ہمیشہ یہ خیال رہا کہ ممالک غیر کی فتح کے مبادرات کے لئے ایک عظیم الشان فوجی قوت مہیا کرے، اور بیقید مطلق العنان قوت کا شوق بھی اس کے دل سے کبھی رفع نہیں ہوا مگر ان درشت عناصر کے ساتھ، جوزف کی فطرت میں اس شخص کے دل کی سی سچی آگ بھی بھڑک رہی تھی جو تخیلات کے لئے زندگی بسر کرتا ہو۔ اپنی رعایا کے ہر طبقہ کو ایک سطح پر بلند کر دینے کی پرجوش خواہش کے ساتھ ہی اس نے ان کے عادات و میلانات کو فراموش کر دیا تھا، اور اسی کا نتیجہ تھا کہ اس نے یہ کوشش کی کہ اپنی زیر حکومت قوموں کے اس معجون مرکب مجموعے کو جس پر قسیسوں کا تسلط تھا ایک ہم رنگ جماعت میں بدل دے اس کی تنظیم فرانس یا پرشیا کے طرز پر ہو، طریق عبادت روادارانہ وروشن خیالانہ عیسائیت کے انداز کا ہو، اور طبقات کے باہمی تعلقات میں اٹھارھویں صدی کا فلسفہ حب انسانی جوشزن ہو۔ اپنے عہد حکومت کے پہلے سال میں جوزف نے ان تمام عدالتی اختیارات کو منسوخ کر دیا جو براہ راست بادشاہ سے نہ ماخوذ ہوں اور آسٹنڈ سے بنسٹر تک عہدہ داروں کی ایک فوج پھیلا دی کہ اس کی کل قلمرو کے تمام سرکاری کاموں کو وائنا کے مرکزی اقتدار کے بلاواسطہ ہدایت کے تحت میں انجام دیں، بعد کے برسوں میں فرامین پیاپے جاری ہوتے رہے، خانقاہیں توڑ دی گئیں، گرجا کی تقریبیں اور زیارتیں ممنوع قرار پائیں، مسیحی عبادت کے ہر طریق کے لئے سلطنت کی حفاظت کا اطمینان دلایا گیا، امرا کی معافی لگان اور سرکاری عہدوں پر ان کا بلاشرکت غیرے قبضہ منسوخ کر دیا گیا، جامعات (دارالعلوم) راہبانہ جہالت کے حجرہ ہائے تاریک کے بجائے دنیاوی علوم کے مدارس بنادیے

گئے۔ کسانوں کی شخصی خدمت کو نقدی معاوضے میں بدل دیا گیا، اور اپنے آقا کے ساتھ ان کے تمام معاملات میں ان کے لئے شاہی عہدہ دار کی حیثیت میں ایک محافظ اور ایک حکم مہیا کر دیا گیا۔

جوزف اپنے مقاصد میں ضرور شریف الطبع و روشن خیال تھا مگر اٹھارھویں صدی کے ہر ایک مصلح کی طرح اس نے اس قوت کا اندازہ کم کیا جو گزشتہ کو موجودہ پر حاصل ہوتی ہے۔ صوبجاتی رواج یا مدتوں کی باوقعت رائے کے ساتھ وابستگی میں اسے سوائے تعصب اور بدعقلی کے اور کچھ نظر نہیں آتا تھا۔ وہ اس اخلاقی قانون کے نسبت کچھ جانتا ہی نہ تھا جو انقلابات کی کامیابی کو حالات ماقبل سے محدود کر دیتا ہے۔ اس کے اصلاحات کی مقاومت کے لئے بدترین، بہترین کے ساتھ متحد ہو گئے۔ دار العلوم لوئن کے متعصبوں نے جواب تک نیوٹن کے انکشافات کے خلاف جمے ہوئے تھے، جوزف کو مذہب کا دشمن بتا کر عوام کو بھڑکا دیا اور شورش برپا کرا دی، ہنگری میں قوم مگر کے زمینداروں نے اس نظم و طریق کی مقاومت کی جس نے ان کی قومی خودمختاری کے آخری نشانوں کو فنا کرنے کے ساتھ ہی ان کے اس سخت تسلط کو بھی نیست و نابود کر دیا تھا جو وہ اپنے کسانوں پر عمل میں لاتے تھے۔ جوزف کبھی مراعات کرتا اور کبھی انتہائی خودمختارانہ زیادتی پر اتر آتا۔ ایک وقت میں اس نے یہ عزم کر لیا کہ اس کے اختیار کے عمل در آمد میں جس حق سے خلل پڑتا ہو ان سب کو دریابرد کر دے، اس کے بعد، جب نیدرلینڈز میں کامیاب بغاوت ہو گئی اور ہنگری نے بھی مجبور ہو کر ہتیار سنبھالے تو اس نے اپنے غیر آئینی احکام منسوخ کر دیئے (۲۸ جنوری ۱۷۹۰ء)۔ اور ہنگروی بادشاہی کے جو تنظیمات اس کی تخت نشینی کے وقت قائم تھے انھیں بحال کر دیا۔

لیوپولڈ دوم
(۱۷۹۰-۱۷۹۲)

ایک مہینہ بعد موت نے جوزف کو اس کی کشمکش اور اس کے ہم و غم سے نجات دلائی۔ اس کے جانشین لیوپولڈ دوم نے یہ دیکھا کہ روس کے حلیف کی حیثیت سے اس کی بادشاہی ترکی پر حملہ کرنے کی پابندی میں مبتلا ہے، پرشیا، انگلستان اور ہالینڈ کے معاہدۂ شمالی سے اسے خطرہ درپیش ہے، ندرلینڈز کی قیادت نے اسے کمزور کر دیا ہے، اور ہر صوبہ میں قدیم وجدید نظم حکومت کے تصادم سے اور جدید معاشری حقوق کے دعاوی سے (جو صرف فنا کرنے کی غرض سے پیدا کیے گئے تھے) ابتری برپا ہے۔ بلجیم کی بازستانی اور ترکی سے صلح ایسے حالات کے ساتھ بروئے کار آئیں جن سے لیوپولڈ کی آباد کاری اور حازمانہ تدبّر کی واجبی و بجا تعریف نکلتی ہے۔ تاج اور صوبجات، کلیسا اور تعلیمات، امرا اور کسانوں کے درمیان جو تصادم برپا تھا انھیں جس طرح اس نے طے کیا اس سے وہ روش قائم ہو گئی جس پر آسٹریا کی حکمت عملی آئندہ ساٹھ برس تک چلتی رہی خواہ اس میں بہتری ہوئی ہو یا ابتری۔ لیوپولڈ نے صوبجاتی حقوق اور طبقات و مشخصہ جماعات کے امتیازات خاص کو بحال کر دیا۔ اپنے خاندان کی شخصی فرمانروائی کو اس نے بے خرخشہ قائم رکھا۔ جوزف کے وضع کردہ قوانین کے زیادہ حریت پسند اجزا یعنی تعلیم کی پادریوں کی نگرانی سے آزادی محصولات میں ناروا امتیاز کی بندش، کسانوں کی جاگیری خدمات کی منسوخی، ان تمام معاملات میں لیوپولڈ کلیسا اور طبقۂ امرا کے ساتھ مراعات کرنے پر آمادہ تھا۔ مگر بوہیمیا اور نیز ہنگری میں اس کے پیشرو کی دست اندازی سے قومی خود مختاری کا جو جذبہ بھڑک اٹھا تھا اس کی نسبت اس نے کسی طرح کی مراعات نہ کی بجز اس کے کہ بعض دلپذیر اشکال ظاہری کو بحال کر دیا۔ مگیر (مجر) امرا کی اس کوشش کو شکست ہو گئی کہ لیوپولڈ کو شاہ ہنگری تسلیم کرنے کے لیے وہ بعض شرائط عائد کرنا چاہتے تھے، اور آسٹریا اور ٹرینسلونیا کے معاملا

کے لئے وائنا میں کئی عہدے قائم کر کے اور ان صوبوں کو ہنگری کی ڈائٹ سے آزاد کر کے لیوپولڈ نے یہ ظاہر کر دیا کہ ہنگروی بادشاہی کے سلافی ورومانی عناصر بادشاہ کے ہاتھ میں ایک ایسا آلہ ہیں جسے وہ حاوی وغالب مجرلنسل کے خلاف استعمال کر سکتا ہے۔ دوسری طرف لیوپولڈ[1] اس امر پر راضی ہو گیا کہ اعلیٰ تعلیم پر کلیسا کی نگرانی کو بحال کر دے اور محصول کا بار پھر اس زمین پر ڈال دے جو طبقۂ امرا کے مالکوں کے قبضہ میں نہ ہو۔ مطابع کے احتساب میں اس نے نئی سختی قائم کر دی مگر اس کا نفع کلیسا کو نہیں پہنچا جس سے قبل ازیں احتساب کا تعلق تھا بلکہ نفع حکومت کو ہوا جس نے اب احتساب سے سلطنت کے آلہ کار کے طور پر کام لینا شروع کر دیا۔ زرعی نیم غلاموں کی آزادی کے مسئلۂ عظیم میں، لیوپولڈ کو امرائے ہنگری کی اس جماعت سے دوچار ہونا پڑا جن سے زیادہ صادق العزم وطاقتور جماعت امرا کی اور صوبے میں نہیں تھی۔ امرا کا یہ حق کہ وہ کسانوں کو زمین کا پابند بنائے رکھیں اور ان کے عقد کو اپنی نگرانی میں رکھیں، اسے تو اپنی قلمرو کے کسی حصہ میں بھی بحال کرنے سے لیوپولڈ نے انکار کر دیا۔ لیکن جہاں بوہیمیا میں اسے جوزف کے اس عطا کردہ حق کے قائم رکھنے میں کامیابی ہو گئی کہ کسان اپنی شخصی خدمت کو نقدی معاوضہ سے تبدیل کر لیں، وہیں ہنگری میں اسے مجبور ہو کر تھریسیا کے طریق کی طرف پلٹنا اور اس مسئلہ کے آخری تصفیہ کو ڈائٹ کے اوپر چھوڑ دینا پڑا۔ بیس برس بعد جس مدبر نے پرشیا کے کسانوں کو آزادی دی اس نے یہ خیال ظاہر کیا کہ آسٹریا کے تمام قلمرو میں ہنگری ہی وہ ملک ہے جہاں کے کسان شمالی جرمانیہ کے کسانوں سے بہتر حالت میں نہیں ہیں[2] مگر ڈائٹ کی مردم ترسی نجیبی کے اس درجے پر پہنچی ہوئی

---

[1] ۔ اسپرنگر: "تاریخ آسٹریا" (Geschichte Oesterreichs) صفحات، ۱-۴۶،

[2] ۔ پرز: سوانح اسٹین۔ (Leben Stein) جلد دوم صفحہ ۴۰۲۔

پیگٹ: "اسفار ہنگری" (Travels in Hungary) جلد اول صفحہ ۱۳۱۔

تھی کہ ۱۸۳۵ء تک قید خانہ اور تختہ بید زنی ہنگری کے ہر ایک تعلقہ کا جزو ہوا کرتا تھا۔

جوزف میں ایثار نفس کا جو جوش تھا، لیوپولڈ کی طینت میں اس کا کہیں پتہ بھی نہیں تھا۔ تاہم اس کے سیاسی مقاصد پست درجے کے نہیں تھے۔ ٹسکنی کی چوبیس برس کی حکومت میں اس نے امن، مذہبی روشن خیالی اور اپنی چھوٹی سی بادشاہی کی مادی ترقی کی فکر کے لحاظ سے اپنے کو تقریباً ایک تجربہ کار حکمران ثابت کر دیا تھا، تخت آسٹریا پر جلوہ فرما ہو کر اس نے کلیسا اور طبقۂ امرا سے جو مصالحت اختیار کی وہ اس کے طبعی میلان کے بجائے زیادہ تر ایک مفروضہ سیاسی ضرورت کا نتیجہ تھی۔ جب تک لیوپولڈ زندہ رہا، آسٹریا کو ایک ایسے شخص کی کمی محسوس نہ ہوئی جس میں سیاسی معاملات کے تمام عرض و طول پر نظر ڈالنے کی ذہانت اور سلطنت کے جملہ ملازمین سے متحداً کام لینے کی قابلیت موجود ہو، لیکن یورپ اور اس سے بڑھکر خود اس کے ممالک کی بدقسمتی تھی کہ لیوپولڈ عین اس وقت نذر اجل ہو گیا جب انقلابی جنگ کا آغاز ہوا ہے۔ وائنا کے سرکاری حلقہ میں جوزف کے اصلاحات کے خلاف بےچین کن بازگشت اور ہنگری اور نیدرلینڈز میں قومی تحریکات کا صحیح البیان خوف پہلے ہی سے خاص زور پیدا کیے ہوئے تھا، اب انقلاب کے بزور سلاح تبدیل خیال کی نئی بلا اور مستزاد ہوئی، لیوپولڈ کا جانشین فرینسس دوم، ایک مریض سا شہزادہ تھا، جس کے خانہ پسند اور بے تخیل دل میں جوزف کے جلیل القدر مبادرات کی طرف سے صرف تنفر ہی تنفر تھا، حالانکہ اس نے خود اسی عالم میں پرورش پائی تھی۔ جو لوگ اس کے گرد و پیش جمع تھے وہ ایک مقررہ روش پر چلتے رہنے کے خواہاں اور تغیر سے خائف تھے، اس سے سیاسی زندگی کی تمام صورتوں کا خاتمہ ہو گیا۔ حکومت

لیوپولڈ کا انتقال
یکم مارچ ۱۷۹۲ء

نے علانیہ یہ اعلان کر دیا کہ جب تک جنگ جاری ہے جملہ تغیرات بند رہنا چاہئیں۔ یہاں تک کہ زمیندار کے ساتھ کسان کے تعلق کے ایسے وزن دار مسئلہ کو بھی ہنگری کی ڈائٹ نے بے تصفیہ چھوڑ دیا کہ مبادا مباحث کے اندر قومی خود مختاری کے جذبات کا اظہار ہونے لگے۔ یہ معلوم ہوتا تھا کہ آسٹریا کے تمام اندرونی نظم ونسق پر پھر وہی جمود چھا جائے گا جو تھریسیا کے قبل تھا۔

لیکن اس حکومت کی غیر ملکی حکمت عملی میں اس ہراسان و مستحفظ طبیعت کا مطلق اظہار نہیں ہوتا تھا۔ جوزف اپنے وطنی معاملات میں جیسی بےچین طبیعت کا شخص تھا وہی حال ان کا بیرونی معاملات میں بھی تھا، وہ روس کی ملکہ کیتھرائن کی حرص وہوس میں شریک ہو گیا تھا، اور ترکی، وینس اور بویریا کے متعلق اپنے منصوبوں سے یورپ کو پریشان کر رکھا تھا۔ یہ تجویز اور مملکتی توسع کی اسی قبیل کے دوسرے تجاویز آسٹریا کے درباریوں اور سفیروں کے دلوں میں بھرے ہوئے تھے۔ فرانس کے ساتھ جنگ کے شروع ہونے کے تھوڑے ہی زمانہ بعد معمر وزیر کوئنز جو تین عہدوں میں دفتر خارجہ کا سرگروہ رہ چکا تھا، اپنے عہدہ سے علٰحدہ ہو گیا۔ ۱۷۷۲ء میں روس اور پرشیا کی شرکت میں پولینڈ کو تقسیم کر لینے اور بعد میں ترکی اور بویریا پر جوزف کے ہاتھ بڑھانے کے باوجود کوئنز کی حکمت عملی محض مبادرات اور ادھر ادھر حملہ کر دینے کی نہیں تھی۔ وہ فرانس کے ساتھ اتحاد اور پرشیا سے مخالفت کے اصول پر فی الجملہ صداقت کے ساتھ جما ہوا تھا، اور جب انقلاب کی وجہ سے جنگ آنکھوں کے سامنے آ گئی تو اس کی خواہش یہ تھی کہ جنگ کے مقصد کو فرانس میں شاہی حکومت کے بحال کر دینے تک محدود رکھا جائے۔ جن حالات کے تحت میں نو عمر شہنشاہ اور شاہ پرشیا نے جنگ کو توسع ممالک کی اغراض کی طرف پلٹ دینے پر اتفاق کیا، اسکی وجہ سے کوئنز نے صدق دل سے یہ سمجھ کر کہ اس

کی حکمت عملی سے مہلک کام لیا جائے گا، اس اقتدار سے دست برداری کی جس سے وہ چالیس برس تک کام لیتا رہا تھا۔ دونوں درباروں میں خفیہ طور پر یہ قرارداد ہو گئی تھی کہ پرشیا اپنے اخراجات جنگ کو پولینڈ کے ایک حصہ پر قبضہ کر کے پورا کریں اور آسٹریا کی طرف سے یہ مطالبہ ہوا تھا کہ شہنشاہ بویریا کو ملحق کر لے اور والی بویریا کو بلجیم بطور معاوضہ کے دیدے۔ کوئنز جسے صحیح حکمت عملی سمجھتا تھا یہ دونوں تجویزیں اس کے برعکس و منافی تھیں۔ اس کا یقین یہ تھا کہ آسٹریا کے اغراض کا اقتضا پولینڈ کو مستحکم و مجتمع کرنا تھا نہ کہ اسے تباہ کرنا۔ اور یہ تو اس نے صاف کہدیا تھا کہ معاملات کی صورت واقعیہ کے دیکھتے ہوئے ندرلینڈز کا بویریا سے بدل لینا ناممکن العمل ہے[1] اگر ۱۷۹۲ء کا اتحاد ان اصولوں پر مرتب ہوا ہوتا جن کی وکالت کوئنز کر رہا تھا تو اگرچہ آسٹریا کو فرانس میں شاہی طاقت کے بحال کر دینے میں کامیابی نہ ہوتی، تو بھی اس مخالفہ کی شکست پولینڈ کی تقسیم ثانی کے جرموں اور رسوائیوں کی ذلت پر نہ ہوتی۔

جس ساعت سے کوئنز عہدے سے ہٹا، اسی ساعت سے مملکتی توسع، دربار آسٹریا کا مقصد عظیم ہو گیا۔ آسٹروی سلطنت کے منتشر صوبوں اور اس کی مختلف النوع آبادی کی وجہ سے عاقبت اندیش مدبروں کے ذہن میں یہ خیال آجاتا کہ اس روش میں وہ تمام یورپی سلطنتوں کے بہ نسبت آسٹریا کا نقصان زیادہ ہو گا۔ لیکن ۱۷۹۲ء کے افراد کو یہ نظر آتا تھا کہ نفع زیادہ ہو گا فرانسیسی فلینڈرز کے ایک ٹکڑے کے شمول سے ندرلینڈز میں اضافہ ہو جائے گا۔ بویریا، پولینڈ اور اطالیہ سب کمزور ہمسائے تھے اور ان سے اپنی اپنی جگہ پر آسٹریا کو دولتمند بنانے کا کام لیا جا سکتا تھا۔ حصول مملکت کے ساتھ کسی قسم کے سحر آفریں خوبی وابستہ ہو گئی تھی۔ اتنے مربع میل زمین اور

[1] رانکے: بدو آغاز (Ursprung und Beginn) صفحہ ۲۵۶
وائیوناٹ: 'منابع' (Quellen) جلد اول صفحہ ۱۳۳-۱۶۵
آسٹروی کابینہ بویریا کے اصول کو شاہی کے منافع اعلیٰ سے تعبیر کیا تھا۔

اتنے افراد آبادی کے حاصل ہو گئے خواہ غیر قوم کے ہوں یا اپنی قوم کے، غدار ہوں یا دوست، اس سے بحث نہیں، مدبری کا مآل کار ہاتھ آگیا اور جان و مال کی شدید سے شدید قربانی کا عوض مل گیا۔ آسٹریا نے ظاہرا یہ رنگ اختیار کیا کہ وہ ایک مدافعتی محالفہ کے مرکز کے طور پر کام کرتا اور اس مقصد مشترک کے لئے لڑنا چاہتی ہے کہ فرانس میں ایک ایسی حکومت قائم ہو جائے جو اپنے ہمسایوں کے حقوق کا پاس و لحاظ کرے۔ اور حقیقت یہ ہے کہ خود اس کی فوجی کارروائیوں کی کیفیت یہ تھی کہ ایک وقت میں اس کا رخ فرانسیسی فلینڈرز کی طرف ہوتا، دوسرے وقت پولینڈ یا بوریا کی سازش اس پر غالب آجاتی اور تیسرے وقت اطالیہ کے فتوح اس پر حاوی ہو جاتے اور اس وجہ سے پرزور مشترک جنگ درہم برہم ہو جاتی تھی۔ خاندان ہیپسبرگ کے سرگروہ کی ذات میں جتنے مقاصد و اغراض مجتمع تھے ان میں سے وائنا میں سب سے کم محبوب شہنشاہی اور جرمانیہ کا مقصد تھا۔

پرشیا — لیکن اگر آسٹریا میں کمی تھی تو اس کی رقیب پروٹسٹنٹ سلطنت کی ذات سے جرمانیہ میں بھی کوئی مستقل تحفظ نہیں تھا۔ جرمانی طاقتوں میں دوسرے درجہ پر سب سے بڑی طاقت اور آسٹریا کی بیرونی دشمن پرشیا کو فریڈرک اعظم اور اس سے قبل کے حکمرانان خاندان ہوہنزوان کی ذہانت و طباعی سے یورپ میں وہ اثر حاصل ہو گیا تھا جو اس کے محقر وسائل کے تناسب سے بہت بڑھا ہوا تھا، اس کی آبادی فرانس یا آسٹریا کی ایک تہائی بھی نہیں تھی، اور اس کی دولت غالبًا جمہوریہ وینس سے زیادہ نہیں تھی۔ جو سلطنت آدمی اور روپیہ دونوں اعتبارات سے ایسی کم حیثیت ہو اس کا یورپ کے دول عظام میں سے ایک دولت ہونا صرف اسی وقت ممکن تھا جب تک کہ کوئی مستعد کار حکمراں اس پیچیدہ کل کی ہر ایک حرکت پر نظر رکھے جس نے فوج اور قوم دونوں کو حکمرانی کے طرز پر ڈھال دیا

تھا۔ فریڈرک نے اپنی رعایا کو قانون کا منصفانہ انتظام عطا کیا، اس نے انھیں پُر نفع حرفتیں سکھلائیں، اس نے تعلیم کو ان کے دروازے تک لیجانے کی کوشش کی[1] مگر اس نے یہ بھی چاہا کہ شہریوں کو یہ سمجھ لینا چاہیئے کہ وہ سب سے اول سلطنت کے خادم ہیں۔ ہر ایک پرشیاوی یا تو بذات خود عہدہ داروں کے وسیع دائرہ کے اندر کام کرتا تھا یا اس کی طرف اس نظر سے دیکھتا تھا گویا وہی وہ قدرت کاملہ ہے جس سے اس کے تمام افعال کی رہبری اور اس کے تمام ارادوں کی کفالت ہوتی تھی۔ فوج تناسبی اعتبار سے کسی دوسری سلطنت کے مقابلہ میں سہ چند زائد تھی مگر اتنی بڑی فوج کے ضروریات قیام کے لئے جو محصول لگایا جاتا تھا اسے فریڈرک کی جزرسی نے حیرت انگیز طور پر ہلکا بنا دیا تھا، فریڈرک کی زندگی میں اس کی رعایا تنباکو کے اجارے اور چارے گھاس کی بندش کے متعلق کتنا ہی کچھ گلہ شکوہ کیوں نہ کرتی رہی ہو مگر اس سے اتنا خطرہ نہیں تھا جتنا خطرہ اس امر کا تھا کہ جس قوم نے سیاسی عظمت صرف اس سخت گیر نظم ونسق کی اطاعت سے حاصل کی ہو، وہ اس وقت سیاسی بے بسی کے گرداب میں پھنس جائے گی جب اس کا وہ حکمراں باقی نہ رہے گا جس کے عزم صادق وفکر واثق کے بغیر یہ سارا نظم ایک قالب بے جاں ہو کر رہ جائیگا۔ انگلستان میں لوگ جس شے کو سیاسی زندگی کی روح رواں سمجھنے کے عادی ہو گئے ہیں پرشیا میں اس کا کہیں ذکر بھی نہیں تھا۔ وہ روح رواں سیاسی مقصد ورائے کا وہ مجموعہ عام ہے جو کسی نہ کسی حد تک تمام طبقات میں جاری وساری ہے، اور جس سے سلطنت کے ملازمین کی تائید بھی ہوتی ہے اور ان کے افعال کی جانچ

---

[1] بیڈرمان: "جرمانیہ اٹھارھویں صدی میں" (Deutschland im Acht zehnten Jahrhumdert) جلد چہارم صفحہ ۱۱۴۴

بھی ہوتی ہے۔ فریڈرک کی رعایا اپنے بادشاہ کی اطاعت کرتی اور اس پر اعتماد رکھتی تھی، ملازمانِ سرکاری کے زمرے سے شاید پانچسو آدمی بھی ایسے نہ رہے ہوں گے جن کی اپنی سیاسی رائے ہوتی۔ پرشیا میں قومی نیابت کا ظاہری وجود تک نہیں تھا، اور اگرچہ بعض صوبجاتی مجلسوں کا انعقاد ہوتا رہتا تھا مگر ان کا انعقاد اپنے ضلع کے حکامِ شاہی کے ہدایات کے قبول کرنے کے لئے ہوتا تھا اور بس۔ انتقادِ عام کے فقدانِ کلی کے ہوتے ہوئے، فریڈرک کی پیرانہ سالی۔ اس فوجی نظم کے لئے جس نے پرشیا کو دفعۃً اس عروج پر پہنچا دیا تھا، بجائے خود باعثِ خطرہ تھی[۱]۔ فریڈرک کے جانشین کا میلانِ طبع اس امر کے لئے کافی تھا کہ وہ پرشیا کی خارجی حکمتِ عملی کے تمام نظام کو بدل دے اور اپنے ملک کو آسٹریا کا حلیف بنا کر ایک وہمی (وبے ضرورت) جنگ میں پھنسا دے۔

فریڈرک ولیم دوم ۱۷۸۶

۱۷۸۶ء میں فریڈرک کے انتقال کے بعد تاج اس کے بھتیجے فریڈرک ولیم دوم کی طرف منتقل ہو گیا۔ فریڈرک ولیم تمام طرز کا ایک نمائش پسند و عیش پرست شخص تھا معاملاتِ عامہ سے دلچسپی ضرور تھی مگر کسی معین اصول پر کام کرنے کی قابلیت اس میں نہیں تھی۔ دربار کا گروہ بادشاہ پر قابو حاصل کرنے کے لئے ایک دوسرے کے خلاف سازشیں کرنے لگا اور جب ایک غیر مستقل جذبہ کے بجائے دوسرا غیر مستقل جذبہ پیدا ہوتا تو اسی کے موافق پرشیا کی حکمتِ عملی بھی ادھر ادھر گھوم جاتی۔ بادشاہ کی شخصی مستعد کاری پر جس ملک کا انحصار پرشیا کا اتنا نہ ہوتا وہاں فریڈرک ولیم کے نقائص، قابل وزرا کی وجہ سے رفع ہو جاتے، مگر پرشیا میں بادشاہ کی کمزوری سلطنت کے زوال کے مرادف تھی، قومی عظمت کی ساری عمارت شاہی طاقت کی

---

[۱] کارلائل، فریڈرک، جلد ششم صفحہ ۶۶۷

بنیاد پر قائم تھی، عمال سرکاری کو چھوڑ کر اس قوم کی کوئی سیاسی ہستی نہیں تھی اور عمال کی خوبی متعلق تھی سرگروہ (بادشاہ) کی خوبی پر۔ جب محل میں فریڈرک اعظم کی بے تکان محنت کے بجائے شان و نمائش اور سازشوں کا بازار گرم ہوا تو پھر صداقت، محنت، اور قطعیت کے وہ پرانے اوصاف جن پر پرشیاوی نظم و نسق کو فخر و ناز تھا، ہر جگہ خارج از بحث ہو گئے۔ پھر بھی دربار کی خفیف الحرکاتی قومی تنزل کا اتنا زوردار سبب نہیں تھی جتنا کہ پرشیاوی حکمت عملی کے اصول اولین کا ترک کر دینا اس کا باعث ہوا۔[۱] قوم میں اگر کوئی سیاسی جذبہ موجود تھا تو وہ آسٹریا کی مخالفت کا جذبہ تھا، شاہ اعظم کے تمام روایات کے ساتھ، فوج کی حب الوطنی بالکلیہ اسی جانب میں اٹھی۔ جب خاندان نارین اور جلاوطن فرانسیسی امرا کی ہمدردی میں فریڈرک ولیم (فروری ۱۷۹۲ء میں) آسٹریا کا حلیف بن گیا اور ایک ایسی قوم پر حملہ کرنے کے لئے جس نے اسے کوئی نقصان نہیں پہنچایا تھا، اس نے خود کو اپنے قدیمی دشمن کے آغوش میں دے دیا، تو پھر اس نے اپنے خدام میں ہر طرح کی پرجوش اطاعت کا خاتمہ کر دیا۔ پرشیاوی سپہ سالار اعظم برنسوک جس قدر انقلاب سے نفرت رکھتا تھا اسی قدر فرانسیسی جلاوطنوں سے بھی متنفر تھا، اور جو سپہ سالار کہ ابتداً جنگ کے متعلق برنسوک کی نفرت میں شریک نہیں تھے، پہلی شکست کے بعد آسٹریا کے ساتھ ان کی رقابت بھی عود کر آئی اور انھوں نے کوشش یہ کی کہ جس ساعت سے بھی یہ ممکن ہو کہ پرشیا بغیر ذلت کے جنگ سے دست کش ہو جائے، اسی ساعت جنگ کو ترک کر دیا جائے۔ خود وہی مباورت جس کے متعلق آسٹریا اس امر پر رضامند

[۱] ہاسر، جلد اول صفحہ ۱۹۷، "ہارڈنبرگ" (رینکے)، جلد اول صفحہ ۱۳۹، وان سبل، جلد اول صفحہ ۲۰۲۔

ہو گئی تھی کہ دربار برلن اس کے ذریعہ سے اپنا انعام حاصل کرے یعنی پولینڈ کے ایک حصہ پر قبضہ کرے، وہی اس اتحاد کے لئے مہلک ثابت ہوئی۔ ملکہ کیتھرائین اس بدقسمت ملک پر اس سے پہلے ہی دوسری مرتبہ ہاتھ ڈال چکی تھی۔ آسٹروی محالفہ کے مخالفین جو شاہ فریڈرک ولیم کے گرد وپیش جمع تھے، ان کے لئے یہ آسان تھا کہ وہ فرانس کے خلاف بے سود کوشش کا مقابلہ ان آسان وقطعی فواید سے کر کے دکھائیں، جو روس کے ساتھ شریک ہوکر ممالک پولینڈ کے الحاق سے حاصل ہوتا۔ ان دونوں میں سے کسی ایک مقصد کو زور کے ساتھ چلانے کے لئے یہ ضروری تھا کہ دوسرے مقصد کو ترک کر دیا جائے۔ پرشیا اتنی دولتمند نہ تھی کہ دریائے وسٹولا اور دریائے رائن دونوں پر فوجیں قائم رکھے اور اپنے حکمرانوں کے خیال میں وہ اتنی دولتمند بھی نہ تھی کہ اسے اپنے پاس عزت کا بہت زیادہ احساس ہو یا وہ اپنے حلیفوں کی بہت زیادہ وفادار رہے[1]

[1] خاندان آسٹریا سے تعلق اور موجودہ مہم دونوں بدستور بہت ہی غیر ہر دلعزیز ہیں۔ یہ علانیہ کہا جاتا ہے کہ نصف خزانہ بے مصرف طور پر ریکنباک میں خرچ کر دیا گیا، اور اب نصف ثانی اس موجودہ موقع پر خرچ ہو جائے گا اور بادشاہ سرحد دار برینڈنبرگ کی سابق سطح پر آجائے گا۔" اڈن از برلن ۱۹ ارجون ۱۷۹۲ء دفاتر پرشیا جلد ۱۵۱ = اس نے (ہولنڈ ارف) آسٹریا کے ساتھ محالفہ پر لعنت بھیجی اور معاملات فرانس میں اس وقت کی دخلدہی کو زیانکارانہ بتایا اور پولینڈ کی قسمت کا روس کو تنہا فیصلہ کن چھوڑ دینے پر ملامت کی کہ اس ملک کے نہایت ہی اہم مقاصد کے دون مرتبت ومخالف ہے لیکن اس نے یہ بھی کہا کہ یہ ملک اس پر ہرگز رضامند نہ ہوگا کہ پولینڈ میں کوئی اچھی حکومت قائم ہو جائے۔ کیونکہ تھوڑے ہی دنوں میں اس حکومت کو قطعی غلبہ حاصل ہو جائے گا اور یہ ایسی بات ہے کہ بغیر کسی شریفانہ

پرشیا کا معاشری نظم

پرشیا کے تنظیمات میں دو مخالف یک دگر نظم ایک دوسرے کے پہلو بہ پہلو موجود تھے، اور ان سے نہایت قوی صورت میں اس اجتماع ضدین کا اظہار ہوتا تھا جو اس سے کم درجہ میں براعظم کی بیشتر سلطنتوں میں موجود تھا۔ امرا کی سیاسی خود مختاری مدتوں سے پامال ہو چکی تھی، بادشاہ کی حکومت شہر اور دیہات کے نظم ونسق کی ہر ایک جزئیات کا انتظام وانصرام کرتی تھی لیکن سلطنت کے اتحاد واقتدار کے اس عقیدۂ جدیدہ کی پرزور ترقی کے باوجود اس کے ساتھ ہی ساتھ ایک ایسا معاشری نظم بھی قائم تھا جو ازمنۂ وسطیٰ کے بہتر دوروں کے بہ نسبت زیادہ صحیح طور پر اقیانوسی طرز کا تھا۔ پرشیا کے باشندے، امرا، اہالی شہر اور مزارعین کے تین طبقوں میں منقسم تھے، اور ہر ایک طبقہ اپنے معینہ مشاغل کے اندر محدود تھا اور اپنے طبقہ سے باہر عقد نہیں کرتا تھا۔ ملک کی زمین میں بھی یہی امتیاز قائم تھا۔ کسان کی زمین کسی شہری کے قبضہ میں نہیں آسکتی تھی۔ امرا جو بالعموم غریب شرفا سے زیادہ حیثیت نہ رکھتے تھے، ان کے لئے سلطنت کی خدمت کے سوا اور کوئی شغل حسب قانون نہیں تھا اور کسان جہاں آزاد تھے وہاں بھی اہل شہر کی حرفت نہیں اختیار کر سکتے تھے۔ لیکن دریائے البی کے مشرقی جانب کے ملک میں کسان زیادہ تر زمین کے ساتھ وابستہ تھے۔ امرا جنھیں اپنے ملک کی حکومت پر ادنیٰ اثر ڈالنے کا موقع بھی نہیں حاصل تھا انھیں اپنے علاقہ کے ساتھ اس علاقہ میں بسنے والوں پر عدالت اور پولیس کے اختیارات بھی وراثتہً حاصل ہو جاتے تھے۔ فریڈرک نے نیم غلامی کے طریقہ کو اس وجہ سے جاری رہنے دیا تھا کہ اس طرح اسے ہر ایک

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) بحث کے ہر ایک پرشیا وی یہی کہے گا" حسب بالا ، ار جولائی مسٹر کابڈن کے اس خطرے سے برلن میں کسی قدر استعجاب پیدا ہو گیا تھا کہ پولینڈ کی تقسیم عمدہ حکومت کی غرض سے عمل میں آئی تھی۔

علاقہ کے مالک کی صورت میں ایک کارگزار مل جاتا تھا جس سے وہ اپنا کام لے سکتا تھا۔ نظم و اطاعت اس کے اختیار کے منابع تھے اور اگر اس کی رعایا میں ایک طبقہ ایسا ہوتا جسے حکومت کی تربیت ملی ہوتی اور دوسرے کو اطاعت کی تو اس سے اس کے لئے بہت کچھ آسانی اس امر میں پیدا ہو جاتی کہ وہ اپنے ملک میں محنت کی وہ عادت پیدا کر دے جس کا وہ خواستگار تھا۔ اسی خیال سے فریڈرک نے اپنی فوج میں صرف امرا کے طبقہ سے افسر مقرر کئے تھے۔ وہ حکومت کرنے کی بنی بنائی عادت پہلے ہی سے اپنے ساتھ لائے تھے۔ جو کسان ان کے حکم سے ہل جوتتے اور کھیت کاٹتے تھے اُن سے یہ اندیشہ نہیں ہو سکتا تھا کہ وہ دشمن کے سامنے اُن کے حکم کی خلاف ورزی کریں گے۔ جب تک فریڈرک خرابیوں کے تحفظ کے لئے موجود تھا، اس وقت تک ممکن تھا کہ اس قسم کے نظم سے جلیل القدر نتائج پیدا ہوں لیکن فریڈرک کا گزرنا تھا کہ غلامی کی ذلت اور نسب کا تمرد باقی رہ گیا اور سب ہیچ ہو گیا۔ جب فرانس کی فوج نے (جس کی رہبری وہ لوگ کر رہے تھے جنھوں نے اپنے باپوں کے ساتھ کھیتوں میں کام کیا تھا)، شاہ پرشیا کا اس طرح پیچھا دبایا کہ اُس کے امرا خود کو حوالہ کرتے جاتے تھے اور شاہ اپنی مملکت کے مرکز سے دبتے دبتے آخری حد پر پہنچ گیا تو یہ ظاہر ہو گیا کہ اس نظم کی مستقل قدر و قیمت کیا تھی جو غربا کی طینت میں اس کے سوا کوئی اور قابلیت ہی نہیں مانتا تھا کہ وہ نسلاً بعد نسل اطاعت کرتے رہیں۔ فرانسیسی کسان جنھیں سلطنت لوٹتی تھی اور جاگیری مطالبات انھیں پریشان رکھتے تھے، وہ پرشیا کے نیم غلاموں کی سی کسی پابندی کو جانتے ہی نہ تھے، جو اس جگہ کو چھوڑ نہیں سکتا تھا جہاں وہ پیدا ہوا تھا۔ دونوں ملکوں کے کسانوں کی خودداری کا فرق اس سے ظاہر ہے کہ معمولی سپاہیوں کو مارنے کا رواج جو جرمانیہ میں عام طور پر شایع تھا، اور فریڈرک کے مداح اس پر عمل کر لیتے اور خود انھیں میں کے اچھے عہدہ دار اس

کی مذمت کرتے تھے، فرانس میں اسے نہایت مذموم سمجھا جاتا تھا۔

جرمانیہ کی چھوٹی سلطنتیں

جرمانیہ کی تمام دوسرے درجہ کی سلطنتوں میں حکومت کی شکل مطلق العنان شاہی کی تھی، تاہم ورٹمبرگ کی طرح جا بجا طبقات کی قدیم مجلس بھی باقی رہ گئی تھی اور ہینوور میں والی (یعنی شاہ جارج سوم) کی عدم موجودگی کی وجہ سے اختیار امرا کے ایک گروہ کے ہاتھ میں آ گیا تھا۔ جو اس کے نام سے حکومت کرتے تھے۔ نظم معاشرت کی بنا ہر جگہ طبقات کے اسی قسم کی شدید تقسیم پر تھی جیسی کہ پرشیا میں رائج تھی، کسانوں کی حالت یہ تھی کہ مکلنبرگ[1] وغیرہ میں تو وہ نیم غلامی کی حد کو پہنچے ہوئے تھے اور جنوبی اور مغربی سلطنتوں کے حصص میں انہیں نسبتہً آزادی حاصل تھی۔ حکمرانوں کے طبائع میں حکومت کے معاملے میں روشن خیالی اور خود غرضی کے اعتبار سے بڑا فرق تھا، مگر بہ حیثیت مجموعی گزشتہ برسوں میں حکومت کی حالت بہتری کی طرف مبدل ہو گئی تھی اور بالتخصیص پروٹسٹنٹ سلطنتوں میں قوم کی حالت کو بہتر بنانے کی کوشش میں کچھ کمی نہیں تھی۔ درحقیقت فریڈرک اعظم نے جرمانیہ میں بادشاہی کے لئے ایک نیا معیار پیدا

---

[1] مکلنبرگ کی حالت کو اسٹین نے اپنے ۱۸۰۲ء کے سفر کے دوران میں ایک خط میں اس طرح بیان کیا ہے: ...میں نے اس ملک کی حالت کو ایسا ہی بے کیف پایا جیسا اس ملک کا کہر آلود شمالی آسمان ہے۔ بڑے بڑے علاقے ہیں جن میں سے بیشتر چراگاہ یا پرتی زمین ہیں آبادی بھی بہت ہی قلیل ہے، تمام مزدوری پیشہ طبقہ نیم غلامی کے بوجھ سے دبا ہوا ہے۔ زمین کے ٹکڑے ناقص التعمیر دہقانی کسانوں کے ساتھ شامل ہیں جو بالکل یکہ و تنہا ہیں مختصر یہ کہ ایک طرح کا سکوت و جمود تمام ملک پر طاری ہے، زندگی اور سرگرمی کا ایسا فقدان ہے کہ میری طبیعت بالکل افسردہ ہو گئی۔ مکلنبرگ کے دیرہ کا مکان مجھے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ کسی وحشی جانور کا پیٹ ہے جو اپنے اردگرد کی تمام چیزوں کو خود برد کر کے الٹا اپنے کو قبر کی خاموشی سے گھیرے رہتا ہے یہ امیر اپنے کسانوں کی حالت کو ترقی دینے کے بجائے ان کے اوپر ایک طرح کا بوجھ،

پیدا کر دیا تھا۔ چالیس برس قبل ورسیلز شاہی کا نمونۂ کمال تھا، بے فکرانہ جلالت وشوکت اور بادشاہ کے شخصی عیش وعشرت کی شان وبہجت نے جرمانی حکمرانوں میں ان کی پستی کا احساس پیدا کر دیا تھا اور انھوں نے تابمقدور اس کی نقل کی کوشش کی تھی۔ بادشاہ ہونے کے معنی یہ تھے کہ بیگھوں زمین پر شاہی عمارتیں بن جائیں، اوباش عورتوں اور شہدوں کا ایک غول جمع کر لیا جائے اور ملک کے محاصل بیدریغ ان پر نثار کئے جائیں، فنون لطیفہ کی سرپرستی کی جائے۔ قدیم مصوری کے استادانہ کام (جن سے ڈریسڈن کے اوراق کی زینت ہے) اسی ذوق وشوق سے جمع کئے جائیں جس شوق سے ان قیمتی چیزوں کا انبار جمع کیا جائے جن کی دلچسپی نقد کے ان صندوقوں سے زیادہ ہو جو ان کی قیمت میں ادا کئے جائیں۔

کلیسائی سلطنتیں

کلیسائی سلطنتیں جن کی سرگروہ مینز، ٹریوز اور کولون کی امارتیں تھیں، ان کی خالص مسیحی یا روحانی نوعیت کا ادعا مدت سے ضایع ہو چکا تھا، حکمران اساقفہ اور مقتدایان مذہبی جو کسی دوسرے صوبہ کے امرا ہوا کرتے تھے، اپنے زمانہ کی عام رنگینی کی شان میں زندگی بسر کرتے تھے اور یہ سب کچھ اس سرزمین کے صرف سے ہوتا تھا، جس کے متعلق انھیں کوئی غرض اپنی زندگی سے زائد نہیں ہوتی تھی۔ امرائے کلیسا اور چھوٹے درجہ کے دنیاوی حکمرانوں کی اقامت گاہوں کا فرق صرف یہ تھا کہ اول الذکر میں راہب گرجوں کے اندر صف آرائی کرتے تھے اور ثانی الذکر میں سپاہی میدان قواعد میں مشق سپہ گری کرتے تھے اور نازنین پریوں کی وجہ سے جو مجردین کے درباروں پر برابر جلوہ فگن ہوتی رہتی تھیں غیر متاہل زندگی کا ادعا بھی کچھ یوں ہی سا تھا، لیکن کنار رائن اور کنار ڈینیوب پر بھی پرشیا کے شاہ اعظم کا اثر محسوس ہونے لگا تھا، فریڈرک کی شدید اور دوررس محنت پژوہی ہر اس ادنیٰ فرمانروا کے بس کی بات

نہیں تھی جو اس کے نتائج پر حسد کرتا ہو مگر اس زمانے کے بہتر انداز کا اثر بعض کلیسائی حکمرانوں کے تحت میں اس صورت سے ظاہر ہونے لگا تھا کہ مدارس کی ہمت افزائی، سڑکوں کی درستی و ترقی اور درباری اخراجات کی تخفیف عمل میں آرہی تھی ـــ وہ عمیق الاصل اخلاقی غرض جو صدیوں کی قسیسانہ حکومت کا نتیجہ تھی، وہ اس آسانی سے زائل نہیں ہوسکتی تھی۔ جن اقطاع ملک میں فطرت انسان کی محنت کا انعام نہایت فیاضی کے ساتھ عطا کرتی تھی وہاں آبادی کے ہر سو آدمی میں چوبیس آدمی، راہب، راہبہ یا گداگر تھے۔

ادنیٰ درجہ کی سلطنت، آزاد شہر، نائٹ،

دو سو چھوٹی چھوٹی امارتیں تھیں۔ جن میں گیٹی کا وطن ویمر نہایت تابناک طور پر شاہانہ دستور عمل اور خود کامی کی سطح سے بلند نظر آتا تھا، پچاس شہنشاہی شہر تھے جن میں سے اکثر شہروں میں کسی زمانہ کی مدنی زندگی کی پرزور تنظیم گھٹتے گھٹتے انگلستان کے بوسیدہ قصبات کے طرز پر آگئی تھی، اور پھر بھی جرمانیہ کی تفرق و تقسیم کا خاتمہ انھیں شہروں پر نہیں ہوگیا تھا، (ان کے علاوہ) شہنشاہی کے کئی سو نائٹ تھے جو شہنشاہ کے سوا اور کسی کی اطاعت کے پابند نہ تھے اور ہر ایک اپنے حدود کے اندر (باستثناء حق جنگ و معاہدات) فرمانروائی کے تمام حقوق عمل میں لاتا تھا، اور ان لوگوں کی قلمرو میں تین سو سے چار سو تک آدمیوں کا اوسط ہوتا تھا۔ جن اضلاع میں یہ طبقہ باقی رہ گیا تھا وہ جنوب مغربی جرمانیہ کے کیتھولک سلطنتوں میں پھیلے ہوئے تھے، اور وہاں یہ نائٹ آپس کے اتحادات اور شہنشاہ کی تائید سے (جسے وہ نقد رقوم دیا کرتے تھے) اپنے امتیاز خاص کو قائم کئے ہوئے تھے، ایسی مثالیں بھی تھیں جن میں فرمانروا اور زمیندار کے ان حقوق سے اچھا کام لیا جاتا تھا، مگر نائٹوں کی زمین بالعموم ایسی غربت و ذلت کا منظر پیش کرتی تھی کہ مسافر جب اس زمین میں داخل ہوتا تھا تو اسے اس امر کے بتانے کے لئے

کسی رہبر کی ضرورت نہیں ہوتی تھی۔ ان زینوں کے تباہ حال ٹکڑے، آمدورفت کی ان شاہراہوں میں خلل انداز رہتے تھے جو دریائے رائن اور جرمانیہ بعیدہ کے درمیان جاری تھیں۔ ان زینوں کے ذلیل مکانات گردونواح کے تمام جرائم پیشہ اور اوباش لوگوں کے مامن تھے۔ وجہ یہ تھی کہ نائٹ اکے محصلوں کے سوا اور کسی قسم کی کوئی پولیس نہیں تھی اور عدل گستری جو کچھ تھی وہ اس قانون پیشہ شخص کی تھی جسے نائٹ قریب ترین شہر سے لے آتا تھا۔ لیکن یہ نقصان صرف انہیں لوگوں کے سر نہیں تھا جن پر اس طرح حکومت ہوتی تھی، خود نائٹ خواہ وہ اس شہنشاہی کے سایہ کا کسی قدر روایتی احترام بھی مدنظر رکھتا ہو مگر اس کی بھی حالت یہ تھی کہ وہ ایک ایسا شخص ہوتا تھا جس کا تعلق کسی واقعی ملک سے نہ ہو، اس کے لڑکوں کی اگر یہ خواہش ہوتی کہ وہ اپنے خاندانی علاقہ کے گزارہ دار ہونے سے زائد کچھ کام کریں تو وہ صرف یہی کر سکتے تھے کہ کسی نہ کسی بڑے دربار میں کوئی خدمت حاصل کرلیں اور خود کو اس زمین کے اغراض سے متحد کردیں جہاں وہ بہ حیثیت اجنبی کے داخل ہوئے ہوں۔

جس وقت فرانسیسی انقلاب کی جدید و غیر معروف قوتوں سے جرمانیہ کا تصادم ہوا ہے، اس وقت اس کی حالت کا مختصر خاکہ وہ تھا جو اوپر بیان ہوا۔ چھوٹی چھوٹی سلطنتوں کا وہ نظم جس نے زمانہ گذشتہ میں یونان و اطالیہ کے اندر قوت عمل اور ذہانت کے بہترین نمونے پیدا کئے تھے، اس نظم کا نتیجہ جرمانیہ میں یہ ہوا تھا کہ تمام زوردار زندگی کا خاتمہ ہو گیا تھا اور کاہلی، و نائت و تخریب کو ہر طرح کا فوق و غلبہ حاصل ہو گیا تھا۔ اگر انتشار، جوش عام کا انحطاط اور کسی قومی تخیل کا فقدان آنے والے زوال کے علامات تھے تو (اس وقت کی) جرمانیہ غیر ملکی فتح کے لئے بالکل تیار تھی۔

شہنشاہی کی متروک و ویران عمارت. صرف توازن طاقت کی یورپی روایت کے سہارے پر قائم تھی یا اس وجہ سے ٹھہری رہ گئی تھی کہ باہر سے کوئی اس پر حملہ کرنے والا نہیں تھا، آسٹریا ایک مرتبہ بے قابو ہو جاتی تو شہنشاہی کے ازخود پرخچے اڑ جاتے۔ اور پھر سوال یہ ہے کہ جرمانیہ کی قوم یا اس کے حکمرانوں میں وہ کون سے عناصر تھے جن سے شہنشاہی کے کسی بہتر شکل میں دوبارہ جنم لینے کی امید ہوتی۔

باب دوم

فرانسیسی اور آسٹری فوجیں فلینڈرز کی سرحد پر پرشیا کا جنگ میں داخل ہونا۔ برنسوک کا فرانس پر حملہ آور ہونا۔ برنسوک کا اعلان پیرس میں دسویں اگست کی شورش۔ ستمبر کے قتلہائے عام۔ جنگ کی نوعیت۔ برنسوک کا والمی میں روکا جانا، اسکی بازگشت فرانس کے لئے جنگ کا بمنزلہٗ جہاد کے ہو جانا فرانس کے ہمسائیگان کسٹائن کا مینز میں داخل ہونا۔ ڈوموریا کا آسٹروی نیدرلینڈ کا فتح کرنا۔ نائیس و سیوائے کا الحاق۔ مجلس عارضی کا فیصلہ تمام حکومتوں کے خلاف۔ لوئیس شانزدہم کا قتل۔ انگلستان سے اور اس کے بعد بحر متوسط کی سلطنتوں سے جنگ۔ انگلستان کی حالت۔ انگلستان کے فریق اور ان پر انقلاب کا اثر، فریق جرانڈو فریق ماؤنٹین آسٹریا کا نیدرلینڈ کو واپس لے لینا مخالفین کا فرانس پر حملہ کرنا۔ لاونڈی ۱۷۹۳ء کا انقلابی نظم مخالفین کی غلطیاں۔ جدید سپہ سالاران فرانسیسی و فوج عمومی۔ ژوردان اوش، اور پشگرو کے فتوحات، پرشیا کا جنگ سے کنارہ کش ہو جانا۔

معاہدات پولینڈ۔ آسٹریا کا نذرلینڈ کو چھوڑ دینا
معاہدات باسل۔ فرانس ۱۷۹۵ء میں نظامت۔ ۱۷۹۵ء تک
یورپ کے طبائع پر انقلاب کا اثر۔

سرحد فلینڈرز پر جنگ، اپریل ۱۷۹۲ء

فرانس و آسٹریا کے درمیان جنگ کا آغاز اپریل ۱۷۹۲ء میں فلینڈرز کی سرحد پر ہوا ابتدائی معرکے فرانسیسی سپاہیوں کے لئے باعث ننگ ثابت ہوئے کیونکہ انھوں نے نہ صرف راہ فرار اختیار کی بلکہ اپنے ایک سپہ سالار کو بھی مار ڈالا۔ ان نقصانات کے گوشزد ہونے سے قوم میں بددلی پیدا ہوئی اور جب ہفتے اور مہینے گزر گئے اور فوجیں سرحد پر بے کار پڑی رہیں اور دشمن سے مقابلہ بھی ہوا تو خفیف معرکوں میں جن سے دونوں فریق اپنی اپنی جگہ پر جمے رہے، تو پھر دربار کے خلاف قوم کا خاموشانہ غصہ اور سخت ہو گیا۔ اگر انقلاب کے اس نازک موقع پر جب کہ فرانس کی ہر طرح کی حب الوطنی، ہر طرح کی شجاعت و بسالت، ہر طرح کی فوجی ذہانت و طباعی، خدمت ملک کے لئے مضطرب و بیچین تھی، حکومت نے جنگ کو اس طرح چلایا کہ اس کے نتائج منطقی قواعد سے زیادہ نمایاں نہ نظر آتے ہوں تو پھر یہ بغایت اغلب تھا کہ دربار کی جانب سے غداری کا خیال دلوں میں پیدا ہو جائے۔ ملک کے اندرونی مشکلات بڑھتے جا رہے تھے مجلس یہ عزم کر چکی تھی کہ ان پادریوں کو فرانس سے نکال دے جنھوں نے جدید کلیسائی نظم کو مسترد کر دیا تھا اور بادشاہ نے اپنی طرف سے ان کے فیصلے کو محو اکر دیا تھا۔ اس نے پیرس کے قرب میں رضاکاروں کے معسکر قائم کرنے کی اجازت دینے سے بھی انکار کر دیا تھا۔ اس نے اس عمومی وزارت کو بھی برطرف کر دیا تھا جسے فریق جرانڈ نے بزور مسلط کر دیا تھا۔ ۲۰ جون کے ایک غوغے سے (جبکہ انبوہ عوام بزور ٹیولیرز میں گھس گیا تھا) یہ واضح ہو گیا تھا کہ

اگر لوئیس قوم کے مطالبات کی یوں ہی مخالفت کرتا رہا تو بادشاہی پر آیندہ جو حملہ ہونے والا ہے اس کی نوعیت کیا ہو گی، مگر بادشاہ نے اس سے کچھ سبق نہ لیا۔

لوئیس جس طرح کلیسائی احکام کے متعلق اپنے دل کو تسلی نہیں دے سکتا تھا اسی طرح اس میں یہ قابلیت بھی کم تھی کہ وہ مسلح ہو کر عوام سے آمادہ پیکار ہو جاتا، اور جس وقت کہ غیر ملکی حملہ نے تمام فرانس میں انقلابی جوش کو دوبالا کر دیا تھا، اس وقت وہ ایک طرح کی منتقمانہ سہل انگاری کا مطمح بن گیا تھا۔ پرشیا نے فروری کے ایک معاہدے کے متابعت میں اپنی فوجیں آسٹریا کی فوجوں کے ساتھ ملا دی تھیں۔ فریڈرک کی آنکھیں دیکھے ہوئے سپہ سالاروں میں سے جو سپہ سالار اب باقی رہ گئے تھے، ان میں سے بہترین سپہ سالار ڈیوک برنسوک کے تحت میں چالیس ہزار پرشیاوی فوج دریائے موسیل کے برابر برابر آگے بڑھی۔ بلجیم اور بالائے رائن سے دو آسٹروی فوجیں خط جنگ پر دو جانب سے بڑھیں اور جلا وطن امرا کو مخالفین کی فوجوں میں مناسب جگہیں دی گئیں۔

پرشیاوی فوج کا فرانس پر حملہ آور ہونا۔ جولائی ۱۷۹۲ء اعلان

۲۵ جولائی کو ڈیوک برنسوک نے شہنشاہ اور شاہ پرشیا کے نام سے فرانسیسی قوم کے نام ایک اعلان شائع کیا، اور اس وقت کے بعد سے معاملہ عمومی کے دامن پر جن ستمگاریوں کا دھبہ لگا ہوا ہے ان کے دیکھتے ہوئے اس اعلان کی شکایت کی کوئی وجہ باقی نہ رہتی مگر ہے یہ کہ سخت الفاظ اور سخت افعال میں فرق ہے۔ اس اعلان میں یہ ظاہر کرنے کے بعد کہ مخالفین لوئیس کو قید سے آزادی دلانے کے لئے فرانس کے اندر داخل ہوئے ہیں اور قومی دستہ محافظ کے جو ارکان حملہ آوروں کے خلاف جنگ کریں گے انھیں اپنے بادشاہ کے خلاف بغاوت

کرنے والوں کی حیثیت سے سزا دی جائے گی۔ فرمانروایان پرشیا و آسٹریا نے شہر پیرس اور فرانسیسی قوم کے نمایندگان کو خطاب کرکے یہ کہا تھا کہ شہر پیرس اور اس کے باشندوں کو متنبہ کردیا جاتا ہے کہ وہ بلا تاخیر اپنے بادشاہ کے مطیع ہوجائیں اسے بالکل آزادی دیدیں اور قانون فطرت اور قانون اقوام کے مطابق رعایا پر اپنے فرمانروا کے لئے جو ناقابل شکست حرمت و وقعت عاید ہوتی ہے اسے شاہ مذکور اور جملہ شاہی خاندان کے ساتھ ملحوظ رکھیں۔ شہنشاہ آسٹریا اور شاہ پرشیا مجلس قومی، بلدیہ اور پیرس کے قومی دستہ محافظ کو تمام واقعات کے لئے فوجی عدالتوں کے سامنے ذمہ دار قرار دیں گے اور بغیر کسی امید رحم کے ان کے سر قلم ہونگے۔ اس کے سوا شاہان مذکور یہ بھی اعلان کرتے ہیں کہ اگر ٹیولرز پر بزور قبضہ کیا گیا، یا اس کی کسی طرح بے حرمتی کی گئی یا بادشاہ، ملکہ یا شاہی خاندان کے ساتھ ادنی نہ یادتی بھی روا رکھی گئی اور فوراً ہی ان کی حفاظت و آزادی کا انتظام نہ کردیا گیا تو وہ ایسا انتقام لیں گے کہ یہ انتقام زمانہ میں یادگار رہ جائے گا، شہر پیرس کامل قتل و غارت کے لئے فوج کے حوالے کردیا جائیگا اور جو باغی مذکورہ بالا جرائم کے ملزم ہوں گے انھیں وہ سزا دیجائیگی جس کے وہ مستحق ہوں گے[۱]

لوئیس کی قسمت کا فیصلہ کرنے کے لئے اس مبارزت نامہ کی ضرورت نہ تھی۔ انقلاب کے ابتدائی ایام میں بیسٹائل کے قبضہ کے وقت سے قومی حکومت دارالصدر کے عوام کے مقابلہ میں بہت، مشکلوں سے اپنے کو سنبھالے ہوئے تھی، اور اس کے قبل ہی کہ غیر ملکی پیرس کو آگ اور تلوار کا خوف دلاتے پیرس

[۱] ۔ بیوشے اور رو جلد شانزدہم صفحہ ۹ ۲۷۔ اس اعلان کا ایک اصلی نسخہ جو برطانی سفیر کو دیا گیا تھا وہ لندن کے دفاتر میں موجود ہے۔ پرشیا جلد ۱۵۱۔

نے یہ سیکھ لیا تھا کہ اسی کو فرانس کی مرضی کا آئینہ سمجھنا چاہیئے۔ جب برنسوک کی فوج قطار در قطار شمال مشرقی سرحد سے پار ہو کر آگے بڑھی، اسی وقت میں ڈینٹن اور شہری عمومیت کے دوسرے سرگروہوں نے اپنے غریبوں اور دل چلوں کی فوج کو اس شاہی کا تختہ الٹ دینے کے لئے آگے بڑھایا جس کے معاملہ کو حملہ آوروں نے اپنا معاملہ بنا لیا تھا۔ وہ جمہوریت جو اتنے دنوں تک فریق جرانڈ کے خیالوں میں چکر لگا رہی تھی، پیرس کے عوام نے اسے توپوں کی گرج اور سنگینیوں کی چمک کے اندر ایک دن میں حاصل کر لیا۔

شورش ۱۰؍ اگست ۱۷۹۲ء

دسویں اگست کو ڈینٹن نے مسلح انبوہ عوام کو ٹیولیرز کیطرف بڑھا دیا۔ لوئس نے محل کو چھوڑ دیا اور محافظین کو کوئی حکم اس باب میں نہ دیا کہ وہ لڑیں یا ہٹ جائیں مگر محافظین اس امر سے آگاہ نہ تھے کہ ان کے آقا کی خواہش تھی کہ وہ کسی قسم کی مقاومت نہ کریں اور قبل اسکے کہ فوج کے پاس محل کے چھوڑ دینے کا حکم پہنچے عوام میں سے ایک سو سات آدمی نشانہ تفنگ ہو چکے تھے۔ قوم کی فتح کے بعد جو مظالم ہوئے ان سے یہ واضح ہو گیا کہ حملہ آور جنکی حفاظت کیلئے آئے تھے انکی قسمت میں کیا لکھا تھا۔ انقلاب کی وجہ سے فرانس میں جو شدید تغیرات پیدا ہو گئے تھے انکے پلٹ دینے میں غیر ملکی دربار کوئی شدید کوشش کرتے یا نہ کرتے۔ یہ امر معرض شک میں ہے مگر یہ کسی کا بھی گمان نہیں تھا کہ وہ ہزاروں تارک وطن امرا جو برنسوک کی توپوں کے عقب میں واپس آ گئے تھے وہ اس غرض سے واپس آئے تھے کہ نئی معاشری ترتیب میں پر امن طور پر اپنی جگہ پر آ جائیں جس طرح قوم کا خیال تھا اسی طرح انھوں نے بھی اپنے تصور میں یہ سمجھ رکھا تھا کہ وہ آگ اور تلوار لئے ہوئے اس غرض سے واپس آئے ہیں کہ جن حقوق سے انھیں محروم کر دیا گیا ہے ان پر دوبارہ قابض ہو جائیں اور جو لوگ کہ ۱۷۸۹ء کے بعد سے فرانس کے تغیرات کے ذمہ دار ہیں ان سے انتقام لیں[1]

---

[1] - لارڈ ایلجن جو برسلز میں ایلچی تھا اور سر جے۔ مرے جو برنسوک کی فوج کے (بر صفحہ آئندہ)

ایک ایسے اضطراب کے عالم میں جو واقعی فوجی حالت کے اعتبار سے
(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) ساتھ انگریزی اثاثی تھا)، انھوں نے ان تارکان وطن کے جو حالات انگلستان کو روانہ کیے تھے وہ بہت سبق آموز ہیں (۔۔۔ ماقلینٹرز جلد ۲۲۱): "وہ شہزادگان فرانس کے ماتحت فوج کے اعمال و اطوار کی عام مذمت ہو رہی ہے۔ ان کی ظاہری حالت، لباس، خدام، اور طیاریوں کے اعتبار سے مضحکہ انگیز ہے۔ اگرچہ یہ ایک خفیف سی بات ہے مگر مثالاً اُس کا ذکر کرتا ہوں کہ ایک گاڑی کے اوپر یہ لکھا تھا کہ "سنگار کا سامان" لیکن انتقام کا جذبہ جوان میں ہر محل و موقع پر نظر آتا ہے وہ نہایت ہی شدید ہے۔ جہاں کہیں بھی ان کا گزر ہوا ہے، انھوں نے ظالمانہ افعال کیئے ہیں"، اور جن لوگوں پر پرشیا دی سپہ سالار نے ان کے مجرم ہونے کے باوجود ہاتھ نہیں ڈالا تھا، انھیں ان امرا نے جلا وطنی کی اور دوسری سخت سزائیں دی ہیں۔ یہ کارروائی اس حد کو پہنچ گئی ہے کہ وردُن کے سپہ سالار نے کسی فرانسیسی (جلاوطن) کو بغیر اجازت کے قصبہ میں رات گزارنے کی اجازت نہ دی"۔ ۲۱ ستمبر۔ اس مہم کی ناکامی کے بعد انجن ان جلا وطنوں کے بارے میں یوں لکھتا ہے کہ: "انھوں نے ہر جگہ ان مظالم میں اضافہ کر دیا جن کے لئے متعدد سواروں کو سزائے موت دی گئی۔ ڈیوک برنسوک نے اپنے اعلان میں جس انتظام کی دھمکی دی تھی اسے انھوں نے انتہا کو پہنچا دیا۔ جہاں سے ان پر ایک گولی بھی چلی وہاں پورے پورے دیہاتوں کو جلا دیا، اور دوسری طرف خودداری، نقص فرماں برداری اور شخصی بے دقعتی کی وجہ سے متحدہ فوجوں کی نظروں میں اپنے کو حقیر بنا دیا ہے۔ ۶ اکتوبر۔ ۱۷۹۶ء تک جلاوطن لوئس ہینرڈ ہم نے اپنے اس ارادے کا اعلان کیا کہ وہ امیروں اور پادریوں کے "ملک و حق" (یعنی عشر و مواجبات جاگیری وغیرہ) کو بحال کر دے گا۔ ملاحظہ ہو پشگرو کا خط مورخہ ۲۴ مئی ۱۷۹۶ء (لوئس ہینرڈ ہم کے غیر شائع شدہ مسودات صفحہ ۴۶۴۔

بیجا نہ تھا، ڈینٹن نے قوم کو اپنی ہی سی پرجوش جرأت و استقامت سے مشتعل کر دیا لیکن بد قسمتی سے اس نے کامیاب قومی مدافعت کے لئے اسے بھی ضروری سمجھا کہ پیرس کے رجعت پسند فریق پیرس میں قتل عام کو ایک ہولناک مثال کے بے حس و حرکت ۲ ستمبر تا کر دینا چاہئے۔ قید خانے ان لوگوں سے بھر دئے گئے جن پر غیر قومی معاملہ کی مخالفت کا شبہ تھا، اور ستمبر کے ابتدائی ایام میں ان بدقسمتوں میں سے کئی سو شخصوں کا قتل عام کر دیا گیا۔ یہ قتل عام قاتلوں کے ایک غول کے ذریعہ سے ہوا جسے بلدیہ کی ایک مجلس اس کام کا معاوضہ دیتی تھی۔ ڈینٹن نے اس فعل کے متعلق اپنی پسندیدگی کے اظہار کو پوشیدہ نہیں رکھا۔ اس نے اپنے دل میں یہ عزم کر لیا تھا کہ انقلاب کا کام صرف اسی طرح سے بچ سکتا ہے کہ انقلاب کے دشمنوں کے دلوں پر خوف و دہشت طاری ہو جائے، اور حامیان شاہی کو حملہ آوروں کے ساتھ اتحاد عمل سے روک دیا جائے مگر ۱۷۹۲ء کے جھنڈوں کے نیچے جو لوگ گروہ در گروہ جمع ہوئے تھے ان میں ڈینٹن کی سی حب الوطنی تو تھی مگر وہ اس کے جرائم کے دھبے سے پاک وصاف تھے۔ ابتدائے کار کے لحاظ سے صحیح ہو یا غلط مگر اس میں کوئی کلام نہیں کہ اب یہ جنگ فرانس کے لئے جائز و درست جنگ تھی۔ یہ جنگ ایک ایسے ذی امتیاز طبقہ کی خلاف تھی جس نے بزور اپنے ان نار وا التفوق کو واپس لینا چاہا تھا جنھیں وہ قائم نہ رکھ سکا تھا، یہ جنگ غیر ملکیوں کے خلاف قوم کے اس حق کی مدافعت میں تھی، کہ اسے خود اپنی حکومت سے ہر طرح کا برتاؤ کرنے کا اختیار ہے۔ مذہبی جنگہائے عظیم کے بعد سے کوئی معاملہ ایسا نہیں پیش آیا تھا جس نے لوگوں کے دلوں میں جو اس کے لئے لڑ رہے تھے اس طرح جڑ پکڑ لی ہو اور ان کی جانوں سے اس طرح پیوست ہو گیا ہو جیسے کہ یہ معاملہ تھا۔

ہر ایک سپاہی جو ۱۷۹۲ء میں فرانس کی فوجوں میں شامل ہوا وہ اپنی آزادانہ مرضی سے شامل ہوا۔ کسی عام فوجی خدمت نے کسانوں کو کشاں کشاں محاذ جنگ پر نہیں پہنچایا تھا۔ لوگوں نے اپنے گھروں کو اس غرض سے چھوڑا تھا کہ غریب آدمیوں کی محنت کا ثمر خود ان کے لئے ہو، فرانس کے بچوں کا پیدائشی حق محض زیر بار جبر ستانی وغربت سے کچھ زیادہ ہو، اور حق انسانی کا جو احساس حال ہی میں حاصل ہوا ہے وہ امتیاز وذات کی ہتیاروں کے ذریعے سے دنیا سے ناپدید نہو جائے یہ زمانہ بہت بلند عمل امید اور فیاضانہ ودلگیر ایثار کا زمانہ تھا۔ یہ وہ زمانہ تھا کہ جن لوگوں نے اپنی عینی شہادت سے اس پر رائے قائم کی ہے ان پر اس کا عمیق و ناقابل محو اثر پڑا۔ برسوں بعد شاعر ورڈسورتھ (جو اس وقت فرانس سے برگشتہ اور حریت کے معاملہ میں سرد دل ہوگیا تھا) جب ۱۷۹۲ء کے واقعات کو یاد کرتا تھا تو آبدیدہ ہو جاتا تھا۔[1]

برنسوک کا والمی میں روک دیا جانا۔ ۲۰ ستمبر

فرانس کی مدافعت کا انحصار سپہ سالار ڈوموریا پر تھا، لانگوی اور وردن کے قلعے جو میوز کے راستہ پر حاوی تھے بہت ہی مختصر مقاومت کے بعد سر ہو گئے تھے۔ برنسوک کے پہنچ جانے کے قبل جو فوج جمع کی جا سکتی تھی وہ اتنی کم تھی کہ اس فوج کو لے کر کھلے میدان میں مقابلہ نہیں ہو سکتا تھا فرانس کی خوش قسمتی تھی کہ پرشیادی سپہ سالار کی سست قدمی کی وجہ سے ڈوموریا کو ارگون کے دشوار گزار ملک میں قدم جما لینے کا موقع مل گیا۔ اور یہاں وہ اس قابل ہوگیا کہ کمک کے انتظار میں کچھ دیر کے لئے حملہ آوروں کو روکے رکھے۔ آخر الامر برنسوک اس تنگ راستہ سے ہو کر آگے بڑھا جسے ڈوموریا نے اپنے پہلے خط مدافعت کے طور پر منتخب کیا تھا، اور یہاں اس

[1] ورڈسورتھ، مقدمہ، کتاب نہم۔

نے یہ دیکھا کہ فرانسیسی اس کے بازو پر اس استحکام سے جمے ہوئے ہیں کہ اگر وہ کچھ بھی آگے بڑھا تو خود اس کی فوج خطرے میں پڑ جائے گی اگر پیش قدمی کا جاری رکھنا منظور تھا تو ڈوموریا کو اس جگہ سے ہٹانا ضروری تھا۔ لہذا ۲۰ ستمبر کو برنسوک نے اپنے توپخانہ کا رخ والمی کی پہاڑیوں کی طرف پھیر دیا جہاں فرانسیسی سپہ خیمہ زن تھا۔ گولہ باری چند گھنٹوں تک جاری رہی مگر اس کے بعد کوئی عام حملہ نہیں ہوا۔ برنسوک کی آتشباری کے اندر فرانسیسیوں کی استقامت نے یہ صاف ظاہر کر دیا کہ وہ بغیر شدید معرکہ آرائی کے جگہ سے ہٹنے والے نہیں ہیں۔ فتح سے ناامید ہو کر شاہ پرشیا ڈوموریا کی فرستادہ تجاویز صلح کے سننے پر مائل ہو گیا [1] گفت و شنید میں جو ایک ہفتہ کا وقت صرف ہوا اس کا حاصل صرف یہ تھا کہ فرانسیسی اور مستحکم ہو گئے اور جرمانی لشکر گاہ کے اندر گرانی، بیماری اور بڑھ گئی۔ پرشیاوی اور آسٹروی سپہ سالاروں کے درمیان مناقشات برپا ہو گئے، بازگشت کا حکم دے دیا گیا، اور یورپ نے حیرت سے دیکھا کہ برنسوک کی آزمودہ کار فوجیں انقلاب کے غدر انگیز سپاہیوں اور غیر معروف سپہ سالاروں کے سامنے سے ہٹ گئیں، اور ان میں اتنی قوت بھی نہ رہی کہ فرانس کے تخلیہ اور اپنے قبضہ کردہ قلعوں کی حوالگی میں، ایک ماہ کی بھی تاخیر کر سکتیں۔

مجلس عارضی کا انعقاد، جمہوریت کا اعلان ۲۱ ستمبر ۱۷۹۲ء

اسی اثنا میں دسویں اگست کو شاہی کا تختہ الٹ جانے کی وجہ سے، جمیعت تشریعی نے خود اپنی

---

[1] یہ مراسلت، رانکے کی تصنیف بدو آغاز (Urspreengund Beginn) صفحہ ۱۷۳، میں موجود ہے۔ پرشیاوی لشکر گاہ میں قحط کا یہ حال تھا کہ ڈوموریا نے شاہ پرشیا کے لئے بارہ روٹیاں، بارہ پونڈ کافی، اور بارہ پونڈ شکر بھیجی تھی۔ اس صلح کا سرکاری بیان برلنش زیٹنگ "ر، کو ۱۱ر اکتوبر ۱۷۹۲ء کی اشاعت میں ہے۔

برطرفی کا فیصلہ صادر کر دیا اور یہ حکم دے دیا تھا کہ فرانس کے نظام سلطنت کے مرتب کرنے کے لئے نمایندگان کا انتخاب کیا جائے۔ انتخابات حملہ کے نازک زمانہ میں عمل میں آئے جب کہ غیر ملکیوں کے ساتھ امرا کے اتحاد کے خلاف قومی غیظ و غضب انتہائی حد کو پہنچا ہوا تھا، اور بعض اضلاع میں تو یہ انتخابات خود ان لوگوں کے زیر اثر ہوئے جنھوں نے قید خانوں کے اندر قتل عام کے حکم دینے میں بھی باک نہیں کی تھی۔ فریق جراند جو مجلس قومی کے اندر انتہا پسند فریق تھا وہ اس مجلس عارضی کے اندر اعتدال و امن کا فریق ہو گیا تھا۔ انہیں کے پہلو بہ پہلو وہ لوگ منتخب ہو کر آئے تھے جن کی کل ہستی ہی فوری تصادم سے مرکب معلوم ہوتی تھی۔ یہ ایسے لوگ تھے کہ بعض وقت بغیر کسی قسم کے ارادے مفاسد کے، سیاسی اور معاشری جد و جہد میں قوت کے اس راست اور بے خرخشہ استعمال سے کام لیتے تھے جو عام طور پر جنگ یا عقائد مذہبی کی اشاعت کے لئے محفوظ سمجھی جاتی ہے! وہ اخلاقی اختلافات جو اس فریق کو فرقہ جراند سے جدا کرتے تھے، فوراً ہی نمایاں ہو گئے۔ اول اول تو دونوں فریق کا سیاسی عقیدہ بہت کچھ یکساں معلوم ہوتا تھا۔ بادشاہی منسوخ کر دی گئی اور فرانس کے سلطنت جمہوری ہونے کا اعلان کر دیا گیا (۲۱ ستمبر) عہدے بدستور فرقہ جراند کے ہاتھ میں رہے۔ مگر ان کے رقیبوں کی پراشتداد وغیرہ مصالحانہ طبائع کا اثر غیر ملکی طاقتوں کے ساتھ فرانس کے جملہ

جنگ کا عمومیت کے لئے بمنزلہ جہاد کے ہو جانا۔

تعلقات میں محسوس ہونے لگا۔ پانچ ماہ قبل کی طرح فتوحات کے ارادے سے تو اب بھی تجاہل برتا جا سکتا تھا مگر اب سوال یہ تھا کہ جو لوگ آزادی پر نیا نیا ایمان لائے تھے انھیں اپنی آزادانہ مرضی سے فرانس کے ساتھ متحد ہونے کے حق سے روکا جا سکتا ہے یا نہیں۔؟ جب جمہوریت کی فوجوں نے اپنے حملہ آوروں کو ان سرحدی صوبوں سے

سے صاف کر دیا جدھر سے وہ فرانس میں داخل ہوئے تھے، تو آیا ان صوبوں کو اب پھر پادریوں اور امیروں کی حکومت میں واپس دے دینا چاہیئے یا نہیں۔ جس حزم و احتیاط نے ہر قسم کے الحاق ممالک کو ملعون قرار دیا تھا، وہ اس حب الوطنی کے جوش و خروش میں ہوا ہو گیا جو حملہ آوروں کے اخراج اور اس امر کے دریافت کے بعد پیدا ہوا کہ فرانس کے سوا اور ممالک میں بھی اس وقت تک انقلاب ایک طاقت بن چکا ہے۔ جس قوم کو پوری آزادی کی لڑائی لڑنا تھی اس کے لئے یہ ضروری تھا کہ جہاں سے بھی آزادی کی صدا بلند ہوا سے وہ لبیک کہے۔ بادشاہوں کے خلاف تصادم کو اسی طرح قائم رکھا جا سکتا تھا کہ ہر سرزمین ان کی رعایا کو ان کے خلاف مسلح کر دیا جائے۔ قوموں کے اس ہمہ گیر اتحاد کے تصور میں وہ حکومتیں جن سے فرانس سر دست بر سر جنگ نہیں تھا، اور وہ حکومتیں جنھوں نے فرانس کے خلاف اعلان جنگ کر دیا تھا، دونوں میں بہ مشکل کچھ تمیز ہو سکتی تھی۔ سرحدی خطوط جن کے نشان قدیم الایام متروک سیاست نے قائم کئے تھے، اور معاہدوں کی مصنوعی ضمانتیں یہ سب قوم کے زندہ و غیر قابل انفکاک اقتدار اعلیٰ کے مقابلہ میں ہیچ تھے۔ جن لوگوں کے سینوں میں ۱۷۹۲ء کے جذبات کی آگ بھڑک رہی تھی ان کے نزدیک قانون بین الاقوامی کی کسی بحث کی اس سے زیادہ کچھ حقیقت نہ تھی جتنی حقیقت اس بحث کی پیٹر راہب کے نزدیک ہوتی۔ دوسرے ممالک کے مدبروں کے نزدیک (جو ان تمام اصولوں کے ترک کر دینے کا مطلق ارادہ نہیں رکھتے تھے جنہیں یورپ کے حق عام کے طور پر تسلیم کیا جاتا تھا) وہ زبان جو اب فرانس کی جانب سے استعمال ہوتی تھی ان کا مفہوم صرف یہی سمجھا جا سکتا تھا کہ فرانس بے سوچے سمجھے مداخلت و تطاول پر تلا ہوا ہے۔

ہمسائگان فرانس	فرانس میں انقلاب کا اظہار، اتحاد اور افتراق

دونوں قوتوں کی حیثیت سے ہوا تھا۔ اس نے امرا کو سرحد کے پار بھگادیا تھا، اس نے پادریوں کو قربانگاہ سے الگ کر دیا تھا، مگر اس کے ساتھ ہی اس نے جیں یہ جبیں کار سیکا کو ہموار کر دیا تھا، اور جاگیری حقوق کو منسوخ کر کے فرانس کو السا س اور لوارٹن کے ٹیوٹانی کسانوں کا حقیقی ملک آبائی بنا دیا تھا۔ اب وہ وقت آگیا تھا کہ یہ انقلاب غیر ممالک میں خود کو ایک دلکش قوت ثابت کر دے۔ اٹھارویں صدی کے اواخر میں یورپ کی قومیتوں میں ارتباط باہمی اتنا مستحکم نہ تھا جتنا اس وقت ہے۔ صرف اسپین اور سویزرلینڈ کی جانب کی سرحدوں پر فرانس کے ایسے ہمسائے تھے جنہیں قوم کہا جا سکتا تھا۔ شمال کی جانب کا ملک جسے اب بادشاہی بلجیم کہتے ہیں وہ ۱۷۹۲ء میں خاندان آسٹریا کے تحت میں چند صوبوں کا مجموعہ تھا۔ رائن کے اضلاع مغربی اور الساس کے مقابل کی جرمانی آبادی متعدد چھوٹی چھوٹی امارتوں میں منقسم تھی۔ سیوائے اگرچہ سلسلہ الپس کے مغرب میں واقع تھا اور وہاں کی زبان فرانسیسی تھی مگر وہ پڈمانٹ کی سلطنت کا ایک جزو تھا، اور پڈمانٹ خود اپنی تاریخ اور قومی خصائص کے اعتبار سے شمالی اطالیہ کی دوسری سلطنتوں سے جدا تھا۔ ڈنکرک سے کوہستان الپس کے ساحلی حصص تک کہیں بھی کسی پرزور متحدہ وخود مختار قوم کے ساتھ فرانس کا ڈانڈا نہیں ملتا تھا، اور الساس کے بالمقابل ملک کے سوا، اس تمام سرحد کے حوالی میں، فرانسیسی انقلاب کا سلطنت داری کا جدید عقیدہ اختیار کر لینا، ان اثرات سے زیادہ قوی ثابت ہوا جن پر موجودہ نظم و ترتیب کا انحصار تھا۔ اندرلینڈز امارتہائے رائن، سویزرلینڈ، سیوائے اور خود پڈمانٹ میں انقلاب کے عقائد کا کم و بیش ایک کثیر التعداد طبقہ نے خیر مقدم کیا تھا، اور ایک ساعت ہی کے لئے سہی مگر فرانس کی فوجیں حملہ آور دشمن کے بجائے حق و آزادی کی بشیر و مبلغ معلوم ہوتی تھیں۔

کسٹائن کا منیز میں داخل ہونا۔ ۲۰ راکتوبر	مقام والمی میں برنسوک کا ڈوموریا کے سامنے

رکنا تھا کہ کسٹائن کے تحت میں ایک فرانسیسی لشکر، الساس کی سرحد کو عبور کر کے اسپائرز کی طرف بڑھ گیا جہاں برنسوک، بہت کچھ ذخائر حرب چھوڑ گیا تھا۔ قلعہ نشین فوج شہر سے باہر معرکہ میں شکست کھا گئی اور اسپائرز اور ورمز، کسٹائن کے مطیع ہو گئے۔ قریب ہی میں منیز کا قلعہ واقع تھا اور یہ مغربی جرمانیہ کی کلید تھا، یہاں کے باشندوں میں ایک جمہوری فریق بھی تھا اور وہ کسٹائن کے لئے چشم براہ تھا، اسی فریق سے فرانسیسی سپہ سالار کو یہ معلوم ہو گیا تھا کہ اس کے شہر کے سامنے پہنچنے کی دیر ہے کہ وہ شہر کا مالک ہو جائے گا۔ یہ ضرور تھا کہ برنسوک کو اپنے حملۂ فرانس کی ناکامی کا اندیشہ تھا مگر اس نے جرمانیہ کی مدافعت کا خیال کبھی نہیں کیا تھا، اور اگرچہ شاہ پرشیا کو منیز کی بے پناہ حالت سے متنبہ کر دیا گیا تھا، مگر اس کے سوا اور کچھ نہیں کیا گیا کہ استحکامات کی مرمت کے لئے ایک رقم دے دی گئی اور اسقف اعظم نے اس رقم سے کچھ لکڑی خرید فرمائی جو خود انھیں ذات مقدس کی ملک تھی اور اچھی بڑی ایک عمارت لکڑی کی بنادی۔ اسپائرز پر قبضہ ہو جانے کی خبر آتے ہی اسقف اعظم نے خود تو راہِ فرار اختیار کی اور انتظام ڈین اور چانسلر اور سپہ دار پر چھوڑ گئے۔ چانسلر نے ایک تقریر کی اور "برادران عزیز"، و باشندگان شہر سے یہ خواہش کی کہ وہ آخری دم تک مدافعت کریں اور روزانہ یہ اعلان کرتے رہے کہ ڈوموریا منہزم ہو گیا اور متحدین پیرس میں داخل ہوا چاہتے ہیں یہاں تک کہ کسٹائن کے سپاہی واقعی آنکھوں کے سامنے آ گئے۔ اس وقت ایک مجلس حربی نے شہر کو ناقابل مدافعت قرار دے دیا اور قبل اس کے کہ کسٹائن محاصرے کی ایک توپ بھی سامنے لائے قلعہ نشین فوج نے خود کو حوالہ کر دیا، اور (۲۰ اکتوبر کو) جمہوریت کے طرف داروں نے منیز کے اندر فرانسیسیوں کا خیر مقدم کیا۔ فرانسیسی سلاح جنگ کے ساتھ فرانسیسی

نظم حریت بھی شہر میں داخل ہو گیا۔ پیرس کی جیکوبن بزمگاہ کے طرز پر ایک بزمگاہ قائم کی گئی، اور اگرچہ باشندوں کا حصہ کثیر الگ رہا مگر آخر الامر جمہوریت کا اعلان کر دیا گیا اور اسے جمہوریہ فرانس کے ساتھ ملحق کر دیا گیا۔

ڈوموریا کا ندرلینڈ پر حملہ آور ہونا

جرمنی میں کسٹائن کی تاخت کی کامیابی کی وجہ سے مجلس عارضی کا خیال ندرلینڈز میں آسٹریا پر حملہ آوری سے نہیں ہٹا جس کے متعلق ڈوموریا اول ہی سے حکومت پر زور دے رہا تھا۔ ابھی تین برس بھی نہیں گزرے تھے کہ ندرلینڈز شہنشاہ جوزف کے خلاف بغاوت کر چکا تھا۔ ابتداً یہ بغاوت جوزف کے اصلاحات کے خلاف کلیسائی فریق کی تحریک بازگشت تھی مگر بہت جلد شورش کے ابتدائی جذبات سے مختلف النوع حوصلے اور امیدیں پیدا ہو گئیں، اور راہبوں اور اجارہ داروں کے پہلو بہ پہلو ایک قومی فریق عالم وجود میں آ گیا جس نے قوم کے اقتدار اعلیٰ کا اعلان کر دیا اور فرانسیسی انقلاب کی تمام تحریکات کی نقل کرنے لگا۔ آسٹروی حکمرانی کے مختصر تعلق کے زمانے میں عمومی اور رجعت پسند فریق ایک دوسرے پر حملہ کرنے لگے، اور ۱۷۹۱ء میں لیوپولڈ کے اقتدار کے بحال ہو جانے پر عمومی سرگروہ اور ان کے ساتھ ان کے بہت سے متبعین بھاگ کر سرحد کے پار پناہ گیر ہوئے اور آسٹریا اور فرانس میں جنگ برپا ہو جانے کے متوقع رہے۔ ان کے طرفداروں نے اندرون ملک میں، فرانس کے ساتھ ایک طرح کا تعلق قائم کر لیا اور ایک عجیب و غریب مغالطہ میں پڑ کر خود پادری اور بند شخصیات جن پر جوزف نے حملہ کیا تھا، یہ سمجھ بیٹھے کہ انقلاب پسند فرانس ان کے اغراض و مقاصد کی وقعت کرے گا۔[1]

[1] "جس رات کو سابق شہنشاہ (لیوپولڈ) کے انتقال کی خبر یہاں (بروسلز میں)

جنگ ژمیب
۶ ر نومبر

پس اس طرح فرانسیسی حملہ کے لیئے زمین ہر جگہ تیار ہو گئی تھی، ڈوموریا نے سرحد کو عبور کیا، سرحدی قلعے اب باقی نہیں رہے تھے۔ اور ۶ ر نومبر کو فرانسیسیوں کے مقام ژمیب میں ایک ہی معرکہ کے سر کر لینے کے بعد آسٹریوں نے یہ دیکھ کر کہ تمام آبادی انکی مخالف ہو گئی تھی، بغیر کسی جد و جہد کے نذر لینڈز کو چھوڑ دیا۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) آئی اسی شب اشتعال انگیز اشتہارات اور مسلح ہو جانے کے اعلانات تقسیم کئے گئے۔ ایک مجرم کا تعلق "وسینٹ گیوڈیل" کے سروووالون سے تھا۔ اس نے عین دوپہر کا وقت پسند کیا اور بہت سے آدمیوں کی موجودگی میں گرجا پر ایک کاغذ چسپاں کیا جس میں عام بغاوت کے لئے ابھارا گیا تھا۔ اس عجیب و غریب تحریر کے بقیہ حصہ میں اس کے ایک ادعائے خواب کی تفصیل تھی جس میں یہ ظاہر کیا گیا تھا کہ سابق شہنشاہ کی روح جوزف کے ساتھ شریک ہونے کے لئے جا رہی تھی، جو پہلے ہی سے دوسری دنیا میں عذاب بھگت رہا تھا" کرنل گارڈنر، ۲۰ ر مارچ ۱۷۹۲ء۔ وفاتر فلینڈرز جلد ۲۲۰۔

ملہ ایلجن، از بروسلز، ۶ نومبر ۹۲ء "آج دوپہر سے قبل تمام وقت میں مانس کی جانب سے شدید گولہ باری کی آواز سنی جا رہی ہے۔ اس وقت کسی قدر تخفیف ہو گئی مگر ختم نہیں ہوئی ہے"۔ ۷ نومبر۔ "راتوں رات لشکرگاہ سے کئی قاصد آئے مگر تمام وزرا اس امر سے انکار کرتے ہیں کہ اس تفصیل کیا تھا ایک لفظ بھی معلوم ہوا ہو اور میں سب وزیروں سے مل چکا ہوں) آج رات میں ہر طرف ہیک دوڑائے گئے ہیں کہ سرحدوں سے تمام فوجی دستوں کو طلب کرلیں۔ حکومت بروسلز کے ترک کرنے کے لئے ہر ایک انتظام کر رہی ہے، ان کے کاغذات مرتب ہو گئے ہیں"......... اس کے بعد ایک تتمہ یہ ہے کہ "وہ گولہ باری پھر صاف سنائی دے رہی ہے"، "یہاں کے تمام تارکانِ وطن نہایت ہی عجلت کے ساتھ چلے جا رہے ہیں۔ ۹ ر نومبر۔ تمام ملک میں ابتری انتہا کو پہنچ گئی ہے۔ سڑکیں تارکان وطن سے بھری ہوئی ہیں اور ان صوبوں کے لوگ فرانسیسی توپوں سے بھاگے جا رہے ہیں"۔ دفاتر۔ فلینڈرز جلد ۲۲۲

ژیمیپ کی جنگ وہ پہلی باقاعدہ جنگ تھی جس میں جمہوریت کو فتح حاصل ہوئی اور اس فتح نے مجلس عارضی میں اس درجہ انقلابی جوش بھڑکا دیا کہ برطانیہ اور فرانس کے تعلقات پر گہرا اثر پڑ گیا حالانکہ برطانیہ اس وقت تک جنگ کو غیر جانب دارانہ طور پر دیکھ رہی تھی۔ ایک اعلانامہ یہ شائع کیا گیا کہ فرانسیسی قوم ان تمام اقوام کے ساتھ اتحاد و اتفاق کے لئے تیار ہے جو اپنی آزادی کو واپس لینے کی خواہش مند ہوں اور جمہوریت کے سپہ سالاروں کو یہ حکم دے دیا گیا کہ ان تمام لوگوں کو اپنی حفاظت میں لے لیں جنہیں آزادی کے معاملہ میں نقصان پہنچنے کا اندیشہ ہو۔ (۱۹ ر نومبر)۔

نائس اور سیوائے کا الحاق

ایک ہفتہ بعد سیوائے اور نائس، فرانس کے ساتھ ملحق کر لئے گئے۔ سیوائے کی آبادی نے اسی وقت فرانس کی طرفداری کا اعلان کر دیا تھا، جب فرانس اور سارڈینیا میں جنگ شروع ہوئی تھی۔ ۱۵ ر دسمبر کو مجلس عارضی نے یہ اعلان کر دیا کہ آئندہ سے جس غیر ملکی سرزمین پر اس کی فوجیں قدم رکھیں، ان کے ساتھ ساتھ سیاسی و معاشری انقلاب بھی ہوتا چلے۔ ۱۵ ر نومبر کے فیصلہ کا خلاصہ یہ تھا کہ جس ملک پر جمہوریہ فرانس کی فوجوں کا قبضہ ہوگا، وہاں سپہ سالار تمام موجودہ اقتدارات کی برطرفی کا اعلان کر دیں گے۔ امارت، والبتہ اراضی غلامی جملہ جاگیری حقوق، جملہ اجارات سب منسوخ ہو جائیں گے۔ سپہ سالار قوم کے اقتدار اعلیٰ کا اعلان کر دیں گے، اور باشندگان کی مجالس منعقد کر کے عارضی حکومت قائم کر دیں گے جس میں سابق حکومت کا کوئی عہدہ دار، کوئی امیر، سابق ذی امتیاز شخصیات کا کوئی رکن قابل شمول نہ ہوگا۔ یہ سپہ سالار، بادشاہ اور اس کے لاحقین کے تمام املاک اور ہر ایک ملکی و مذہبی شخصہ کے املاک جمہوریہ فرانس کے تحت میں کر دیں گے۔ فرانسیسی قوم ان تمام اقوام کو دشمن تصور کرے گی جو حریت و مساوات سے انکار کر کے اپنے بادشاہوں اور اپنے ذی امتیاز طبقوں کو قائم رکھنا چاہیں گے یا ان کے ساتھ کسی قسم کا انتظام و معاملہ

کریں گے"۔

انگلستان کا مسلح ہونا

ایک نئے جہاد کے اس عجیب اعلان نے برطانیہ عظمیٰ کو مسلح ہونے پر آمادہ کردیا۔ مجلس عارضی کے فیصلہ کا تعلق اگرچہ صرف انھیں سلطنتوں سے تھا جو فرانس سے برسرِ جنگ تھیں مگر اس مجلس نے فی الواقع انگلستان کی انقلابی جماعتوں سے تعلقات قائم کر رکھے تھے، اور فرانس کے وزیر بحر نے اپنے ملاحوں کو آگاہ کردیا تھا کہ انہیں عنقریب پچاس ہزار "کلاہ حریت" اپنے انگلستانی بھائیوں کے لیے لیجانا پڑے گی۔

تمام موجودالوقت اقتدارات کے خلاف محض مسلسل تہدیدات کو کوئی دانشمند مدبّر بنائے جنگ نہ قرار دیتا، مگر فرانسیسی حکومت کے افعال سے یہ ظاہر ہوگیا کہ دوسری قوموں کے معاملات میں جابرانہ مداخلت کے جو اعلانات اس کے اعلاناموں میں ہوئے تھے انہیں وہ واقعی عمل میں لانے کا ارادہ رکھتی تھی۔ اس کے گماشتے ہر سلطنت میں بددلی کو بھڑکا رہے تھے، اور اگرچہ سیوائے کا الحاق اور نیدرلینڈز کا قبضہ آسٹریا اور سارڈینیا کے ساتھ تصادم کے اتفاقات میں شمار ہوسکتا تھا جس میں برطانیہ عظمیٰ غیر جانب دار رہنے کا اقرار کرچکی تھی مگر مجلس عارضی کے دوسرے افعال بالیقین حلفائے انگلستان کے حقوق میں دخل دہی کا حکم رکھتے تھے۔ یورپی معاہدات کا ایک طومار ایسا موجود تھا جو ہمارے خیالات کے موافق ظالمانہ تھا مگر اس زمانے کے خیالات کے عین موافق تھا، اور اس کے بموجب دریائے اسکلٹ میں (جس پر اینٹورپ واقع تھا) کشتی رانی اس وجہ سے ممنوع تھی کہ بحر شمال کی تجارت بالکلیہ ہالینڈ کے بندرگاہوں سے ہوکر گزرے۔

دریائے اسکلٹ

بلجیم کے فتح ہوجانے پر فرانسیسی حکومت نے ڈوموریا کو یہ حکم دیا کہ کشتیوں کا ایک بیڑا اس دریا میں روانہ کردے اور قانون فطرت کے حق کے بموجب جسے معاہدات

باطل نہیں کر سکتے اینٹورپ کو ایک کھلا ہوا بندرگاہ قرار دیدے۔ تجارتی معاہدات کی حماقتیں جو کچھ بھی ہوں مگر دریائے اسکلٹ کی کشتی رانی کا معاملہ اہل اینٹورپ اور اہالی ہالینڈ کا معاملہ تھا اور فرانس کو اس سے براہ راست کوئی تعلق نہیں تھا، یہ وقوعہ اگرچہ فی نفسہ ایک خفیف سا معاملہ تھا مگر اہل انگلستان نے سے اس نظر سے دیکھا کہ منجملہ اور ثبوتوں کے ایک ثبوت فرانسیسیوں کے اس ارادے کا ہے کہ وہ جب چاہیں قرب وجوار کی سلطنتوں کے معاملہ میں مداخلت کرنے لگیں۔ معمولی اوقات میں ہالینڈ والوں کی کسی اجارہ داری کے متعلق انگلستان میں زیادہ جوش کا پیدا کرنا آسان نہیں تھا مگر ستمبر کے قتلہائے عام اور خود انگلستان کی انقلابی جماعتوں اور مجلس عارضی کے درمیان علانیہ اتحاد کی وجہ سے فرانسیسی انقلاب کی بابت اس ملک کا احساس سخت تنفر سے مبدل ہو گیا تھا۔ پٹ جسے پیرس والے اپنا نہایت ہی کینہ توز دشمن سمجھتے تھے، اس نے اس بڑھتے ہوئے قومی جذبہ کے روکنے میں سخت سعی کی تھی اور وہ ہر طرح کے توقعات کے خلاف صلح قائم رکھنے کی امید رکھتا تھا۔ پٹ کا دامن نہ صرف اس سے پاک تھا کہ وہ اس ملک کو فرانس کے دشمنوں میں شامل کرنے کا خواہاں نہیں تھا بلکہ وہ صدق دل سے یہ چاہتا تھا کہ فرانس و آسٹریا میں بھی موافقت ہو جائے تاکہ مغربی سلطنتیں جن کے خلفشار نے مشرقی یورپ کو کیتھرائن (ملکہ روس) کے رحم پر چھوڑ دیا تھا، وہ سب باہم متحد ہو کر پولینڈ اور ترکی کو ایک ایسی طاقت کے ہاتھ میں پڑنے سے بچالیں جس کی مسلسل دست درازی سے یورپ کو اس سے زیادہ خطرہ تھا جتنا فرانسیسی مجلس عارضی کے تمام شورانگیز وصاف گو اشتعال سے تھا۔ علاوہ بریں، پٹ، آسٹریا و پرشیا کے خفیہ منصوبوں کو بھی نہایت درجہ ناپسندیدگی کی نظر سے دیکھتا تھا[۱] اگر فرانس کی حکومت

---

[۱]۔ نومبر ۱۷۹۲ء میں گرنیویل نے ویانا اور برلن کے انگریزی ایلچیوں کو یہ

عاقلانہ ذرا بھی یہ یقین دلادیتی کہ نذرلینڈز کا الحاق نہیں کیا جائے گا،

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) حکم دیا کہ اگر ممکن ہو تو وہ ان درباروں کے توسع مملکت کے اصلی منصوبوں کا پتہ چلائیں، وا ثنا میں مسٹر اسٹریٹن کے کان میں پولینڈ کے خلاف قرارداد کی بھنک پڑی۔ اس نے لکھا ہے کہ میں نے کاونٹ فلپ کو بنزل (آسٹروی وزیر) سے یہ درخواست کی کہ وہ براہ مہربانی مجھ پر اعتماد کر کے رازدارانہ طور پر صاف صاف یہ بتادیں کہ دونوں دربار واقعی کس مقصد کی تجویز سوچ رہے ہیں مگر کاونٹ کسی طرح ایسا کرنے پر مائل نہ ہوا بلکہ اس نے اس طرح کی ہیر پھیر کی باتیں کی کہ صاف جواب سے وہ بچ نکلے، مگر چونکہ میں بھی دل میں یہ ٹھان چکا تھا کہ آسٹروی وزیر کا پیچھا نہ چھوڑونگا، اس لئے میں نے اس پر سوالات کی بھرمار کردی یہاں تک کہ اس نے اسے یہ کہنے پر مجبور کر دیا کہ کاونٹ' اسٹینڈین (سفیر متعین لندن) برطانوی وزیر کے ہر طرح کے استعجاب وتحیر کو رفع کر دیگا " یہ کہتے وقت وہ کچھ شرماسا گیا اور اس سے آثار پریشانی کا اظہار ہوتا تھا۔ ۲۰ رجنوری ۱۷۹۳ء، دفاتر آسٹریا جلد ۲۲۔ اس کے بموجب اسٹینڈین نے لارڈ گرنیویل کو پولینڈ وبویریا سے متعلقہ تجاویز سے آگاہ کر دیا۔ گرنیویل نے پولینڈ پر دست درازی کے نسبت اپنا تعلق اور افسوس ظاہر کیا اور بویریا کے تبادلے کے خلاف دلائل دئے۔ گرنیول نے شاہ پرشیا کے وہاں کے انگریزی ایلچی کو لکھا کہ وہ ممکن ہے کہ ان دونوں درباروں کا منشا یہ ہو کہ پولینڈ میں نئے ممالک کے حصول سے اپنے جنگ کے مصارف کا معاوضہ کریں اور اس ملک کی جدید تقسیم عمل میں لائیں۔ آپ اس امر میں کوتاہی نہ کیجئے کہ نہایت ہی صاف اور قطعی طریق پر اس تجویز کے متعلق اعلیٰ حضرت کی ناپسندیدگی کا اظہار کر دیجئے اور یہ بھی واضح کر دیجئے کہ اعلیحضرت کسی ایسی کارروائی سے اتفاق کریں گے جو اس نامنصفانہ تجویز کے عمل میں لانے کے لئے اختیار کیجائے " ۲ رجنوری ۱۷۹۳ء، دفاتر افواج در جرمنی جلد ۷، ۴۳۔ آسٹریا میں ۹ رفروری کو بنزل نے صاف یہ کہدیا کہ آسٹریا اب اتنا بھی نہیں کر سکتی کہ پولینڈ میں پرشیا کی مخالفت کی خواہش کا اظہار تک کر سکے کیونکہ اس صورت میں بظن غالب شاہ پرشیا فرانسیسی جنگ

یا اگر فرانسیسی سفیر شاولین کے بجائے (جو انگلستان کے سازشیوں سے تعلق رکھتا تھا)، کوئی قابل اعتماد ایلچی بھیجدیا جاتا تو اغلب یہ ہے کہ صلح قائم رہ جاتی مگر جب (۲۱ جنوری ۱۷۹۳ء) کو شاہ لوئیس کے قتل ہو جانے پر شاولین ایک مشتبہ غیر ملکی قرار دے کر انگلستان سے نکال دیا گیا تو یہ جنگ صرف دنوں کی بات رہ گئی۔[1]

لوئیس شانزدہم کا قتل ۲۱ جنوری ۱۷۹۳ء

دونوں جانب کے شکایات میں باضابطہ حقوق زیر بحث لائے گئے تھے، مگر جنگ کی اصل بنا اچھی طرح معلوم تھی۔ فرانس یہ سمجھتا تھا کہ اسے یہ حق حاصل ہے کہ اپنی افواج کے ذریعہ سے یا عام شورش کی وجہ سے ایسے جہاں کہیں بھی موقع مل جائے وہ "انقلاب" اور "حقوق انسان" کو آگے بڑھائے اور انگلستان اس امر سے منکر تھا کہ کسی سلطنت کو بھی یہ حق حاصل ہو کہ وہ اپنی مرضی سے یورپ کے سیاسی نظم کو باطل کر دے۔ کبھی دو قوموں کے درمیان، اس سے زیادہ سخت، اس سے زیادہ کافی وجہ جنگ کی موجود نہیں تھی لیکن واقعات نے یہ ثابت کر دیا کہ جنگ کے لئے انتہائی وجہ موجود ہونے کے باوجود بھی اعلیٰ دانشمندی کا تقاضا اب بھی صلح و امن کا تھا۔ انگلستان کے جنگ میں داخل ہونے نے اس معاملہ کو دوچار معرکہ آرائیوں کے بجائے بیس برس کی کشمکش میں بدل دیا اور نتیجہ اس کا یہ ہوا کہ ۱۷۹۳ء میں انقلاب کے معاملہ کی عارضی فتح سے باغلب وجوہ جو کچھ وقوع پذیر ہوتا، اس سے بدرجہا زیادہ شدید ہیجان و اضطراب، زیادہ وسیع مصائب و آلام، اور زیادہ سفاکانہ

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) سے اپنی امداد واپس لے لیں گے بلکہ یہاں تک ممکن ہے کہ وہ فرانسیسیوں سے مخالفہ کریں اور بوہیمیا پر حملہ کر دیں" دفاتر آسٹریا جلد ۲ ۳۲۔

[1] لے انگلینڈ جلد دوم ۲۶۴۔ کاغذات پیش شدہ پارلیمنٹ ۱۷۹۳ء مسٹر آسکر براؤننگ، رسالہ "فورٹ نائیٹلی ریویو" فروری ۱۸۸۳ء۔

جرائم واقع ہوئے۔ مگر دونوں قوموں میں سیاسی جذبہ نے آئندہ کے آفات و مصائب کو مرحبا کہہ کر قبول کر لیا اور یکم فروری کو مجلس عارضی کی طرف سے اعلان جنگ کا ہونا صرف یہ معنی رکھتا تھا کہ وہ انگریزی قوم کے ارادہ دلی پر سبقت لے گئی۔ برطانیہ عظمیٰ کا ایک مرتبہ اس میدان کارزار میں در آنا تھا کہ پٹ نے تمام یورپ کو فرانس کے خلاف متحد کر دینے میں زرپاشی و تہدید کا کوئی دقیقہ اٹھا نہیں رکھا۔ فرانسیسی اعلانِ جنگ میں انگلستان کے ساتھ ہالینڈ کو بھی شامل کر لیا تھا، بحر متوسط کی سلطنتوں نے یہ محسوس کر لیا کہ آسٹریا اور پرشیا کی فوجوں کے بہ نسبت انگلستان کے جہاز ان سے زیادہ قریب تھے، اور ۱۷۹۳ء کی گرمیوں کے ختم ہونے کے قبل ہی قبل، اسپین، پرتگال نیپلز، ٹسکنی، اور پاپائی سلطنتیں اتحاد میں شامل ہو گئیں۔

انگلستان سے جنگ، یکم فروری ۱۷۹۳ء

ہالینڈ اور بحر متوسط کی سلطنتوں کا جنگ میں داخل ہونا۔

پیرس کے جیکوبین (انتہاپسندوں) نے انگلستان کی سیاسی حالت کا اندازہ غلط کیا تھا، آغاز جنگ کے وقت انھیں یہ یقین تھا کہ انگلستان خود انقلاب کی دہلیز پر کھڑا ہوا ہے۔ اوسط و ادنیٰ طبقے کے ایک جزو کی یقینی بددلی کو (جو پارلیمنٹی اصلاح کی چیخ پکار میں ظاہر ہو رہی تھی)، پیرس والوں نے موجودالوقت تنظیمات کے متعلق اسی قسم کے عام جذبۂ نفرت پر محمول کیا جس نے فرانس میں ایک ہی وقت میں قدیمی نظم و ترتیب کو فنا کر دیا تھا، مجلس عارضی نے انگلستان کی استیصالی جماعتوں کے محضرات کو قبول کیا اور یہ سمجھ لیا کہ جارج سوم کے تحت میں پارلیمنٹی نظم کی خرابیوں نے تمام قوم کو منحرف کر دیا ہے۔ مجلس عارضی کو توقع یہ تھی کہ بلجیم اور سیوائے میں جو کچھ پیش آیا یعنی قوم نے سپاہ "انقلاب" کے ہاتھوں سے حقوق انسانی کو تشکر و امتنان کے ساتھ قبول کیا، وہی لندن کی جماعتہائے منحرفہ اور شفیلڈ کے مزدوران کارخانہ جات کے معاملہ میں بھی پیش آئے گا۔ انگلستان میں ہر طبقہ اپنے سے نیچے

طبقہ کے ساتھ جو کشش رکھتا ہے اور اس کے ساتھ ہی قوم کا ہر طرح کے تخیلات سے بے پروا ہونا ایسے امور تھے جنھیں فرانس میں بہت کم سمجھا گیا تھا، حالانکہ دونوں کے انقلابات میں یہ فرق صاف واضح اور عیاں تھا، بیٹاتیل کے سقوط کے ایک مہینہ بعد طبقاتی امتیاز اور اجارے کا تمام نظم فرانسیسی قانون سے ناپید ہو گیا لیکن انگلستان میں پندرہ برس تک "دولت عامہ" کے قائم رہنے کے بعد بھی انگریزی نظم معاشرت کی ہیئت وہی رہی جو "دولت عامہ" کے آغاز کے وقت تھی مگر ۱۷۹۳ء کے جوشش بے خودی میں سیاسی غور و فکر کا کہیں نام و نشان بھی نہیں رہا تھا اور جب وقت گزر گیا اس وقت فرانسیسیوں کو یہ معلوم ہوا کہ برطانیہ عظمیٰ میں "انقلاب" کو ایک ایسے دشمن سے واسطہ پڑا ہے جس کی استقامت بے نظیر اور جس کی قوت نامتناہی ہے۔

انگلستان کی سیاسی حالت

انقلاب کی پہلی مجلس میں انگریزوں کا ذکر بالعموم اس حیثیت سے ہوتا تھا، کہ وہ آزاد لوگ ہیں جن کی تقلید فرانسیسیوں کو بھی کرنا چاہیے، لیکن مجلس عارضی میں انگریزوں کا ذکر بالعموم اس طرح زبانوں پر آنے لگا کہ وہ غلام ہیں اور فرانسیسیوں کو چاہیے کہ انہیں آزادی دلائیں۔ حقیقت یہ ہے کہ انگلستان کے تنظیمات کا مقابلہ جب خاندان باربن کی مطلق العنان شاہی سے کیا جائے اور جب ان کا مقابلہ ۱۷۹۳ء کی عمومیت سے کیا جائے اور ان دونوں نوعیتوں میں بہت ہی وسیع فرق نظر آتا تھا۔ جو فرانسیسی ایسے دربار کی حکومت کے تحت میں رہے ہوں جو فرامین کے ذریعہ سے قانون بناتی اور شاہی احکام سے لوگوں کو قید کرتی ہو، وہ انگلستان کی پارلیمنٹ، وہاں جوری کے ذریعہ سے تحقیقات مقدمہ اور پریس (مطابع) کی آزادی کو نظر وقعت و عزت سے دیکھتے تھے۔ لیکن جن لوگوں نے ایک بادشاہ کو قید خانہ میں ڈال دیا اور طبقہ امرا کے بہت بڑے حصہ کی جائدادیں ضبط کر لی ہوں انہیں اس ملک پر واقعی رحم آتا تھا جہاں کے قومی نمایندوں سے تین ربع

کے قریب تاج کے یا متمول امرا کے نامزد کردہ ہوتے تھے۔ فرانسیسی انقلابی تحریک کے ساتھ فاکس کی ذاتی ہمدردی کے باوجود انگلستان کے وھگ فریق اور اس فریق کے درمیان جو اب مجلس عارضی حکمراں ہوگیا تھا کسی قسم کی حقیقی موافقت نہیں تھی۔ جس واقعہ (یعنی ۱۶۸۸ء کے جس انقلاب) نے اٹھارھویں صدی میں انگلستانی حریت کی خصوصیت متعین کردی تھی، وہ اپنی نوعیت میں کسی نہج سے عمومی نہیں تھا، اس انقلاب کا رخ ایک طرح کی رومن کیتھولک مطلق العنانی کے خلاف تھا، اس لئے سیاسی اقتدار قوم کے عامتہ الناس کو نہیں عطا کردیا بلکہ اس نے یہ اقتدار خاندا نہائے امرا کے ایک گروہ اور ان کے حوالی موالی کو سپرد کردیا جنہوں نے پہلے دو چار جارجوں کے عہد میں بادشاہ کی ہر طرح کی سرپرستی واثر کو ملک میں اپنے معاشری وآئینی وزن کے بڑھانے میں صرف کردیا۔ جارج سوم کی تخت نشینی کے وقت سے انگلستان کی خانگی تاریخ زیادہ تر اس محور پر گردش کررہی تھی کہ یہ بادشاہ خود کو فریقانہ پابندی سے آزاد کرلینے کے لئے سخت جدو جہد کررہا تھا۔ وھگوں کی آپس کی تقسیم، ان کے رشک وحسد اور سب سے بڑھ کر یہ کہ جس قوم کے حقوق کی حفاظت کے وہ مدعی تھے اس کے عامتہ الناس سے ان کی حقیقی بے تعلقی، ان امور نے انجام کار میں بادشاہ کو اس وقت کامیاب کردیا جب بیس برس کی غلطیوں کے بعد اسے پٹ اصغر کی ذات سے ایک وزیر ہاتھ آگیا جس میں یہ قابلیت موجود تھی کہ وہ تاج کے اغراض ومفاد کو حریت پسند تدبیر کے ساتھ نہایت وطن پرستانہ وقابلانہ طریق سے ملادے۔ ۱۷۸۳ء کے اتحاد اعظم کو توڑنے کے لئے (جس میں فاکس و نارتھ کی وزارت کے تحت میں وھگوں کے جملہ فرقے متحد تھے) شاہ جارج نے رشوت، تہدید اور ہر قسم کے ذلیل اثرات سے کام لیا تھا، مگر پٹ جسے بادشاہ نے وزارت پر متعین کردیا تھا دراں حالیکہ دار العوام میں

وھگ عمومی نہ تھے |

اس کے مویدین کی قلت تھی، اس کی حقیقی معاون خود قوم کی طبیعت تھی جو وھگوں کی تخلیت پسندی، رشوت خواری، اور فریقانہ جذبات سے تنگ آگئی تھی، اور اس امر کے یقین کرنے پر آمادہ تھی کہ کوئی مقبول عام وزیر اگر غیر آئینی طریق پر صاحب اقتدار ہوگیا ہے تو بھی وہ ملک کے لئے اس سے زیادہ کرسکتا ہے جتنا بوسیدہ قصبات کے یہ آئینی مالکان کرتے۔

پٹ، وزیر ۱۷۸۳ء

۱۷۸۳ء سے انقلاب فرانس کے آغاز تک پٹ اس شان سے انگلستان پر حکمراں رہا کہ ادھر یہ ٹوری وزیر اور ادھر وھگ اس کے مخالف، مگر اٹھارھویں صدی میں جتنے مدبرین برسر اقتدار رہے تھے اس نے ان سب سے زیادہ آزادانہ اصول پر حکمرانی کی۔ انگلستان میں نظم فریقانہ کی جو ابتدائی صورت تھی اس کے یہ آخری برس تھے۔ فرانسیسی انقلاب نے اس قدیم امتیاز کا خاتمہ کردیا تھا جس کے بموجب ٹوری امتیازات شاہی کی حامی اور وھگ امرا کے خاندانوں کی آئینی عدیدت کے موید سمجھے جاتے تھے۔ اس انقلاب نے ایک نئی سیاسی مخالفت باہمی پیدا کردی جس کے بموجب خواہ وھگ اور ٹوری کے نام، خواہ لبرل اور کنسرویٹو کے نام سے دو جلیل القدر فریق ایک دوسرے سے مقابلہ کرتے رہے ہیں، جن میں سے ایک کی خواہش یہ رہی ہے کہ مفید تغیرات کا سلسلہ برابر جاری رہے اور دوسرا یہ چاہتا رہا ہے کہ موجودہ ترتیب بدستور قائم رہے۔ فرانس کے ہیجان و اضطراب اور انگلستان میں انقلابی شورش کے خوف نے پٹ اور اس کی مخالفت کرنے

فرانسیسی انقلاب کا اثر انگریزی فریقوں پر

والے وھگ دونوں کو بدل دیا تھا۔ پٹ نے اپنی پرامن ترقی کی تجویزوں کو غیر ملکی جنگ پر قربان کردیا اور اصلاح پارلیمنٹ کی طرف سے جسے کسی وقت میں خود اسی نے تجویز کیا تھا، منہ پھیر لیا۔ وھگ دو حصوں

میں منقسم ہو گئے۔ ایک کا سرگروہ برک تھا اور دوسرے کا فاکس۔ ایک انقلاب کی زیادتیوں پر لعنت بھیجتا تھا اور آخر کار پٹ سے متحد ہو گیا اور دوسرا انقلاب کی زیادتیوں کے باوجود اسے مدنی و مذہبی آزادی کا باعث سمجھ کر اس کا دوستدار رہا اور پارلیمنٹی شکست اور مایوسی کے صحت افزا اثر کے تحت میں خود کو انگلستان میں عمومی حقوق کی مدافعت اور روشن خیال اصلاح کی حمایت کے ساتھ ایک کر لیا تھا۔ انگلستان کی سیاسیات میں قدیم خط تقسیم کے مٹنے کی تاریخ اسی دن کو سمجھنا چاہیے جس دن دارالعوام کے اندر برک نے فاکس کے ساتھ اپنی دیرینہ دوستی کو تلخی و ناگواری کے ساتھ منقطع کر دیا۔ (۶ مئی ۱۷۹۱ء) جدید کنسرویٹو فریق کا منشور وہ اپیل (التماس) ہے جسے برک ۱۷۹۰ء کے موسم خزاں میں "خیالات درباره انقلاب فرانس" کے نام سے شایع کر چکا تھا۔ اس جلیل القدر و بھگ صاحب قلم نے جن سیاسی قوتوں کو اپنے گرد و پیش عمل کرتے ہوئے دیکھا ان کا تبصرہ کرتے ہوئے اس نے "انقلاب" پر اس حیثیت سے حملہ کیا ہے کہ وہ ظلم و ہوس کا ایک ایسا نظم ہے جو آزادی کے لئے تمام بادشاہوں کی مطلق العنانی سے زیادہ خطرناک ہے، یہ وہی صاحب قلم ہے جس نے گزشتہ ایام میں امریکہ کی آزادی اور جارج سوم کی دراندازی کے خلاف انگلستان کی پارلیمنٹ کی آئینی روایت کی بڑے جوش و خروش سے حمایت کی تھی۔ اس نے اپنے "خیالات" بالا میں یہ ثابت کیا ہے کہ انگلستان کے جن مدبروں اور جن انجمنوں نے اس انقلاب کے ساتھ ہمدردی کا اظہار کیا ہے انھوں نے درحقیقت ایسی کارروائیوں اور ایسے نظریوں سے ہمدردی کی ہے جو ۱۶۸۹ء کے ہر ایک اصول کے مخالف ہیں۔ سب سے بڑھ کر یہ کہ اس نے شورش و تباہ کاری کے اس عمل کا راز فاش کر دیا جس نے انقلاب کے ابتدائی ہی

برک کی تصنیف "خیالات درباره انقلاب فرانس" اکتوبر ۱۷۹۰ء

چند مہینوں کے اندر اندر اس کے دل میں ان مصائب کا اندیشہ پیدا کر دیا تھا جو عنقریب فرانس پر واقع ہونے والے تھے۔ برک کا رسالہ ایک ہمسایہ سلطنت کے متعلق بے غرضانہ تحقیقات کی حیثیت نہیں رکھتا تھا، یہ طریق جیکوبین (انتہا پسندی) پر ایسا ہی شدید حملہ اور سیاسی مزاحم سے ایسا ہی معرا تھا جیسے عبرانی رسولوں نے اپنے بت پرست ہمسایوں پر لعنتیں بھیجی تھیں۔ اور انہی لعنتوں کے مثل اس کا بھی مقصود یہ تھا کہ اپنے اہل ملک کو خود اپنے وہاں اس قسم کے بدعتوں کے جاری کرنے کے خلاف جوش دلایا جائے۔ اسے پوری کامیابی ہوئی اس نے اس خوف کا اظہار کر دیا اور اسے اور بڑھایا جو آزاد خیال طبقہ کے اس صاحب جائداد فرقہ میں پیدا ہوا تھا جن کا میلان پہلے بہت کچھ انقلاب کی جانب ہو گیا تھا، اور اگرچہ فاکس ویرک میں پہلے تفرقہ کے موقع بردار العوام کے دھگوں نے فاکس کی جانب ہونے کا اعلان کر دیا مگر "انقلاب" کی ہر ایک نئی زیادتی کے ساتھ عام جذبات کا سیلاب بڑھتا جا رہا تھا اور بہت جلد اس نے مجلس وضع قوانین کو اپنے گرداب میں لے لیا اور وھگ فریق کے بیشتر حصہ کو وزیر کا جانب دار بنا دیا اور صرف فاکس اور اس کے چند باوفا رفقا اس کام کے لئے باقی رہ گئے کہ جنگ کے کورانہ جذبات اور عام بددلی کے آثار کے دبانے میں پٹ کی روز افزوں سختی کے خلاف بیکار اعتراضات کرتے رہیں۔

برک نے انقلاب کے ابتدائی افعال میں سے جس قسم کی زیادتیوں کا اندازہ کر کے، ان پر ملامت کی تھی، وہ دسویں اگست کی شورش کے ذریعہ سے بادشاہی کا تختہ اُلٹ دینے کے بعد بہت ہی صاف و واضح طور پر ہویدا ہو گئیں۔ یہ دسویں اگست کا واقعہ ان لوگوں کا کام تھا جو پیرس والوں کی عمومیت پر حاوی تھے، مجلس کے مقررین اور اس کے فریقانہ سرگروہوں کا یہ کام نہیں تھا، جرانڈ نے اس فتح

سے اپنی فتح کے طور پر کام لینے میں کچھ تامل نہیں کیا تھا، چنانچہ انھوں نے ایک عہدے کے سوا سلطنت کے تمام اعلیٰ عہدے اپنے سرگروہوں کے حوالہ کر دیئے مگر انھیں فوراً ہی یہ معلوم ہو گیا کہ اصلی فرمانروائی کہیں اور ہی مرکوز تھی۔ پیرس کی مجلس کمیون یعنی بلدیہ جس کے ارکان نے انقلاب کے وقت اپنی جگہوں پر قبضہ کر لیا تھا، وہی ایک ایسی انتظامی جماعت تھی جو اپنے احکام کے نفاذ کی قوت رکھتی تھی؛ سلطنت کی وزارتوں میں صرف ایک وزارت ایسی تھی جس کا اثر محسوس ہوتا تھا اور وہ ڈنٹین کی وزارت تھی اور ڈنٹین کو جرانڈیوں نے بادلِ نخواستہ اپنے ساتھ عہدے میں شامل کر لیا تھا۔ ستمبر کے قتلہائے عام سے صاف عیاں ہو گیا کہ جانیوالی مجلس کی بے بسی کس حد کو پہنچی ہوئی تھی۔ اس مجلس سے یہ نہ ہو سکا کہ وہ پانچ دن تک ان قتلوں کو روک دیتی۔ جن لوگوں نے ان قتلوں کی تجویز سوچی تھی اور بقیہ حصص فرانس سے بھی اپنی مثال کی تقلید کی خواہش کی تھی انھیں یہ مجلس عدالت میں نہ لا سکی۔ لیکن مجلس عارضی کے انعقاد کے بعد جرانڈیوں نے جواب اپنے کو جائز حکمراں سمجھتے تھے اور یہ بھول گئے تھے کہ انکا اسطرح برسر اقتدار ہونا شورش کے باعث ہوا تھا، وہ یہ توقع رکھتے تھے کہ وہ دارالصدر کو اطاعت پر مجبور کر دیں گے۔ انھیں نئے ایوان میں بہت بڑی کثرت حاصل تھی۔ فرانس کے تمام بڑے بڑے شہروں میں طبقہ متوسط ان کی تائید پر تھا فریق "ماؤنٹین" میں اولاً صرف پیرس کے وکلا اور چند قوی العزم اشخاص کا ایک گروہ شامل تھا جو ان کارروائیوں کے متعلق کسی قسم کی نکتہ چینی کے سننے کا روادار تھا، جنھیں پیرس کی عمومیت نے انقلاب کے لئے ضروری خیال کیا ہو لیکن وہ مجلس عارضی کے اندر حملہ آور نہیں تھے بلکہ ان پر خود حملے ہو رہے تھے۔ فریق جرانڈ کے مقرروں نے اپنے کو مسلح قوت سے محفوظ کرنے کا انتظار کئے بغیر، یہ کوشش کی کہ بلدیہ پیرس اور بزم گاہوں پر حکمرانی کرنے والے وکلا،

دونوں کو پامال کر دیں۔ انھوں نے ستمبر کے قتلوں کے متعلق بلدیہ پر لعنت ملامت کی، رابسپیر پر یہ الزام لگایا کہ وہ آمر مطلق بن جانے کی فکر میں ہے۔ انھیں حملوں کے دباؤ کی وجہ سے یہ ہوا کہ فریق "موماؤنٹین" نے مجلس عارضی کے اندر اپنی قوت کو مجتمع کر لیا، اور پیرس کے عوام الناس کو اس وقت بادشاہ اور طبقۂ امرا سے جو شدید نفرت تھی اسے انھوں فرقہ جرانڈ کی طرف منتقل کر دیا۔ قوم اور ان لوگوں کے درمیان جو اپنے کو قوم کا سرگروہ سمجھتے تھے جو خلیج واقع تھی وہ اب صاف نظر آنے لگی۔ جرانڈیوں نے اب حسرت کے ساتھ یہ دیکھا کہ وہ ہزاروں بھوکے مزدور جن کی فتح نے انھیں (جرانڈیوں کو) صاحب اقتدار بنا دیا تھا وہ لیٹس اور پلوٹارک کے تصانیف کے جمہورانہ فقروں کے لئے نہیں لڑے تھے بلکہ کسی زیادہ بدیہی شے کے لئے انھوں نے یہ سب کچھ کیا تھا۔ ایک جانب تو مٹھی بھر مقرر و مصنف تھے جو قدیم روما کی فصاحت و بلاغت و امور عامیانہ میں غرق اور حکومت کے اصلی فرائض سے بالکلیہ نابلد تھے اور دوسری جانب پیرس کے وہ عامۃ الناس تھے جنھیں صدیوں کی مطلق العنانی، امتیاز اور قسیسیت نے جو کچھ بھی نہ بنا دیا ہو کم ہے، خونخواری، بے انصافی، کینہ توزی ان کی گھٹی میں پڑ چکی تھی، اور انقلاب کے شایع ہونے کے وقت سے وہ ہر ایک ایسے جذبہ سے زیر و زبر ہو رہے تھے جو عوام کالانعام پر مسلط ہو جاتے ہیں، ترقی کا مفہوم انھوں نے صرف یہ سیکھا تھا کہ صاحب اقتدار کو پامال کر دیا جائے اور اختیار کا حق وہ صرف اسی کو جانتے تھے جو انھوں نے خود عطا کیا ہو۔ جرانڈی اگر با اختیار رہنا چاہتے تھے تو وہ صرف اسی صورت سے ایسا کر سکتے تھے کہ یا صوبوں سے فوجیں بلائیں یا انھیں عوام کے ساتھ متحد الخیال ہو جائیں۔ مگر انھوں نے ان دونوں میں سے کوئی صورت بھی اختیار نہ کی۔ ان کے سامعین صرف مجلس کے اندر اور ان کے مویدین دور و دراز صوبوں میں تھے۔ پیرس جو یوماً فیوماً زیادہ اشتدادپسند ہوتا جاتا تھا، وہ دوسرے ہی انداز کے لوگوں کی

باتیں سنتا تھا، بلدیہ (پیرس) حکومت سے بتقابل پیش آتی تھی۔ فریق ماؤنٹین مجلس کے فرقہ کثیر کے تہدیدات اور طعن و تشنیع کا جواب عوام الناس کے خطرات اور شور و شر کے اظہار سے دیتا تھا۔ عام آدمی جنھوں نے حکومت کے اپنے تغیرات کے بعد صرف یہ فائدہ حاصل کیا تھا کہ ہمیشہ سے زیادہ فاقہ کش و مفلوک ہو گئے تھے، ان کی نظروں میں فرقہ جرانڈ اب صرف یہ معلوم ہوتا تھا کہ ستمگاروں کے سلسلہ کا فرد ہی ہے اور اس فریق کے مدبرین ہی وہ دغا شعار ہیں جو قوم اور حریت کے تمتعات کے درمیان حائل ہیں۔

فریق ماؤنٹین کے سرگروہوں میں ڈینٹن نے یہ کوشش کی کہ ایک مرکزی انقلابی حکومت قائم کی جائے جسے جنگ کے جاری رکھنے کے لیے اختیارات مطلق حاصل ہوں۔ اور اس نے (ڈینٹن) جرانڈیوں پر صرف اس وقت حملہ کیا، جب انھوں نے اس کی تائید کو خود مسترد کر دیا۔ رابسپیئر جس کے ہاتھوں تباہ کاری کے سوا اور کچھ انجام نہیں پایا تھا، وہ ان لوگوں کا مقہور بنا ہوا تھا، جنھیں روسو کے تحریرات نے اس خیال سے بھر دیا تھا کہ فرماں روائی (اقتدار اعلیٰ) کا براہ راست نفاذ خود قوم کی جانب سے ہونا چاہیے۔ بادشاہ کے مقدمہ کے دوران میں یہ ہوا کہ فرقہ جرانڈ کو پہلی مرتبہ یہ اعتراف کرنا پڑا کہ وہ پیرس کی عمومیت کے مطیع ہیں۔ جرانڈی دل میں یہ چاہتے تھے کہ بادشاہ کو بچالیں، انھوں نے اس کی موت کے لئے اس امید میں رائے دی کہ پیرس میں اپنا اثر قائم رکھیں اور اس الزام سے اپنے کو پاک کرلیں کہ انقلاب کے معاملہ میں وہ بیدل سے ہیں۔ مگر یہ قربانی جس درجہ خلاف عزت تھی اسی قدر بیکار بھی ثابت ہوئی عامۃ الناس اور فریق ماؤنٹین نے اس قتل کو اس کے صحیح معنی میں لیا یعنی اسے انھوں نے خود اپنی فتح قرار دیا۔ متعدد تجاویز اس غرض سے پیش کئے گئے کہ دولتمندوں کو نقصان پہنچاکر غربا کا انتظام کیا جائے۔ جرانڈ جواب مجبور ہو کر املاک کے حامی بن گئے تھے انھیں اب اس

ہلاک کن الزام سے سابقہ پڑا کہ انہوں نے قوم کے معاملہ کو چھوڑ دیا ہے، اور اس وقت کے بعد سے سوائے کامیاب غیر ملکی جنگ کے اور کوئی شئے ان کے فریق کو تباہی سے نہیں بچا سکتی تھی۔ انھیں کامیابی کے بجائے سہل انگاری، تباہی اور غداری کا منھ دیکھنا پڑا۔ فلینڈرز کی فوج آذوقہ و سامانِ جنگ نہ ہونے کی وجہ سے جنوری اور فروری میں بیکار پڑی رہی اور ڈوموریا نے ہالینڈ کے خلاف مہم کا آغاز کیا ہی تھا کہ اسے اس خبر سے واپس آنا پڑا کہ آسٹروی ماسٹرکٹ میں اس کے نائب مرانڈا پر جا پڑے ہیں اور فرانسیسی فوج کو اپنے سامنے سے بھگائے چلے جا رہے ہیں۔ پس بروسلز کے سامنے جم

ڈوموریا کی شکست اور غداری، مارچ۔ ۱۷۹۳ء

کر لڑنے کے لئے ڈوموریا واپس آگیا، اور اس نے (۱۸ر مارچ کو) مقام نیر ونڈن میں آسٹریوں پر حملہ کر دیا مگر اسے پسپا ہونا پڑا۔ یہ پسپائی فی نفسہٖ تو کچھ ایسی قابل لحاظ نہ تھی مگر ایک ایسی فوج کی قوتِ انضباط کو تباہ کر دینے کے لئے کافی تھی جو زیادہ تر نئے سپاہیوں اور "قومی محافظوں" پر مشتمل تھی[عله]۔ اسکی

عله وان سیبل، جلد دوم-۲۵۹۔ تھیوگٹ: "خفیہ مراسلات" Vetrauliche Briefe جلد اول، ۱۷-۱ خطوط از بروسلز۔ ۲۳ر مارچ، دفاتر:۔ فلینڈرز، جلد ۲۲۲۔ "سوار ہر جانب حرکت کر رہے ہیں، چنانچہ ہمیں توقع یہ ہے کہ کل وہ یہاں پہنچ جائیں گے۔ فرانسیسی فوجیں جو سب سے آخر میں یہاں آئیں ہیں، اور جن میں زیادہ تر برچھیوں سے مسلح کسان ہیں، ان میں سے اکثر وطن کو واپس ہو رہی ہیں"۔ چوبیس مارچ۔ "اس وقت ہم توپوں کی آواز سن رہے ہیں۔ فرانسیسیوں نے شہر میں اسی وقت یہ پکڑوا دیا ہے کہ جو درزی فوج کے لئے کوٹ تیار کر رہے ہیں وہ سلے یا بے سلے جس حالت میں ہوں لے آئیں اور فوراً انھیں قیمت ادا کر دی جائے۔ .... وہ توپ کی آوازوں کو فرو کرنے کے لئے نقارے بجا رہے ہیں۔ شہر میں جیسی ابتری برپا ہے آپ اس کا تصور بھی نہیں کر سکتے ...... اس وقت چار آسٹروی سامنے سے گزرے

شکست نے فلینڈرز کو آسٹریوں کے لئے کھلا چھوڑ دیا مگر ڈوموریا کا منشا یہ تھا کہ وہ جمہوریت پر اس سے بدرجہا زیادہ سخت ضرب لگائے۔ بادشاہ کے قتل کے بعد سے وہ انتہا پسندوں سے علانیہ دشمنی کا اظہار کر رہا تھا اس لئے اب آسٹروی سپہ سالار کے سامنے یہ تجویز پیش کی کہ مجلس عارضی پر حملہ کرے اور فرانس میں دوبارہ بادشاہی کے قائم کرنے میں وہ اس کے ساتھ شریک ہو جائے۔ ڈوموریا کی غداری کا پہلا وعدہ یہ تھا کہ مجلس عارضی نے اس کے لشکرگاہ میں جو تین کمشنر بھیجے تھے انھیں حوالہ کردے۔ اور دوسرا وعدہ یہ تھا کہ کانڈی کے قلعہ کو حوالہ کردے مگر ڈوموریا نے فوج پر اپنے اثر کا اندازہ غلط کیا تھا، اس سے زیادہ صاف طینت کے لوگ یہ جانتے تھے کہ جو سپہ سالار غیر ملکیوں سے سازش کرے اس کے ساتھ کیا برتاؤ کرنا چاہئے۔ ڈوموریا کے احکام کی پروانہ کی گئی، خود اس کے حرکات پر نظر رکھی گئی۔ اور وہ آسٹروی صفوں میں اس طرح بھاگتا ہوا پہنچا کہ اسی کے سپاہی اس پر فیر کر رہے تھے۔ تقریباً بیس افسر اور آٹھ سو سپاہی اس کے ساتھ دشمن سے جا ملے۔

شمال و مشرق میں شکست لاونڈی کی بغاوت، مارچ ۱۷۹۳ء

ڈوموریا کی شکست و غداری نے آسٹروی فوج کو شمالی سرحد پر پہنچا دیا۔ تقریباً اسی زمانہ میں پیلیٹنیٹ میں کسٹائن بھی دب گیا تھا اور گزشتہ موسم خزاں کے فتوحات باستثنائے مینز، اسی تیزی سے نکل گئے جس تیزی سے حاصل ہوئے تھے۔ کسٹاین مینز کی مدافعت سترہ ہزار

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) جن کے سر پاش پاش ہو گئے تھے اور ان میں سے ایک کی آنکھ بھی پھوٹ گئی تھی۔ فرانسیسی بندرگاہ اندرلکٹ کی طرف سے واپس ہو رہے ہیں۔" آسٹنڈ، ۴ اپریل، "آج دو بجے کے قبل (۲۵) آسٹروی سوار شہر میں داخل ہوئے اور اہل شہر شجر حریت کے جلانے میں مشغول تھے۔"

قلعہ گیر فوج کے اوپر چھوڑ کر خود ہسنبرگ کے خطوط پر ہٹ آیا۔ جمہوری فوجوں میں اب یہی قلعہ گیر سپاہ ایک ایسی فوج رہ گئی تھی جس نے اپنی شہرت کو قائم رکھا تھا۔ خود فرانس میں خانہ جنگی برپا ہوگئی۔ لاوندی ایک ایسا ضلع تھا جس میں بڑے بڑے قصبات بالکل نہ تھے اور اس پر نہ تو انقلاب کی پیدا کردہ خرابیوں کا کچھ ایسا اثر پڑا تھا اور نہ وہ ان امیدوں سے کچھ متاثر ہوا تھا جن سے بقیہ فرانس جوشزن تھا، یہ ضلع دیہاتوں کے ان قسیسوں کے اخراج پر غضبناک تھا جو مجلس عارضی کی حلف نہ لینے کی وجہ سے نکال دئے گئے تھے۔ فروری ۱۷۹۳ء میں جب مجلس عارضی نے تین لاکھ سپاہ بھرتی کرنے کا حکم دیا تو اس سے لاوندی کے یہ سیدھے سادے باشندے بغاوت پر آمادہ ہو گئے۔ کیونکہ ان لوگوں کو اپنے دیہاتوں سے باہر کی کچھ فکر نہ تھی اور وہ اپنے مکانوں کو چھوڑ کر جانے کے بجائے خود اپنے اہل ملک سے لڑنے کو مرجح سمجھتے تھے۔ اہل مذہب اور حامیان شاہی نے دہاتوں کی ان شورشوں کو بھڑکا کر انھیں نہایت ہی سخت مذہبی جنگ بنادیا۔ لاونڈی کے کاشتکاروں کے پاس سلاح جنگ اگرچہ بہت ہی کم تھا اور ان کی عادت یہ تھی کہ جنگ کے ختم ہونے کے بعد ہی اپنے گھروں کو واپس آجاتے تھے مگر حملہ کرتے وقت انھوں نے خود کو ایک مہیب سپاہ ثابت کردیا۔ اور حکومت نے ان کے خلاف جو نیم تربیت یافتہ دستے بھیجے تھے انھیں کاٹ کر رکھ دیا۔ شمال کی جانب سے اب فرانس پر آسٹریوں کے ساتھ ہی ساتھ انگریز بھی حملہ کر رہے تھے۔ اتحادیوں نے کانڈی اور ولنسیر کا محاصرہ کر لیا اور فرانسیسی فوج کو بے ترتیبی کے ساتھ قیمرس کی طرف پیچھے ہٹادیا۔ ہر ایک شکست پیرس میں جرانڈ کی حکومت پر ایک نئی ضرب کا حکم رکھتی تھی۔ خارجی اور خانگی جنگ سے تباہی پر تباہی برپا ہوتی جارہی تھی اور جرانڈیوں نے جس سپہ سالار کو جمہوریت کی مدافعت تفویض کی تھی اُس نے دغا کر کے علانیہ اس جمہوریت کو دشمن

کے ہاتھ میں دے دیا تھا۔ ان بناؤں پر دارالصدر میں بہت آسانی کے ساتھ اس فریق کے خلاف غیظ و غضب مشتعل کر دیا گیا جس پر فرانس کی تمام مصیبتوں کا الزام عاید تھا، ایک جبری قرضہ کی مقاومت میں طبقات متوسطہ کی تہدید آمیز حرکت نے اس کشمکش میں عجلت پیدا کر دی۔ جرانڈیوں پر یہ الزام لگایا گیا کہ انھوں نے جمہوریت کی فوجوں کو ان کے عین فتوحات کے درمیان میں روک لیا، سرحدوں کو دشمنوں کے لئے کھلا چھوڑ دیا، لاونڈی میں خانہ جنگی برپا کر دی۔ ۳۱ مئی کو ایک پُرغضب انبوہ نے مجلس عارضی پر حملہ کر دیا۔ دو دن بعد فرانس کے نمایندوں کو کمیون کی مسلح فوجوں نے گھیر لیا، فریق جرانڈ کے چوبیس سربرآوردہ ارکان محبوس کر لئے گئے اور فریق ماؤنٹین کی فتح تکمیل ہو گئی [1]

خانہ جنگی۔ مجلس حفاظت عامہ

فرانس کی حالت جو پہلے ہی سے نازک ہو رہی تھی اب بالکل مایوس کن ہو گئی وجہ یہ ہوئی کہ جرانڈی قید سے بھاگ نکلے اور انھوں نے صوبجات کو پیرس کے خلاف مسلح ہو جانے کے لئے اُبھارا، نارمنڈی، بورڈو، مارسیلز، لینز، سب کے سب فریق ماؤنٹین کے خلاف بغاوت پر آمادہ ہو گئے اور جنوب و مغرب کے حامیان شاہی بھی اس خانہ جنگی میں شریک ہو گئے جس سے انہیں خود اپنا نفع حاصل کرنے کی توقع تھی، مگر اب فرانس میں ایک ایسی حکومت صورت پذیر ہو گئی تھی جو ان غیر معمولی خطرات سے عہدہ برآ ہونے کے لئے خوب ہی موزوں تھی۔ یہ حکومت کی ایک ایسی صورت تھی جس میں ۱۷۸۹ء کے آئینی میلانات کا کچھ بھی پتہ نہ تھا، یہ حکومت ایسے وقت میں عالم وجود میں آئی تھی جب تصادم کی شدّت نے انقلاب کے ابتدائی توقعات و مساعی کو پس پشت ڈال دیا تھا، ابتدائی دو مجلسوں میں یہ ایک مسلمہ اصول تھا کہ حکومت پر نمایندگان قوم

[1] مارٹھر ٹھرناکس۔ جلد ہفتم۔ صفحہ ۴۱۲۔

کا اقتدار ہونا چاہیئے، مگر عاملانہ اختیارات کو وہ خود اپنے ہاتھ میں نہ لیں۔ دسویں اگست کے زوال شاہی کے بعد وزرا اگرچہ اب بھی نیابتی جماعت سے امتیازی طور پر اختیارات پر قابض تھے، تاہم مجلس عارضی نے خدمات ملکی کی مختلف شاخوں کے لئے جو کمیٹیاں (مجلسیں) مقرر کی تھیں وہ وزیروں کی روک ٹوک کرنے لگی تھیں اور اب مارچ ۱۷۹۳ء میں، جنگ کے روز افزوں مشکلات کا تدارک کرنے کے لئے ایک مجلس "حفاظت عامہ" کے نام سے مقرر کی گئی، اور اسے یہ فرض تفویض ہوا کہ نظم و نسق ملک پر عام نگرانی عمل میں لائے۔ لیکن اور مجلسوں کی طرح اس مجلس میں بھی جرانڈیوں کو غلبہ حاصل تھا مگر اس مجلس میں جو پچیس ارکان کی شمولیت ایسی تھی جس سے یہ کثیر التعداد جماعت موثر طریق پر کام نہیں کر سکتی تھی۔ فریق ماؤنٹین کی ترقی پذیر فوقیت نے وہ اجتماعی قوت پیدا کر دی جس کی ان وقتوں میں ضرورت تھی۔ اپریل میں مجلس کی تعداد دس ارکان تک گھٹا دی گئی۔ اور اسی صورت میں یہی مجلس آخر الامر اعلیٰ مرکزی قوت بن گئی۔ لیکن لینز میں بغاوت ہو پڑنے کے بعد یہ ہوا کہ مجلس ڈینٹن کے اثر کے بجائے رابسپیر کے اثر میں آ گئی اور اس نے ہول و تخویف کا وہ اصول اختیار کیا جس نے اس کی حکمرانی کی یاد کو تاریخ کی بدترین یادوں میں سے ایک یاد بنا دیا ہے۔

ان کا اقتدار برابر بڑھتا گیا۔ ارکان نے حکومت کے تمام اہم شعبوں کو آپس میں تقسیم کر لیا۔ ایک رکن فوج کا، دوسرا بیڑے کا اور تیسرا معاملات خارجہ کا ناظم بن گیا، ہر ایک کارروائی کو تین ارکان کے دستخط سے عملاً قانون کی قوت حاصل ہو جاتی تھی کیونکہ مجلس عارضی رپورٹوں (یادداشتوں) کو لامحالہ قبول کرتی اور اسی کے موافق رائے دیتی تھی۔

مجلس عارضی کے کمشنر (مامورین)

ادھر تو مجلس بحیثیت اعلیٰ جماعت حکمراں کے احکام نافذ کرتی تھی اُدھر فریق ماؤنٹین کے ارکان میں سے نہایت ہی مستعد کار ارکان دو دو تین تین کی جماعت میں تمام فرانس میں پھیل گئے اور ان کا لقب مامورین مجلس عارضی

قرار پایا، اور ان کے اختیارات تمام مقامی حکام کے اختیارات سے فایق وبرتر قرار دئے گئے۔ ابتداءً ان کا تقرر اس غرض سے ہوا تھا کہ مارچ میں مجلس عارضی نے جس فوج کی بھرتی کا حکم دیا تھا اس میں عجلت کریں مگر بتدریج اُن کے اختیارات نظم ونسق کی تمام وسعت پر حاوی ہو گئے۔ ان کی مرضی حتمی وقطعی تھی اور ان کا اختیار سب سے اعلیٰ وبرتر تھا۔ جہاں صوبوں کے مشیر کار یا بلدیہ کے عہدہ دار خود اعلیٰ درجہ کے انتہا پسند تھے وہاں ان مامورین نے ان مقامی کلوں سے کام لیا اور جہاں مامورین کو ان لوگوں کے اصول کی طرف سے شبہ ہوا وہاں انھیں پھانسی پر بھیج دیا، اور جو وسیلہ بھی ہاتھ آسکا اسی ذریعہ سے خود اپنے احکام نافذ کرنے لگے۔ انھوں نے سپہ سالاروں تک کو نالایق قرار دے کر انھیں برطرف کر دیا یہاں تک کہ ان مامورین میں سے ایک نے سمندر میں بیڑے کی نقل وحرکت کے لئے خود ہدایتیں دیں۔ فوجی معاملات میں ان مامورین کی دخل دہی اور ان کی پیدا کردہ تضیع وابتری سے جو نقصان ہوتا تھا اس کا ضرورت سے زیادہ بدل اس طرح ہو جاتا تھا کہ جنگ کی ہر طرح کی تیاریوں میں زور پیدا ہو گیا اور اغراض ومقاصد میں اتحاد قائم ہو گیا تھا، اور ان لوگوں نے بیدریغ خونریزی سے اتحاد مقصد کو فرانسیسیوں کے ہر ایک مجمع میں جاری وساری کر دیا۔

مگر افراد میں کتنی ہی مستعد کاری کیوں نہ ہوتی وہ عمومی تنظیم کی تائید کے بغیر اس قسم کی امارت مطلق قائم نہیں رکھ سکتے تھے۔ تمام فرانس میں انقلابی حکومت کا ایک نظم برپا ہو گیا، جس نے تمام موجودہ تنظیمات کو اسی طرح مغلوب کر دیا جس طرح مجلس عارضی کے

۱۷۹۳ء کا مقامی انقلابی نظم

مامورین نے تمام موجود الوقت مقامی اختیارات کو دبا دیا تھا۔ مقامی انقلابی نظم ونسق میں ایک مجلس، ایک بزمگاہ اور ایک عدالت

ہوا کرتی تھی۔ اکیس ہزار کمیونوں میں ہر کمیون میں قوم کی طرف سے بارہ شخصوں کی ایک مجلس منتخب ہوتی تھی اور ہول و تخویف کے دَور نے جب جڑ پکڑ لی تو مجلس عارضی کی طرف سے ان مجلسوں کو گرفتاری و قید کے اختیارات بلا کسی حصر کے عطا کر دئے گئے عام جوش بزمگاہوں کے ذریعہ سے قائم رکھا جاتا تھا، جہاں کاشتکار و مزدور اپنی دن کی محنت ختم کر کے جمع ہوتے اور انقلاب کے فتوحات پر شور تحسین اور اس کے دشمنوں پر آواز و نفرین بلند کیا کرتے تھے۔ ایک عدالت جسے حیات و ممات پر حاکمانہ کارروائی و اختیارات حاصل تھے، ہر ایک بڑے قصبہ میں نشست کرتی، اور ان قیدیوں پر فیصلے صادر کرتی تھی جنھیں قرب و جوار کے ضلع کی مجلسیں اس کے روبرو بھیجتی تھیں۔ یہ تھی ۱۷۹۳ء کی حکومت، یہ ایک غیر محدود اختیارات کی جماعت عاملانہ تھی جو ایک ہی مجلس کے ارکان میں سے لی گئی تھی اور محفلوں اور بزمگاہوں کے ذریعے سے اسے قوم کے غریب ترین لوگوں سے براہ راست تعلق ہو گیا تھا۔ اغراض کا وہ توازن جس سے آئینی نظم اور حیات و حریت اور ملکیت کی وہ طمانیت پیدا ہوئی ہے جو ہر ایک مسلمہ معاشری ترتیب کا جوہر اصلیہ ہے، فرانس، میں اس وقت اس توازن کا کہیں وجود بھی نہیں تھا۔ ایک غرض یعنی انقلاب عام کی حمایت ایک ایسا قانون بن گیا تھا، جس کے سامنے تمام دوسرے قوانین گرد ہو گئے تھے۔ تمام فرانس کو ایک محصور قصبہ کے مثل سمجھ کر حکومت نے یہ فرض اپنے اوپر عائد کر لیا تھا کہ ضروریات زندگی کے فروخت و قبضہ کی نگرانی کے متعلق قوانین وضع کر کے غریب ترین طبقات کے لئے صورت بسر اوقات مہیا کر دے۔ غلہ اور دوسری ضروریات کی قیمتیں معین کر دی گئی تھیں، اور جب اس کی وجہ سے تاجر اور غلہ پیدا کرنے والے

۱؎ بیریٹ سنٹ برکس۔ انقلابی عدالت Lajustice Revolution naine

تمہید

اپنا مال بازار میں لانے سے رُکے تو مامورین مجلسِ عارضی کو یہ اختیار دیدیا گیا کہ وہ فی ایکڑ زمین کے لئے ایک معینہ مقدار غلہ کا مطالبہ کریں۔ اس طرح املاک بھی ان لوگوں کے تابع فرمان ہو گئے جو سیاسی امتیاز کو مطلق العنانہ طور پر پہلے ہی سے عمل میں لارہے تھے۔ برک نے کہا تھا کہ" فرانس کی حالت بالکل ہی سادہ ہے، اس میں صرف دو انواع ہیں ایک ظالم دوسرے مظلوم۔ اس کا کچھ فائدہ نہیں ہے کہ اس زمانہ کی سفاکانہ واحمقانہ ستمگاریوں کو مجلس عارضی کے عظیم الشان تشریعی منصوبوں کی مدح سرائیوں کے ذریعہ سے کم کر کے دکھایا جائے یا اس شدید ضرورت کا عذر پیش کیا جائے کہ ملک پر ہر جانب سے غیر ملکیوں نے حملہ کر دیا تھا یا وہ خانہ جنگی سے پارہ پارہ ہو رہا تھا۔ اس دور ہول اور تخویف کا حال جتنا ہی زیادہ معلوم ہوتا ہے اتنا ہی زیادہ یہ تصویر نفرت انگیز ذلیل ومکروہ نظر آنے لگتی ہے۔ جو فرقہ فرانس پر حکمران تھا، فرانس ان کی جفاکاریوں کی وجہ سے نہیں بچا بلکہ مستعد کاریوں کی وجہ سے بچا۔ یہ کہنا کچھ مبالغہ نہ ہوگا کہ جمہوریت کی فوج اگر تباہ ہو جاتی تو فرانس کے سرحدی صوبے اس سے علیحدہ ہو جاتے، اور قدیم دور حکومت کا ایک سایہ سا پھر قائم ہو جاتا تو اس سے یورپ کی ترقی کے معاملہ کو وہ نقصان پہنچتا جو خوف و دہشت کے ان روایات کی وجہ سے پہنچ گیا جنھوں نے آئندہ پچاس برس تک لوگوں کے دلوں سے اس خیال کو جدا نہ ہونے دیا کہ قائم شدہ اقتدار پر قوم کی فتح کے کیا معنی ہیں۔

فرانس میں تباہیاں مارچ تا ستمبر ۱۷۹۳ء

انقلابی تنظیم ۱۷۹۲ء کے موسم خزاں تک اپنے پورے زوروں پر پہنچی اور یہی وہ زمانہ تھا جب فرانس کے توقعات بدترین حد کو پہنچ گئے تھے۔ کسٹائن کو السا س سے بلا کر شمال کی فوج کی کمان سپرد کی گئی تھی مگر اس نے اس فوج کی انضباطی حالت کو ایسا ابتر پایا کہ وہ اس

قابل بھی نہ تھا کہ جن قلعوں کو اتحادیوں نے محصور کر رکھا تھا ان کے خلاص کی کوشش کرتا۔ کانڈی نے ۱۰ر جولائی کو آسٹریوں کی اطاعت کرلی اور ولینسنر نے دو ہفتہ بعد خود کو ڈیوک یارک کے حوالہ کر دیا۔ مشرق جانب میں بھی جنگ میں فرانسیسیوں کی قسمت اس سے بہتر نہ تھی۔ مینز کی محاصرہ کرنے والی پرشیاوی فوج پر جو حملہ کیا گیا وہ بالکلیہ ناکام رہا اور ۲۳ر جولائی کو یہ عظیم الشان قلعہ جس کا وسط اپریل سے محاصرہ ہو چکا تھا، پھر جرمانیوں کے ہاتھ میں چلا گیا۔ ہر جانب یہ معلوم ہوتا تھا کہ جمہوریہ اپنے دشمنوں کے سامنے پست ہوتی جارہی ہے۔ اس کے سرحدی مدافعات فتحمند آسٹریوں اور انگریزوں کے سامنے بیکار ہوتے جاتے تھے۔ برنسوک فتح شدہ مینز سے الساس پر بڑھنے کے لئے تیار تھا۔ لینز اور ٹولوں میں بغاوت برپا تھی۔ لاوندی ان فوجوں کا قبرستان بن چکا تھا جو اسے زیر کرنے کے لئے بھیجی گئی تھیں۔ تباہی کے اس نازک و خطرناک موقع پر پہنچ کر یہ ہوا کہ مجلس عارضی نے اٹھارہ برس سے پچیس برس تک عمر کے فرانس کے تمام مردوں کو حکومت کی مرضی کے تابع قرار دے دیا اور کل ملک کو ایک عظیم الشان لشکرگاہ اور سلاح خانہ جنگ میں منتقل کر دیا۔ اور اس وسیع سامان کو ترتیب و تنظیم کی حالت میں لانے کے لئے قوت ارادی کی بھی کمی نہیں تھی۔ انجنیروں کے افسر کارنٹ کے مجلس حفاظت عامہ میں شامل کر لینے سے فرانس کا فوجی انتظام ایک ایسے شخص کے ہاتھ میں آگیا جس نے اگر خدمات جنگ کے ماہر ہونے کی حیثیت سے نہیں تو صاحب تنظیم ہونے کی حیثیت سے خود کو بہت جلد تمام یورپ میں بے نظیر و بے مثال ثابت کر دیا۔

اتحادیوں میں سے ہر ایک کا اپنے اپنے جداگانہ مقصد کے درپے ہونا

باایں ہمہ، فرانس کے بچ جانے کا باعث خود اس کی حکومت کی مستعد کاری سے زیادہ اتحادیوں کے آپس کے مناقشات اور ناقص حکمت عملی کی وجہ سے ہوا۔

اتحادی اس جنگ کے جاری رکھنے کا جو مقصد ظاہر کرتے تھے یعنی فرانس میں ایک پرامن حکومت کا قائم کرنا وہ مقصد، توسیع ممالک کی تجاویز سے جنھیں منصفانہ تاوان کے حصول کے نام سے مشہور کیا جاتا تھا، مغلوب ہو گیا تھا۔ ایک طرف پرشیا اس خیال پر جمی ہوئی تھی کہ شہنشاہ کو بلجیم کے عوض بویریا کو نہ لینے دے اور اس نے خود اپنی فوجوں کو دریائے رائن پر بیکار کر رکھا تھا[1]، دوسری طرف آسٹریا پٹ کی وزارت کی کامل پسندیدگی کے ساتھ شمالی فرانس میں بعض اقطاع ملک اور نیز السایس کے الحاق کی دعویدار تھی، اور کانڈی کے فتح کردہ شہر کے ساتھ آسٹروی مملکت کا سا سلوک کر رہی تھی[2] اس وقت

علہ شاہ پرشیا کو یہ سمجھا دیا گیا ہے کہ اس تبادلہ کے عمل میں آجانے میں اس کے خاندان کی تباہی مضمر ہے، اور اس سے زیادہ تکلیف یہ ہے کہ اس نے اس کے عمل میں آنے کے متعلق جو مشروط رضامندی ظاہر کر دی ہے، اس سے وہ مجبور ہو گیا ہے کہ بزور شمشیر اس کی مخالفت نہ کرے۔ اس لئے میونخ سے کوئی افسوس خبر بھی ایسی آجاتی ہے جس سے اس خوف کی تجدید ہوتی ہو تو اس سے ایک نیا اثر پیدا ہو جاتا ہے جسے فوراً محو کر دینا میرے لئے دشوار ہوتا ہے۔" لارڈ یارمتھ از لشکر گاہ پرشیا، ۱۲ر اگست ۱۷۹۳ء دفاتر، افواج در جرمنی، ۲۳۴۔ اصلی ناظم مارکویس، لہوسینی ہر طرح کے اخراجات اور فوج کی ہر طرح کی کوشش سے پہلو بچانا چاہتا ہے۔ اس کی خواہش یہ ہے کہ جنگ کا تمام بار آسٹریا اور دیگر دول متحدہ پر ڈال دے اور دربار وائنا جو انتظامات کرنا چاہتا ہے اس میں اور مشکلات پیدا ہو جائیں۔ مجھے اس کے سوا اس کا اور کوئی مقصد نظر نہیں آتا۔ فرانس کی قوت کے کم کرنے کی اسے کوئی خواہش نہیں معلوم ہوتی اور نہ یہ محسوس ہوتا ہے کہ اس ملک کی رایوں اور اصولوں کے برباد کرنے کا اسے کچھ خیال ہے۔" الجن، ۱۷ر مئی۔ دفاتر: فلینڈرز جلد ۲۲۲۔

عـه۔ آکلینڈ، جلد سوم۔ ۲۴ تھوگٹ، خفیہ مراسلات، جلد اول۔ ۱۳ گرنیول بنام ایڈن، ۷ر ستمبر ۱۷۹۳ء دفاتر آسٹریا جلد ۳۴۔ ایک نہایت ہی اہم تاریخی دستاویز جس میں انگلستان و آسٹریا کے درمیان محالفہ کے اصول مدون ہوئے ہیں۔ آسٹریا

کے بعد سے شمالی فوج کی تمام کارروائیوں کی غرض سرحدی ممالک کے حصول کی جانب منعطف تھی، جمہوری فوجوں کے تعاقب و انہزام کا کچھ خیال نہ تھا۔ جنگ علانیہ طور پر مدافعت کی جنگ کے بجائے حصول غنائم کی جنگ بن گئی تھی۔ یہ ایک ایسا تغیر تھا جو ان بے غرضانہ دعاوی پر خندہ زن تھا جن کا صور پھونکتے ہوئے متحالفین نے ہتیار اُٹھایا تھا۔ اپنے فوجی نتائج کے اعتبار سے یہ تغیر بالکلیہ تباہ کن ثابت ہوا۔ فرانس میں فوجوں کی جو بے اندازہ بھرتی شروع ہو گئی تھی، اسے دیکھتے ہوئے انجام کار میں فرانسیسیوں کی فتح یقینی معلوم ہوتی تھی اور حلفا کے لئے اگر کوئی امید تھی تو یہی کہ پیرس کی جانب عاجلانہ کوچ کر دیں مگر انھوں نے تفرقہ اور تعویق کو انتہا تک پہنچا دینے کو ترجیح دی۔ ان کی متحدہ فوجوں نے جوں ہی کسٹائن کو فیمرس کے قلعہ سے ہٹایا، معاً انگریزی سپہ سالار اپنی فوجیں لے کر ڈنکرک کے محاصرہ کو چلا گیا اور آسٹروی شاہزادہ کوبرگ کے تحت میں کیمبرے اور کوینائے کو گھیر لینے کے لئے روانہ ہو گئے۔ اس طرح حملہ آوروں کا خط جنگ رود بار سے سرحد الساس کے قریب لینڈاو میں برنسوک کی چوکیوں تک پہنچ گیا۔ اصل فوجیں ایک دوسرے

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) اگر بوریہ کے تبادلہ کو ترک کر دے تو وہ حدود ندرلینڈز، الساس و لورین اور سرحد فرانس کے عین متصلہ حصص میں الحاقات کا دعویٰ کر سکتی ہے۔ انگلستان کے تاوان فرانس کے بیرونی مستقرات و مستعمرات پر ڈالنا چاہئے .... اعلیحضرت کو اس سے دلچسپی ہے کہ وہ یہ دیکھیں کہ خاندان آسٹریا فرانس کی سرحد پر حصول ممالک سے خود کو مستحکم کرے، اور شہنشاہ کو چاہئے کہ وہ فرانس سے باہر اس ملک کے بحری و تجارتی وسائل کی تباہی ترقی کو خوشی سے گوارا کریں" اس کاغذ کے موجود ہوتے ہوئے یہ دعویٰ نہیں کیا جا سکتا کہ چند ابتدائی مہینوں کے بعد ۱۷۹۳ء کی جنگ انگلستان کے لئے محض ایک مدافعتی جنگ تھی۔ اگرچہ اس میں شک نہیں کہ تاوان کے متعلق پٹ کا خیال اپنے دشمن کے تجاویز کے مقابلہ میں عادلانہ و معتدلانہ تھا۔

سے بے تعلق ہو گئیں اور رسل و رسائل کے جاری رکھنے کے لئے جو دستے متعین کئے گئے اس سے ان کی قوت گھٹ گئی۔ فرانسیسی اندرونی حلقہ میں قائم تھے، اور اس سے ان کو جو نفع تھا اسے کارنٹ اچھی طرح سمجھتا تھا اور مجلس کی تمام کارروائیوں کی روح رواں اب کارنٹ ہی تھا۔ استقامت و پابندی میں فرانس کے نئے سپاہی جرمنی کی تربیت یافتہ فوجوں کے مدمقابل نہیں تھے مگر ان کی آمد نامتناہی تھی اور کارنٹ جانتا تھا کہ جب کافی تعداد میں ان کا بار دشمن پر پڑیگا تو ان کی ہمت اور ان کا جوش ان کی ناتجربہ کاری کی تلافی کر دے گا۔ فروری سے اگست تک متحدین کی کامیابیوں میں رخنہ نہیں پڑا تھا مگر اب انھیں کبھی فتح ہوتی تھی اور کبھی شکست۔ حملہ کا سیل پہلے تو آہستگی و مضبوطی کے ساتھ ہٹایا گیا۔ اور پھر فاتحانہ پیش قدمی کے سامنے بالکل پلٹا دیا گیا۔

پہلی ضرب برطانی سپہ سالار پر پڑی۔ فرانس کی شمالی فوج سے جو حصے الگ کئے جاسکتے تھے وہ اتنے کافی نہ تھے کہ یارک کو ڈنکرک کے سامنے سے ہٹادیں مگر دریائے موسیل پر کچھ فوجیں اس دشمن پر نظر لگائے ہوئے تھیں جس کا آگے بڑھنا متوقع نہ تھا اور مجلس نے اس امر میں کچھ پس و پیش نہ کیا کہ فرانس کے اس حصہ کو پرشیاوی حملہ کے لئے کھلا چھوڑ دے تاکہ شمال میں ایک کاری ضرب لگا سکے۔ قبل اس کے کہ دشمن کو اس نقل و حرکت کا پتہ چلے کارنٹ نے تیس ہزار آدمی مز سے دو بار انگلستان کی جانب منتقل کر دیے، اور ستمبر کے پہلے ہفتہ میں ہوشارڈ نے دوچند تعداد کے ساتھ اس جرمانی سپاہ پر حملہ کر دیا جو یارک کے لئے حجب کا کام دے رہی تھی۔ جرمانی، ڈنکرک کی طرف سے ہٹا دیے گئے اور یارک نے خود اپنی فوج کو تباہی سے صرف اس طرح بچایا کہ بعجلت

یارک کا ڈنکرک سے ہٹایا جانا۔ ۸ ستمبر

تمام محاصرہ اٹھا لیا اور اپنا بھاری توپ خانہ وہیں چھوڑ دیا۔ لیکن فرانسیسیوں کی اس فتح کے بعد کچھ اچھا کام نہ ہوا ہوشارڈ انقلابی عدالت کے روبرو بھیجا گیا اور اسے اپنی غلطیوں کے لئے اپنا سر دینا پڑا۔ کسٹاین اس سے پہلے ہی منیز اور ونسینز کے نکل جانے کے لئے بیجا الزام پر زندگی سے ہاتھ دھو چکا تھا۔

سپہ سالاری کا قوم کے لوگوں کو دیا جانا۔

فرانس کے لئے یہ کوئی غیر اہم تغیر نہ تھا کہ کسٹائن اور ہوشیارڈ کے جانشینوں کو احکام سپہ سالاری مجلس "محافظت عامہ" کے ہاتھوں سے ملے۔ دور ہول و تخویف کے ہموار کن اصول کا اثر فوجی کارروائی میں اور کم و بیش صرف اسی میں باقی رہا۔ اس اصول کی بنا پر جس طرح لوگوں کی گردنیں ماری گئیں اس سے صرف وہشت و رجعت قہقری پیدا ہو گئی، اس کی وجہ سے جائدادوں کی جو ضبطیاں ہوئیں وہ بہت جلد بدل دی گئیں مگر جن لوگوں نے فریق جرانڈ کو مغلوب کیا تھا، ان کا ایک مکمل عمومی فوج پیدا کر دینے کا کام ایسا تھا جس نے فرانس میں معاشری مساوات کو نہایت ہی پرزور و دیرپا حرکت دے دی۔ انقلاب کے ابتدائی سپہ سالار قدیم دور حکومت کے عہدہ دار تھے، اور چند مستثنیات کے سوا یہ لوگ امیر خاندانوں کے افراد تھے جو کسٹائن کے مانند اس وقت عوام کی جانب میں شریک ہو گئے تھے، جب ان کے اکثر رفقا ملک کو چھوڑ کر چلے گئے تھے۔ ان سپہ سالاروں کا تعلق فریق جرانڈ کے مدبروں کے ساتھ تھا اور وہ بھی اس فریق کی زوال کی لپیٹ میں آ گئے تھے۔ فریق ماؤنٹین کی فتح سے کچھ دوسرے ہی طرز کے لوگ فوجوں کے سپہ سالار ہو گئے۔ مجلس "محافظت عامہ" نے جتنے سرگردہ مقرر کئے وہ تقریباً سب کے سب ایسے سپاہی تھے جنھوں نے ادنیٰ درجہ میں خدمت کی تھی۔ ۱۷۹۲ء اور ۱۷۹۳ء کی بھرتی میں نئی قائم شدہ پلٹنوں کے عہدہ داروں کا انتخاب

خود اسی فوج کے سپاہیوں کی جانب سے ہوتا تھا۔ حب الوطنی، قوتِ اخلاق، معاملاتِ جنگ سے واقف کاری وہ اوصاف تھے جن سے لوگوں کو فوراً ہی نمود حاصل ہو گئی۔ مسینا کے مانند قدیم فوج کے سپاہی جو اپنی پیٹھ پر پشتارہ لادے لادے ادھیڑ عمر کو پہنچ گئے تھے، برنین مورو کے ایسے قانون پیشہ، میورٹ کے ایسے ملازمان کاروان سرائے اپنی اپنی پلٹنوں کے سردار بن گئے، اور وہ یہ جانتے تھے کہ کارنٹ اعلیٰ سے اعلیٰ فوجی عہدوں کے عطا کرنے کے لئے دیانت و قابلیت پر نظر لگائے ہوئے ہے۔ دس لاکھ مسلح آدمیوں میں بہت سے ایسے تھے جن کی عظیم الشان فطری قابلیت نے باقاعدہ تربیت کی کمی کو پورا کر دیا تھا۔ یہ بھی لابدی تھا کہ ابتدائے کار میں بعض اوقات فوجی عہدے محض سیاسیات میں مشغول رہنے والوں کے ہاتھ میں پڑ جائیں مگر جب مجلس نے سران انبوہ کے اس گروہ پر تفوق حاصل کر لیا جو ۱۷۹۳ء کے موسم گرما میں مجلس وزارت پر قابض ہو گیا تھا، تو پھر سپہ سالاروں کے اوصاف برابر ترقی کرتے گئے۔ اور اس سال کے ختم ہوتے ہوتے فوج کے اعلیٰ عہدوں پر بہ مشکل کوئی ایسا افسر باقی رہا ہو گا جس نے خود کو اپنے منصب کا اہل نہ ثابت کر دیا ہو۔ ڈنکرک میں ہوشارڈ کی کارروائی کے دوران تحقیقات میں کارنٹ کو معلوم ہوا کہ فتح درحقیقت ایک (ڈویژن) کتیبہ کے سپہ سالار ژورداں کی وجہ سے حاصل ہوئی تھی، ژورداں نے ایک عام سپاہی کی حیثیت سے پندرہ برس قبل اپنی زندگی شروع کی تھی۔ جنگ امریکہ کے اختتام پر سبکدوش ہونے کے بعد اس نے اپنے وطن کے قصبہ لیموزیں میں کپڑے کی دوکان کر لی تھی۔ انقلابی جنگ کے شروع ہونے پر وہ فوج میں دوبارہ داخل ہوا، اور اس کی پلٹن کے لوگوں نے اسے اپنا کپتان منتخب کر لیا۔ اس کی قابلیت پر نظریں پڑنے لگیں، اور وہ اول ایک بریگیڈ کا سپہ سالار مقرر ہوا اور پھر ایک کتیبہ

کا سپہ سالار ہوگیا اور ہوشارڈ کی برطرفی پر کارنٹ نے اسے شمال کی فوج کی قیادت کے لئے طلب کر لیا۔ آسٹروی اس وقت موبوز کے محاصرے میں لگے ہوئے تھے۔ ۱۵ ار اکتوبر کو ژوردان نے وانگینز میں ان کی جیبی فوج پر حملہ کرکے اسے شکست دے دی۔ اس کی فتح نے آسٹریوں کو محاصرے کے اٹھا لینے پر مجبور کر دیا اور موسم سرما کے لئے مہم کو ختم کر دیا۔

وانگینز میں ژوردان کی فتح ۔ ۱۵ ار اکتوبر

شمالی سرحد پر کامیاب ہو کر جمہوریہ نے اپنے اندرونی دشمنوں کے خلاف بلا توقف و تاسف جنگ جاری کر دی۔ لینز نے اکتوبر میں اطاعت قبول کر لی۔ اس کے باشندے سیکڑوں کی تعداد میں بیدردانہ قتل کر دیے گئے۔ تولون نے خود کو انگریزوں کے ہاتھ میں دے دیا تھا اور لوئیس ہفتدہم کے بادشاہ ہونے کا اعلان کر دیا تھا۔ اس کا محاصرہ خشکی کی طرف سے کیا گیا مگر ان کارروائیوں سے اس وقت تک کوئی نتیجہ نہ نکلا جب تک کہ توپ خانہ کے کپتان نپولین بوناپارٹ نے ایک پہاڑی پر قبضہ کر لینے کی راہ نہ نکالی جہاں سے محاصرہ کا توپ خانہ بندرگاہ کے انگریزی بیڑے کو اپنی زد میں لے لیتا۔ برطانی امیر البحر ہوڈ نے اب اپنی حالت کو مایوس کن پایا، اس نے کئی ہزار باشندوں کو اپنے جہازوں پر لے لیا اور بندرگاہ میں جو فرانسیسی جہازات رہ گئے تھے انھیں اڑا دیا اور خود سمندر پر روانہ ہو گیا۔ ہوڈ کو یہ فرانسیسی بیڑا حامیان شاہی کی جانب سے بادشاہ کی امانت کے طور پر تفویض ہوا تھا اس کے تباہ ہو جانے سے انگلستان کو بحر متوسط پر اقتدار حاصل ہو گیا اور نیپلز حملہ کے خطرے سے آزاد ہو گیا۔ لیکن ہوڈ نے ان نتائج کا کچھ ایسا خیال نہ کیا جو اس کی اس کارروائی سے تولون کے مابقی باشندوں کو پیش آنے والے تھے[1] تولون میں جمہوری فوج

[1] کسی برطانی تحریر میں بوناپارٹ کے نام کا پہلا ذکر تولون کی فوج کے بیان میں آیا ہے۔

کے داخل ہونے کے بعد جو ہولناک مصائب برپا ہوئے، وہ پٹ کو اس امر سے باز نہ رکھ سکے کہ وہ ۱۷۹۴ء کی "تقریر شاہی" کے موضوع مبارکباد میں "واقعات و حالات متعلقہ انخلائے ٹولون کو بھی داخل کر لیتا"۔ یہ غالباً حامیان شاہی کی خوش قسمتی تھی کہ فرانس کے دوسرے حصص میں انہیں انگریزوں سے مدد حاصل کرنے میں کامیابی نہ ہوئی۔ اہل وینڈی سے بھی مدد کا وعدہ کیا گیا تھا مگر وہ مدد بعد از وقت تھی۔ کلیبر کے اس فوج

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) جو ایک جاسوس نے ۱۷۹۳ء میں لندن بھیجی تھی۔

توپ خانے کے جن کپتانوں (قائدین) نے اس حالت میں تربیت پائی ہے وہ اپنے کام کو جانتے ہیں اور یہ سب کے سب ذہین و فطین ہیں، وہ اپنی اس ذہانت کو ایک بہتر مقصد کے لئے کام میں لانا چاہتے تھے بونا پارٹ نامی چٹان کپتان (قائد) جو اپنے خیالات میں بہت ہی جمہوریت پسند تھا ٹولون کی دیواروں کے قریب مارا گیا فرانس جلد ۵۹۹ آسٹریا نے ٹولون کی مدافعت کے لئے پانچہزار سپاہ لمبارڈی سے بھیجنے کا ذمہ لیا تھا، مگر اس نے اپنی قرارداد کو توڑ دیا۔ "آپ کو ایم۔ تھیوگٹ د آسٹروی وزیر سے ملنا چاہیئے اور نہایت ہی قطعی الفاظ میں یہ مطالبہ کرنا چاہیئے کہ وہ اس قرارداد کو پورا کرے۔ یہ امر اعلیٰ حضرت کو نہایت ہی ناگوار خاطر ہوگا کہ اسی متواتر درخواست کی طرف بے توجہی برتی جائے اس امر کے دیکھتے ہوئے یہ ناگواری اور بھی بے انتہا بڑھ جاتی ہے کہ یہ ملک تو اس مشترکہ مقصد میں ناخنوں تک کا زور لگا رہا ہے اور فوج کی ایک جماعت جس کے نہ ہونے سے ممکن ہے کہ ٹولون اس وقت تک ہاتھ سے نکل گیا ہو، ملان میں بیکار بیٹھی رہے۔ آپ اس باب میں حرف بہ عذرات کو ہرگز قبول نہ کریں۔" گرینویل بنام ایڈن، ۲۴ نومبر ۱۷۹۳ء۔ تھیوگٹ کا تحریری جواب حسب ذیل تھا "شہنشاہ نے کوچ کا حکم اس وقت دیا تھا جب شہر ٹولون میں کوئی قلعہ گیر فوج نہیں تھی۔ اس وقت اس کی بقا نہایت ہی ضروری معلوم ہوتی تھی مگر اب خوش قسمتی سے تشویش کے یہ اسباب رفع ہو گئے ہیں۔ مختلف اقوام کی جو فوجیں اس وقت تک ٹولون میں جمع ہو چکی ہیں انہوں نے اس مقام کو خطرے سے باہر نکال لیا ہے" کوفائر آسٹریا جلد ۳۵۔

کو لئے ہو آجانے سے جس نے منیز کی محافظت کی تھی، پہلے ہی پلہ جھک چکا تھا، اہل ونڈی اگرچہ بہادر تھے مگر وہ تربیت یافتہ نوجوانوں کا زیادہ مدت تک مقابلہ نہیں کر سکتے تھے۔ لوایر پر جم کر لڑنے کی جنگ ۱۷۹۳ء کے ساتھ ہی ختم ہو چکی تھی۔ اس کے بعد ایک ایسی جنگ کا سلسلہ جاری ہوا جس میں ایک طرف سے تو بیدردانہ و باقاعدہ تباہی برپا کی جارہی تھی، اور دوسری طرف سے پوشیدہ اور اچانک حملے ہوتے تھے۔

پولینڈ کے معاملات کی وجہ سے پرشیا کا جنگ سے کنارہ کش ہو جانا۔

وطن میں جمہوریت کے دشمن پست ہوتے جارہے تھے، جمہوریت پر حملہ کرنے والوں کے آپس ہی میں، اتنے مناقشہ برپا تھے کہ ان کی ذات سے جمہوریت کو اب کوئی شدید خطرہ نہیں رہا تھا۔ پرشیا درحقیقت جنگ سے کنارہ کش ہوتی جارہی تھی۔ یہ پہلے ہی معلوم ہو چکا ہے کہ جب شاہ فریڈرک ولیم اور شہنشاہ نے ۱۷۹۲ء کی مہم پر اتفاق رائے کیا تو یہ قرار پایا تھا کہ فرانس کے خلاف مساعی کے صلہ میں پرشیا کو یہ اجازت ہوگی کہ ملکہ کیتھر این اگر رضامند ہوا تو وہ پولینڈ کے مغربی حصہ پر قبضہ کرلے۔ اس توقع کے پیش نظر ہوتے ہوئے پرشیاوی حکومت کے خیالات پہلے ہی سے فرانس کے بہ نسبت زیادہ تر پولینڈ کی جانب متوجہ تھے، جہاں اسے کچھ قبضہ میں لانے کی توقع تھی اور فرانس کی جانب تو اسے صرف آسٹریا کی لڑائیاں لڑنا تھیں۔ پولینڈ کے معاملہ کے متعلق جنگ کے پہلے ہی مہینوں میں برلن اور سنٹ پیٹرسبرگ کے درمیان زور کے ساتھ مراسلات ہو رہے تھے، اور جنوری ۱۷۹۳ء میں ملکہ کیتھر این نے شاہ فریڈرک ولیم کے ساتھ ایک معاہدہ تقسیم مکمل کرلیا جس کے بموجب سپہ سالار مولنڈراف کے تحت میں، ایک پرشیاوی فوج فوراً ہی مغربی پولینڈ میں داخل ہو گئی۔ اس معاہدے کے شرائط کو آسٹریا سے پوشیدہ رکھنے کی حکمت عملی کو اچھا سمجھا گیا کیونکہ اس

معاہدے کی رو سے پرشیا کو پولینڈ کا اس سے زیادہ حصہ ملتا تھا جتنا آسٹریا اس کے لئے روا رکھنے پر رضامند ہوتی۔ اس کے قبل کہ آسٹروی حکمران کو یہ معلوم ہو کہ اس کے حلیف نے اس کے ساتھ کیا معاملہ کیا ہے، دو مہینے کا وقت گزر گیا۔ اس وقت اس نے اس معاہدے کو مردود قرار دیا اور ایسی تہدیدی روش اختیار کی کہ پرشیاویوں کو یہ ضروری معلوم ہوا کہ جس حصہ ملک پر انھوں نے قبضہ کیا ہے اسے قلعہ بند کرلیں[1] جن وزرا کو دربار برلن نے مات دے دی تھی وہ برطرف کردیے گئے۔

بیرن تھیوگٹ جس نے اول ہی سے یہ پیشن گوئی کردی تھی کہ پرشیا کے ساتھ مخالفت کرنے سے سوائے خرابی کے کچھ حاصل نہ ہوگا اسی کو صاحب اقتدار بنایا گیا۔ یہ وہ مدبر تھا جس نے آئندہ آٹھ برس تک آسٹریا کی جنگی حکمت عملی کی رہبری کی اور یورپ میں اس نے جو کام انجام دیے وہ صرف پٹ اور بوناپارٹ کے کاموں سے نیچے درجہ پر تھے، اگرچہ اس مدبر کے حالات تاریخی ابھی تھوڑے زمانہ قبل تک زیادہ تر اس کے دشمنوں کے طیار کردہ خاکوں سے لئے گئے تھے۔ تھیوگٹ غریب گھرانے میں پیدا ہوا تھا، مگر وہ بددماغ اور کم آمیز شخص تھا۔ وائنا کے امرا اسے نظر حقارت سے دیکھتے تھے، فرانسیسی تارکان وطن اس سے اس وجہ سے نفرت کرتے اور حسد رکھتے تھے کہ وہ ان کے معاملے میں لاپروا تھا۔ آسٹریا کی رائے عامہ اسے بے مثال فوجی تباہیوں کے لئے ذمہ دار سمجھتی تھی، پرشیا کے وہ سپہ سالار وسفیر جن کی رپورٹیں (یادداشتیں) پرشیاوی تاریخوں کی بنیاد ہیں، انھوں

---

[1] ہاسر جلد اول صفحہ ۴۸۲۔ اس وقت تھیوگٹ نے یہ لکھا تھا کہ پرشیا نہایت خوفناک لڑائیوں سے ہمیں جس قدر نقصان پہونچا سکی ہے، وہ اپنے اتحاد کے ذریعہ سے ہمیں اس سے زیادہ نقصان پہونچانے کا انتظام کرے گی، مراسلات جلد اول صفحات ۱۲، ۱۵۔

تھیوگٹ نے یہاں تک تجویز کی انگلستان کو چاہیئے کہ مقاومت کے لئے پولوں کی ہمت افزائی کرے۔ ایڈن، ۱۵ اپریل، دفاتر آسٹریا جلد ۳۳۔

نے اس کی تصویر ایک شیطانی دشمن کے مانند کھینچی ہے۔ تھیوگٹ کے متعلق مدت تک یہ یقین کیا جاتا تھا کہ جب وہ قسطنطنیہ میں سفیر تھا تو اس نے آسٹریا کا خفیہ رسم الخط فرانسیسیوں کے ہاتھ فروخت کر دیا تھا۔ نیز یہ کہ ۱۷۹۴ء میں اس نے اپنے آقا کی فوجوں کو فتوحات حاصل کرنے سے اس وجہ سے روک لیا کہ وہ فرانس کے سرمایہ میں سٹہ کر رہا تھا۔ علی ہذا ۱۷۹۹ء میں وہ بہ مقام راشٹاٹ فرانسیسی ایلچیوں کے قتل کا باعث ہوا تا کہ وہ ان دستاویزوں کو واپس لے لے جن سے خود اس پر الزام عائد ہوتا تھا لیکن اب اطلاع و آگاہی کے زیادہ بہتر ذرائع کھل گئے ہیں، اور معلوم ہو گیا ہے کہ یہ شخص ایک افسانہ وار مجرم ہونے کے بجائے ایک مدبر، غیور، تلخ خو اور متجاوز عن الحد شخص تھا مگر اخلاق کے اعلیٰ اوصاف سے معرا نہیں تھا۔ درحقیقت یہ صاف واضح ہے کہ پرشیا کے متعلق تھیوگٹ کی نفرت خبط کی حد کو پہنچی ہوئی تھی۔ یہ بھی صاف واضح ہے کہ اس کی دراز دستی کے وہ منصوبے جو شہنشاہ جوزف کی زیر تربیت رہنے کا نتیجہ تھے، ان مدافعانہ اصولوں سے خطرناک طور پر متصادم تھے جن کے لئے فرانس کی دست درازیوں کے مقابلہ میں یورپ کو سینہ سپر ہونا چاہیئے تھا۔ اس امر کی شہادت موجود ہے کہ تھیوگٹ اپنی ہشت سالہ وزارت کے دوران میں مسلسل یا متواتر اس فکر میں لگا رہا کہ فرانس فلینڈرز، بویریا، السیس، حصص پولینڈ، وینس، ڈلمیشیا، سالزبرگ، علاقہ جات پاپائی، جمہوریہ جنیوا، پڈمانٹ، اور بوسینیا کو ملحق کرلے، اور اس فہرست میں غالباً تسکینی اور سیوائے کا بھی اضافہ ہو سکتا ہے۔ مگر فرانس کے ساتھ درپردہ معاملات اور اطالیہ میں آسٹریا کو معاوضہ مل جانے کے عوض جرمانی اغراض کو دانستہ ترک کر دینے کے جو الزامات تھیوگٹ پر لگائے جاتے ہیں وہ ناکافی شہادت پر مبنی ہیں۔ اگرچہ وائنا و برلن کے ہر ایک دوسرے مدبر کے مانند تھیوگٹ بھی جرمانی معاملات کو قومی حیثیت سے نہیں دیکھتا تھا بلکہ ان معاملات کو اپنے دربار کے عام اغراض

کے نافع ہونے کی حیثیت سے دیکھتا تھا، تاہم اس وقت کے براعظم کے تمام مدبروں میں وہی ایک شخص ایسا معلوم ہوتا ہے جو فرانسیسیوں کی دست درازی کا پکا دشمن تھا، اور جرمانی زمین کی حوالگی سے جو صلح خرید کی گئی تھی، اس کی مقاومت سب سے زیادہ مدت تک اسی نے کی علہ بہر نوع جس وقت سے تھیوگٹ برسر اقتدار ہوا آسٹریا و پرشیا کے مخالفہ کی قسمت پر مہر لگ گئی۔ دوسرے لوگ شاید علانیہ قطع تعلق کو روک دیتے، مگر تھیوگٹ نے اس کی کچھ کوشش نہ کی۔ مینز کا محاصرہ وہ آخری اہم کارروائی تھی جو پرشیاوی فوج نے انجام دی۔ اگست ۱۷۹۳ء میں ایک آسٹروی ایلچی لہرباخ کی آمد اور پولینڈ اور بویریا کے معاملات پر اس کی گفت و شنود سے صرف یہ ہوا کہ دونوں درباروں کے نفاق میں اور وسعت ہو گئی۔ یہ معلوم تھا کہ آسٹروی، پولینڈ کی ڈایٹ کی ہمت افزائی کر رہے تھے کہ جن صوبوں پر پرشیا نے قبضہ کر لیا ہے، ان کی حوالگی سے انکار کر دے اور اس کے نتیجہ میں شاہ فریڈرک ولیم کے مشیروں نے یہ سفارش کی کہ وہ رائن کو چھوڑ دے اور خود بہ نفس نفیس پولینڈ والی فوج کی سرگردہی کرے۔ مینز سے لے کر الساس کی سرحد تک حلیفوں کے صدر مقامات میں ہر جگہ تفرقہ و سازش برپا تھی آسٹروی

علہ انگریزی حکومت کو یہ معلوم ہو گیا کہ تھیوگٹ اول سے انگریزوں کے مقصد، خاندان باربن کی بحالی یا فرانس میں کسی منتظم حکومت کی طرف سے بے پروا تھا۔ فرانس کے اندرونی معاملات سے جس حد تک اس نے تعلق رکھا وہ یہ تھا کہ اسے توقع یہ تھی کہ اختلافات اگر برپا رہیں گے تو اس سے آسٹریا کے لئے فرانسیسی مملکت کے الحاق میں آسانی ہو جائیگی۔ فرانس میں فریقوں کی جنگ سے یہ نفع اٹھانا چاہیئے کہ قلعوں پر قبضہ کر لیا جائے، قانون اس فریق کی حمایت کریگا جو اس جنگ سے کامیاب نکل آئے، کامیاب فریق کو شہنشاہ سے صلح و تحفظ کی مواملت کرنا چاہیئے اور اسے اپنے فتح کردہ ممالک میں سے شہنشاہ کو اس قدر حوالہ کر دینا چاہیے جس قدر ایس. ایم مناسب تصور کرے گا مراسلات جلد اول صفحہ ۱۳۔

سپہ سالار ورمسر کی یہ شتاب کاری کہ وہ بادشاہ سے مشورہ کیئے بغیر السأس پر بڑھ گیا، اس کے معنی یہ لیئے گئے کہ اُس نے دیدہ و دانستہ بادشاہ کی ہتک کی ہے۔ ۲۹ ستمبر کو متحدین کے درباروں کو یہ اطلاع دینے کے بعد کہ آئندہ سے پرشیا اس جنگ میں صرف ذیلی حیثیت سے شریک رہے گی، شاہ فریڈرک ولیم نے فوج کو چھوڑ دیا اور ڈیوک برنسوک کو یہ حکم دیا گیا کہ کوئی بڑی لڑائی نہ لڑے (۱۳ اکتوبر کو) ورمسر کے وسنبرگ کے خطوط کو توڑ دینے اور فاتحانہ السأس میں بڑھ جانے سے کچھ فائدہ نہ ہوا۔ اسٹراسبرگ میں حامیانِ شاہی کی شورش کی امید محض خواب و خیال ثابت ہوئی۔ السأس کے اعلیٰ و اوسط طبقات کے ایک حصہ کا جرمانیہ کے ساتھ اظہارِ ہمدردی کرنے کا نتیجہ صرف یہ نکلا کہ مجلسِ عارضی کے مامور سنٹ جسٹ کے ہاتھوں انہیں خونریز انتقام برداشت کرنا پڑا۔ کسان کچھ تو قدیمی دور کے جاگیرداروں کی نفرت کی وجہ سے اور کچھ سنٹ جسٹ اور گلوٹین (جلوتین) کے خوف سے فرانسیسی لشکرگاہ میں غول در غول جمع ہو گئے۔ شکست خوردہ سپہ سالاروں کے بجائے اوش اور پشگرو آ گئے۔ اوش تھوڑے ہی زمانہ قبل دستہ محافظین میں ایک معمولی سپاہی تھا اور اس نے بڑی محنت و مشقت سے کچھ رقم جمع کر کے کتابیں خرید کی تھیں اب وہ چھبیس برس کی عمر میں ایک ایسا سپہ دار تھا جو جرمانیہ کے محاربہ کرنے والے آزمودہ کاروں سے گوئے سبقت لے گیا تھا۔ پشگرو اس سے چھ برس عمر میں بڑا تھا، وہ بھی نسبتاً ایک معمولی شخص تھا، کسی زمانہ میں وہ برین کے فوجی مدرسہ میں معلم تھا، بعد کو امریکہ کی جنگ میں توپ خانہ میں ایک معمولی سپاہی ہو گیا تھا، دسمبر کے مہینے میں برابر پریشان کن تاخت و یورش ہوتی رہی، آخر جب سنٹ جسٹ نے شدید ترین آتشباری میں السأس کے کسانوں کی حوصلہ افزائی کا نعرہ لگایا تو پھر اُن سپہ سالاروں نے ورتھ و وسٹبرگ کے مواقع کو فتح کر ہی لیا (۲۳، ۲۶ دسمبر) آسٹروی سپہ دار نے اپنی فوج کے بالکلیہ تباہ ہو جانے

درتھ و وسٹبرگ میں اوش و پشگرو کے فتوحات ۲۳، ۲۶ دسمبر

کا اعلان کر دیا، اور برنسوک جو اپنے حلیف کو کسی قسم کی واقعی مدد دینے سے رکا رہا تھا، اس نے پھر ایک مرتبہ خود کو دریائے رائن کے کنارے پر پایا[1]۔

پرشیا کے ساتھ پٹ کی مفاہمت۔ اپریل ۱۷۹۳ء

پرشیا کا اتحاد سے عملاً الگ ہو جانا، فرانسیسی حکومت کے لئے کوئی راز نہیں تھا۔ حلیفوں نے اس پر مختلف اعتبار سے نظریں ڈالیں۔ ملکہ کیتھرائن نے اپنے پریشان کن پرشیادی دوست کو اپنے مبغوض فرانسیسی دشمن کے ساتھ دست و گریبان دیکھ کر، کچھ اپنے نفع کے سوچی تھی، اس نے اب شاہ پرشیا کو اس کے شخصی اعزاز کے زائل ہو جانے کا طعنہ دیا۔ آسٹریا پرشیاوی و آسٹروی اغراض کے تخالف باہمی اور اس اتحاد کی تہی باطن نوعیت سے آگاہ تھی، پس وہ پرشیا کو مسلح رکھنے کے لئے اپنی طرف سے کچھ کرنا نہیں چاہتی تھی۔ صرف پٹ ایک ایسا شخص تھا جو اتحاد کی شکست کے روکنے کے لئے کچھ ایثار کرنے پر آمادہ تھا۔ شاہ پرشیا فرانس کے ساتھ جنگ و جدل جاری رکھنے پر صرف اسی صورت میں راضی

---

[1] پرشیاوی و آسٹروی صدر مقامات سے، لارڈ یارمتھ کے، ۱۷ر جولائی ۱۷۹۳ء سے ۲۲ر نومبر تک کے خطوط اس دور کی فوجی کارروائیوں اور سیاسی سازشوں کی ایک دلچسپ تصویر پیش کرتے ہیں۔ ان خطوں کے ساتھ ۱۵ ستمبر سے ۱۴ دسمبر تک کا آسٹروی فوج کا قلمی روز نامچہ بھی شامل ہے ہر نسخہ کے ساتھ بظاہر ورمسر کا دستخط بھی موجود ہے اور لارڈ یارمتھ کے نام پرشیادی وزیر لیوکسنی کا وہ اصلی خط بھی اس میں شامل ہے جس میں پرشیا کے جنگ سے کنارہ کش ہونے کا اعلان کیا گیا ہے " ایم وی۔ لیوکسنی نے بہت ذلت کے ساتھ اس خط کو مجھے سنایا اور اس کے بعض حصص کے متعلق و شرمندہ معلوم ہوتا تھا۔" دفاتر افواج و جرمانیہ جلد ۴۳۷- ۴۳۸- ۴۳۹-

تھا کہ اس کے اخراجات اسے ملتے رہیں ورنہ نہیں۔ لہٰذا جب آسٹریا نے اس قلیل رقم کی شرکت سے بھی انکار کر دیا جو پٹ[1] نے طلب کی تھی تو پھر لارڈ مامز بری اور پرشیاوی وزیر ہاگوز کے درمیان ایک معاملت ہوگئی، جس کے موجب برطانیہ عظمیٰ نے اس شرط سے ایک رقم اعانت مہیا کرنے کا ذمہ لیا کہ ساٹھ ہزار پرشیاوی سپاہ، سپہ سالار مولنڈارف کے تحت میں دول بحری کی مرضی کے تابع کر دی جائے۔ پٹ[2] کا ارادہ یہ تھا کہ جس قوم کی اس نے روپیہ سے مدد کی تھی وہ بلجیم کی مدافعت کے لئے آسٹروی اور انگریزی فوجوں کے ساتھ جمع ہو جائے

پرشیاوی وزارت معاہدے کے ایک مبہم بیان سے نفع اٹھا کر، اس پر مصر رہی کہ یہ فوج ہاتھ پر ہاتھ رکھے بالائے رائن پر بیٹھی رہے گی۔ مولنڈارف کی خواہش تھی کہ منیز کی حفاظت کی جائے۔ دوسرے باثر اشخاص یہ چاہتے تھے کہ آسٹریا کے ساتھ مخالفانہ شکست کر دیا جائے اور پرشیا کی کل قوت سے پولینڈ میں کام لیا جائے۔ عین اس وقت جب کہ ہاگوز، مولنڈارف کی فوج کو پٹ کے تابع فرمان

کاسیاسکوس کی بغاوت اپریل ۱۷۹۴ء

کر دینے کے لئے معاہدہ کر رہا تھا، پولینڈ نے کوسیاسکو کے تحت میں بغاوت کر دی اور جو روسی فوج وارسا پر قابض تھی وہ مغلوب ہو گئی اور کاٹ کر رکھ دی گئی۔ کیتھرائن نے شاہ پرشیا سے مدد کی درخواست کی مگر پرشیاوی کابینہ کی فکر و کاوش کا باعث یہ نہیں تھا کہ وہ ملکہ روس کو اس فوری خطرہ سے نجات دلانے کا خواہاں تھا بلکہ یہ فکر و کاوش زیادہ تر اس یقین کی بنا پر تھی کہ پولینڈ کی سلطنت میں جو کچھ باقی رہ گیا تھا ملکہ کا انتقام اب اس کا خاتمہ کر دے گا۔ شکار زخمی ہو گیا تھا، پرشیا کی دانائی یہ تھی کہ وہ

---

۱ ہارڈنبرگ، درانکے، جلد اول ۱۸۱
۲ وایونانٹ، ہرگار البرکٹ۔ جلد اول ۱۰

سب سے پہلے اُسے پکڑ لے اور زمین پر گرا دے۔ روس کی فوجی قوت کے اس مختصر تعطل میں جو طاقت بھی پولینڈ کو پامال کر دیتی اس کے لئے اتنے وسیع توقعات سامنے تھے کہ بغاوت کی پہلی خبر کے پہنچتے ہی بادشاہ کے صلاح کاروں نے اس پر یہ زور دیا کہ فرانس سے فوراً صلح کر لے اور اپنی تمام طاقت پولینڈ کی جدوجہد کی طرف منعطف کر دے مگر فریڈرک ولیم جیکوبن (انتہا پسندوں) سے صلح کرنے پر کسی طرح اپنے دل کو آمادہ نہ کر سکا البتہ اس نے یہ حکم دے دیا کہ ایک فوج وارسا کی جانب روانہ ہو جائے اور تھوڑے ہی دنوں بعد وہ خود بھی اس فوج سے جا ملا۔ (مئی ۱۷۹۴ء) پرشیا کے تمام مدبروں میں صرف بادشاہ ہی ایک ایسا مدبر تھا جسے فرانسیسی جنگ سے دلچسپی تھی، اور جب اس نے پولینڈ کی مہم کی اصلی اہمیت کا اس طرح علانیہ اعتراف کر لیا تو پھر اس کے رائن کے سپہ سالاروں نے اپنا مقصد صرف یہ قرار دے لیا کہ جس کام کے نہ کرنے سے برطانیہ کی رقم امداد واقعی بند ہو جائے، اس کے سوا کوئی اور کام نہ کریں گے خود لڑنے کے بجائے مولنڈراف اپنا وقت دوسرے لوگوں پر صلح کے زور دینے میں صرف کیا کرتا تھا۔ اس بارے میں مامزبری کی تمام دلیلیں بیکار گئیں کہ پٹ کی اس معاملت کا مقصد اصلی یہ تھا کہ فرانسیسیوں کو نذرلینڈز سے خارج رکھا جائے۔

مولنڈراف نے فلینڈرز میں مدد دینے سے انکار کر دیا

مولنڈراف نے اپنے دل میں یہ عزم کر لیا تھا کہ فوج کو پٹ اور آسٹریوں کے حکم کے تابع نہ کرے گا۔ وہ برابر پلٹنٹ میں جما رہا اور حیلہ یہ کرتا رہا کہ پرشیاوی فوج نے اگر ذرا بھی شمال کی طرف حرکت کی تو اس سے فرانسیسیوں کو جنوب جرمانیہ میں داخل ہونے کا موقع مل جائے گا۔ اب نذرلینڈز کی مدافعت کے متعلق پٹ کی امید کا انحصار جو کچھ تھا صرف آسٹروی کابینہ کی مستعد کاری و صداقت پر تھا۔

دریائے سامبر پر لڑائیاں
مئی۔جون ۱۷۹۴ء

۱۷۹۴ء کے موسم بہار میں سرمائی اقامت گاہوں سے نکلنے کے بعد آسٹروی و انگریزی متحدہ فوجوں نے کامیابی کے ساتھ لینڈریسیز کا محاصرہ کر لیا اور اس کے نواح میں دشمن کو شکست دیدی[1] لیکن فلینڈرز کے ساحل کی جانب شمال کی فرانسیسی فوج نے جواب پشگرو کے تحت میں تھی ان کی پیش قدمی کو روک دیا یارک اور انگریزی فوج حملہ کی زد میں آ گئی اور ٹرکوائینگ میں انہیں شکست ہو گئی لیکن اہم کے فیصلہ کا مقام فلینڈرز کا مغربی حصہ نہیں تھا بلکہ دریائے سامبر

[1] اس معرکہ کے بعد الجن کی رپورٹ یکم مئی ۱۷۹۴ء حسب ذیل ہے :۔ فرانسیسی فوج ویسی ہی معلوم ہوتی ہے جیسی اس وقت تک رہی ہے جہاں دیہات وجنگلات وغیرہ کے مانند) مقامی فوائد فائقہ اس نوعیت کے ہیں کہ ان سے فوجی علم کی نقص کی تلافی ہو جاتی ہے وہاں یہ فوج پرزور و صابر معلوم ہوتی ہے مگر جہاں سواروں سے کام لیا جا سکتا ہے اور فوجی نقل وحرکت ممکن ہوتی ہے وہاں وہ اس درجہ کمزور و بے بس ہوتی ہے کہ اس کا یقین بھی نہیں آ سکتا۔ فوج کے لئے اسلحہ وغیرہ جمع ہیں اور فوج کو خوراک باقاعدہ اور عمدہ قسم کی تقسیم ہوتی ہے۔ درحقیقت یہ دیکھنا خالی از تعجب نہیں ہے کہ جن دیہاتوں میں ہم پہلے پہنچے ہیں وہاں ہم نے چارہ نہایت بہتات سے مہیا دیکھا ہے اور تمام ملک میں حسب معمول کاشت موجود تھی۔ لیکن باشندے فرانسیسی فوج کے ساتھ ہٹ گئے تھے اور حال میں جس حد تک ملک پر ہم نے قبضہ کیا ہے وہ بالکل ویران شدہ ہے .... ڈینٹین کے قتل سے فوج پر اس سے زیادہ اثر نہیں پڑا ہے جتنا اور قتلوں سے پڑا، اور سابقہ جنگوں میں جو لوگ قتل ہوئے ان کے پاس سے بہت سے ایسے کاغذ برآمد ہوئے کہ وہ اس قتل کو مضحکہ اور دل لگی سمجھتے تھے۔ دفاتر فلینڈرز ۲۲۶۔ ۲۲۶ میں فرانسیسی قیدیوں کے متعلق آپ کی جانب سے یہ معلوم ہونے کا متوقع ہوں کہ میں جو رقم ان پر صرف کر رہا ہوں اس کے لئے کہاں درخواست دوں۔ ان میں سے اکثروں کے پاس ستر پوش کے لائق کپڑا ہے اور بعض بالکل ہی برہنہ ہیں۔ جن لوگوں کی حالت نہایت خراب ہے میں ان کے لئے کچھ موٹے کپڑے خریدوں گا مگر میں نہیں جانتا کہ اس کا اختیار مجھے کس حد تک ہوگا۔ یہ لوگ زیادہ تر بڈھے اور لڑکے ہیں"

پر بمقام شالیبرائے تھا جو محافظین کے خط استحکام کی دوسری حد پر تھا، یہاں اگر فرانسیسیوں کو فتح ہو جاتی تو یا آسٹریوں کو یارک کو اس کی قسمت پر چھوڑ کر مشرقی جانب ہٹ جانا پڑتا یا جرمنی کے ساتھ ان کا سلسلہ آمد و رفت منقطع ہو جاتا۔ فرانسیسی حکومت پر بھی یہ امر واضح ہو گیا تھا، اور ماہ مئی میں مجلس عارضی کے کمشنروں نے دریائے سانبر کے سپاہ سالاروں کو متعدد لڑائیاں لڑنے پر مجبور کیا جن میں فرانسیسیوں کو دریا کے عبور کرنے میں پے در پے کامیابی ہوئی اور پھر پے در پے انھیں ہٹنا پڑا۔ لیکن ندرلینڈز کی قسمت کا انحصار سانبر کی فتح و شکست کے علاوہ کسی اور شے پر مبنی تھا۔ شہنشاہ، بیرن تھیوگٹ کے ہمراہ بلجیم میں اس امید سے آیا تھا کہ متحدہ فوجوں میں زیادہ اتحاد و جوش پیدا کر دے مگر اس کی موجودگی لاحاصل ثابت ہوئی۔ آسٹروی سپہ سالاروں اور مدبروں میں متعدد اشخاص ایسے تھے جن کی خواہش تھی کہ ندرلینڈز کی جنگ آزمائی سے نکل جائیں اور پولینڈ میں پرشیا کی مثال کی پیروی کریں۔ سازشوں کی وجہ سے فوج کی کارروائی معطل ہو گئی تھی۔ تھیوگٹ نے لکھا تھا کہ ہر شخص جیسا اس کے جی میں آتا ہے کرتا ہے بالکل طوائف الملوکی و بد نظمی پھیلی ہوئی ہے۔[1] آغاز جون میں شہنشاہ فوج

---

[1] ان واقعات میں اختلاف آرا ہے۔ ملاحظہ ہو ہوفر، "آسٹریا اور پرشیا" (Oestreich and Preussen) صفحہ ۶۲۔ وان سیبل جلد سوم ۱۳۸۔ وایو ناٹ، کلیر فیت، صفحہ ۳۸۔ قدیم یقین جس کی حمایت وان پل نے کی ہے یہ تھا کہ تھیوگٹ نے خود بلجیم کے تخلیہ کا عزم کر لیا تھا اور غداری سے کوبرگ کو مدافعت کے لئے فوجوں سے محروم کر دیا لیکن دوسری شہادتوں کے علاوہ تھیوگٹ کے نج کے خطوط سے جس پریشانی طبع کا اظہار ہوتا ہے اس سے اس نظریے کی کسی طرح حمایت نہیں ہو سکتی۔ لارڈ الجن کا بے شک یہ یقین تھا کہ تھیوگٹ دغا کا کھیل کھیل رہا ہے۔ (اور وان سیبل نے لارڈ موصوف کی رپورٹوں سے کام لیا ہے) مگر چونکہ لارڈ الجن تھیوگیٹ کے دشمنوں اور خاص کر سپہ سالار جنگ کے ہاتھوں

سے چلا گیا، سانبر کی معرکہ آرائیوں کو اب ژوردان اور ان پچاس ہزار تازہ دم سپاہیوں نے اپنے ہاتھ میں لیا جو دریائے موسیل کی فوج سے آئے تھے، اور ۲۶ جون کو فرانسیسیوں نے کوبرگ کو فلیورس میں اس وقت شکست دی جب وہ اس امر سے بے خبر کہ شالرائے ایک دن پہلے ہی اطاعت قبول کر چکا ہے، اس کے خلاص کے لئے بڑھتا آرہا تھا۔ لیکن اب بھی بلجیم کی مدافعت مایوس افزا نہیں تھی مگر ایک مجلس حربی کے جنگ کی موافقت میں فیصلہ کرنے کے بعد دوسری مجلس نے بازگشت کا عزم کر لیا۔ انگلستان کے نمایندوں نے ہرچند آسٹریا کے نام نیک اور فوجی اعزاز کے واسطے دئے مگر کچھ حاصل نہ ہوا۔ فرانسیسیوں نے دباؤ ڈالا اور جولائی کے ختم ہونے کے قبل ہی قبل آسٹروی فوج دریائے میوز کے پیچھے ہٹ گئی۔ یارک کو جب اس کے حلیفوں نے چھوڑ دیا تو وہ پشگرو کی فایق تر فوجوں کے سامنے شمال کی طرف ہٹ گیا اور پشگرو اینٹورپ میں داخل ہو کر ہالینڈ کی سرحد تک نادرلینڈرز کا مالک ہو گیا۔[1]

انگلستان کا حلیفوں سے مایوس ہو جانا۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) میں تھائس کی تعریفیں اس نے نہایت ہی ناقابل الیقین طور پر کی ہے۔ اس نے اس معاملے میں تھوگیٹ سے صدق نیت کی موافقت اور فوجی سازشوں کی مخالفت میں رپورٹ کی تھی۔ دفاتر افواج در جرمنی، جلد ۴۰۔ تھوگٹ جلد اول صفحہ ۳۸۰ میں شہزادہ ڈبلڈک کے ایک خط اور ۲۳ فروری ۱۷۹۴ء کو میک اور سر مارٹن ایڈن کے درمیان ایک مکالمہ سے (جس کی اطلاع آخر الذکر نے دی تھی۔ دفاتر آسٹریا جلد ۴۰) یہ واضح ہوتا ہے کہ بلجیم کے تخلیہ کی ذمہ داری ڈبلڈک دیک انہیں دونوں سپہ سالار اور شہنشاہ کے رازدار فوجی مشیروں پر عاید ہوتی ہے۔

[1] - اگر فرانسیسی آئے تو وہ اس کو بالکلیہ خالی پائیں گے۔ میرا خیال ہے کہ میرے مکان کے سوا اسٹنڈ میں تین گھر بھی ایسے نہ ہوں گے جن میں بستر ہوں، میں نے ایسا عام اضطراب کبھی نہیں دیکھا۔ ۳۰ جون۔ یہاں تنہا رہنے میں معلوم نہیں کیا آفت آئے۔ کچھ صورت آرام کی ہوتی تھی کہ معاً اس مقام کو چھوڑنا پڑا، خدا ہی جانتا ہے کہ مجھے اس میں کتنی تکلیف ہوئی"۔ قنصل ہارورڈ، دفاتر افواج در جرمنی،

انگلستان کا حلیفوں کی طرف سے ناامید ہو جانا

انگلستان نے انقلاب کے خلاف یورپ کو بچانے کے لئے دو عظیم الشان فوجی طاقتوں کو نیک نیتی سے مدد دینے کی جو کوشش کی تھی اس کا انجام یہ ہوا۔ آسٹریا و پرشیا دونوں ملکوں میں معاملات عامہ میں دخل رکھنے والے اکثر افراد انگلستان کے وزیر کے اس مقصد کی طرف سے مطلقاً بے پروا ہو گئے تھے کہ عام تطاول کے مقابلہ میں موجودہ حقوق کی مدافعت کرتا چاہیئے۔ یہ لوگ اس امر پر رضامند تھے کہ فرانسیسی جس خطۂ ملک پر چاہیں قبضہ کر لیں اور اُس میں انقلاب برپا کر دیں بشرطیکہ انہیں خود اُس کے مساوی ملک پولینڈ میں مل جائے۔ انگلستان کی حالت درحقیقت اس شخص کی سی تھی جو کسی قزاق پر حملہ کرنے چلے اور اپنے دونوں ہاتھ جیب کتروں کی بغل میں دیدے۔ ان ارباب سیاست کے نیات و عادات کو ان انگریز مدبروں اور سپہ سالاروں نے بہت صحیح طور پر بیان کر دیا ہے جنہیں اُن سے بہت ہی قریبی واسطہ رہا تھا۔ پرشیا کی مجلسوں میں مامزبری نے صاف یہ کہدیا تھا کہ ”اُسے ممتد و مبغوض حیلہ گری مکاری کے سوا اور کوئی وصف یہاں نظر نہیں آتا۔ بدباطنی، رشک، حسد اور ہر طرح کے غلیظ جذبات یہاں موجود ہیں اور بس“۔ مولنڈارف کے صدر مقام سے اس نے پٹ کی وزارت کے ایک رکن کو یہ لکھا تھا کہ ”یہاں مجھے خباثت و کور باطنی سے سابقہ

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) جلد ۴۴۔ آسٹنڈ میں تمام انگریز گرفتار ہو گئے ہیں)۔ مرد خانقاہ کیپوچن میں بند کئے گئے تھے اور عورتیں خانقاہ سورس بلنکس میں۔ سترہ برس سے تیس برس تک کی عمر کے تمام اہالی فلینڈرز کو سپاہ میں شامل ہونے کا حکم ہوا ہے۔ بروجس میں فرانسیسیوں نے آٹھ سو آدمیوں کے حاضر ہونے کا حکم صادر کیا، مگر صرف تیس شخص آئے پس انہوں (فرانسیسیوں) نے گرینڈ پلیس میں گھنٹا بجانا شروع کیا۔ باشندوں نے سمجھا کہ کوئی حکم ہونیوالا ہے اور اسے سننے کے لئے وہ گھروں سے نکل نکل کر وہاں آ گئے۔ فرانسیسی سپاہیوں نے انہیں گھیر لیا اور ایک ہزار آدمیوں کو اپنی حفاظت میں لے لیا ہے، یہ سب سیدھے سادھے نیک آدمی تھے، انہیں فوراً ہی نہروں کے کام پر لگا دیا گیا۔“ مسٹر ڈبلیو پاپلٹن، فلشنگ ۴ ستمبر۔ دفاتر۔ فلینڈرز جلد ۲۲۷۔

پڑا ہے ...... اگر ہم صرف اپنے حیات پر کان دھریں تو پرشیا کے ساتھ کسی کارروائی کا قائم رکھنا دشوار ہو جائے۔ ہمیں تو اسے الجبریا والوں کا محالفہ سمجھ لینا ہے جنہیں کچھ دینا باعث وقت نہیں ہے اور اگر وہ دغا سے کچھ لے لیں تو اس میں ہمارے احساس نیک کے لئے کوئی کوفت بھی نہیں ہے[1]۔ ڈیوک یارک نے آسٹروی سپہ سالار کو مخاطب کر کے شاہانہ صاف گوئی کے ساتھ یہ کہا کہ "حضور والا، برطانوی قوم جس کی رائے عام کو نظرِ حقارت سے نہیں دیکھا جا سکتا، وہ یہ خیال کرے گی کہ اس کی خرید و فروخت کی گئی ہے"

فرانسیسیوں کا رائن تک پہنچ جانا۔ اکتوبر ۱۷۹۴ء

یہ غم آگین ارتباط چند ماہ اور قائم رہا۔ آسٹروی سپہ سالار کوبرگ، برطانیہ کے تقاضائے قضا توام پر برطرف کر دیا گیا۔ اس کے جانشین کلیرفیٹ نے دریائے اورتھ کے ایک معرکہ میں شکست کھا جانے کے بعد، جمہوری فوج کی مزید مقاومت نہیں کی اور اس مہم کا خاتمہ اس پر ہوا کہ فرانسیسیوں نے کولون پر قبضہ کر لیا اور آسٹروی رائن کے پیچھے پہنچ کر غائب ہو گئے۔ انگلستان نے پرشیا کو جو رقوم امداد دی تھی اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ پلیٹنیٹ میں مولینڈ ارف کی فوج کے (دستوں کے) اور فرانسیسی فوج کے درمیان (جو تعداد میں اس سے دو چند تھی) چند معرکے ہوئے اور اسکے بعد اہل پرشیا مینز کو پسپا ہو گئے۔ اب صرف برطانیہ عظمیٰ کا یہ کام رہ گیا کہ فرانسیسیوں کو ہالینڈ سے باہر رکھنے کی سعی کرے۔ جب دریائے وال کے جنوب میں سب کچھ ہاتھ سے جاتا رہا تو پٹ نے یہ تہیہ کر لیا کہ اہل ہالینڈ کی مدافعت کو ڈیوک یارک

[1] مامز بری؛ جلد دوم صفحہ ۱۲۵۔ وان سیل جلد سوم ۱۶۸۔ گرینویل نے انگریزی اتحادِ عمل کے قائم رکھنے کے لئے کوبرگ کی برطرفی کو شرط لازمی قرار دے دیا تھا۔ ہدایات بنام لارڈ اسپنسر، ۱۹ر جولائی ۱۷۹۴ء۔ دفاتر آسٹریا ۳۶۔ مگر ساتھ ہی انگریزوں کے خلاف آسٹریوں کے شکایات کے متعلق وائیونات (کلیرفیٹ) صفحہ ۵۰ دیکھنا چاہئے۔

سے قابل تر افراد کے ہاتھوں میں دے مگر ایک اعلیٰ نسب غلط کار کے موجود ہوتے ہوئے ان مسلسل کارروائیوں میں جو بے پروائی و بدعقلی سے سوچی جاتی تھیں کچھ ایسا فرق نہ ہوا۔ کلیرفیٹ یا تو شہنشاہ کے احکام کی تعمیل اور اس کے حلیف کی تائید و امداد ول سے نہیں چاہتا تھا یا وہ ایسا کر نہیں سکتا تھا۔ ہالینڈ میں ایک شہر کے بعد دوسرا شہر فرانسیسیوں کا خیر مقدم کرنے لگا۔ یہ معلوم ہوتا تھا کہ وہاں کے اربعہ عناصر ہی جمہوریت کا اعلان کر رہے تھے۔

پشگرو کا ہالینڈ کو فتح کرنا۔ دسمبر ۱۷۹۴ء

پشگرو کی فوجیں منجمد دریاؤں پر سے امن کے ساتھ گزر آئیں اور جب خشکی کی فتح کی تکمیل ہو چکی تو اس کی سوارہ فوج نے دریائے ٹکسل کے آبنائے یخ لبتہ میں ہالینڈی بیڑے پر قبضہ کر کے اس مہم کی سرتاج فتح حاصل کی۔ برطانی دستے وطن سے منقطع ہو کر برف کے اندر سے گزرتے ہوئے مشرق جانب ہینوور کی سرحد کی طرف ہٹ گئے۔ مگر حالت یہ تھی کہ اس مصیبت کی بے دست و پائی کو ہر دو واقعات کے ایک شاہد عینی نے ۱۸۱۳ء کی جنگ لیپزگ کے بعد فرانسیسیوں کی پسپائی کے مشابہ قرار دیا ہے[۱]۔

یورپ کے بادشاہوں اور فرانس کے درمیان کشمکش کی پہلی کارروائی کا خاتمہ ہو گیا۔ تین برس کی جنگ کا نتیجہ یہ ہوا کہ جمہوریت کی مملکت میں بلجیم، نائیس، اور سیوائے کا اضافہ ہو گیا۔ اور فرانسیسی فوجیں رائن سے مغرب جانب تمام جرمانیہ پر قابض ہو گئیں۔ اسپین اور پڈمانٹ میں کوہی درے اور کسی قدر ملک فتح کر لیا گیا۔ تولون میں فرانسیسی بیڑے کی تباہی اور یکم جون ۱۷۹۴ء کو واشانٹ کے قریب لارڈ ہو کی شدید شکست دہی کے باوجود، سمندروں تک میں فرانس کی قوت ہنوز خطرناک تھی اور اس نے اپنے دشمنوں کی

---

[۱] شکوسر، پانزدہم، ۲۰۳۔ اس کی تائید ایک عہدہ دار کے بیان سے بھی ہوتی ہے جو اینول رجسٹر (Annual Register) ۱۷۹۰ء صفحہ ۱۴۲ پر طبع ہوا ہے۔

بحری تجارت کو جو نقصانات پہنچائے وہ ان نقصانات سے بہت بڑھے ہوئے تھے جو خود اسے برداشت کرنا پڑے۔ انگلستان جس نے غرب الہند کے اکثر فرانسیسی جزائر پر قبضہ کرلیا تھا وہی ایک ایسی طاقت تھی جس نے اس جمہوری سلطنت سے کچھ حاصل کیا۔ انقلاب کو بزور اسلحہ دبا دینے کا خواب ہوا ہوگا، اور جو سلطنتیں اس مخاصمت میں خفیف الحرکاتی جوشِ جنوں یا زیادہ طاقتور حلیفوں کے کہنے سے داخل ہوئی تھیں، ان سب نے اب یہی ضروری سمجھا کہ جن شرائط پر بھی ہو سکے صلح کرلیں۔ ہالینڈ نے جس میں ایک زبردست جمہوری فریق نے ہمیشہ فرانس سے تعلق قائم رکھا تھا، اب اپنے اسٹاٹ ہولڈر (فرماں روا) کی حکمرانی منسوخ کردی اور اپنے وسائل کو فاتحین کی مرضی کے تابع کردیا۔ سارڈینیا نے بیکار کی مراسلت کی اور اسپین نے صلح کے معاوضہ میں، سنٹ ڈومنگو کا نصف اپنی حصہ جمہوریہ فرانس کو دیدیا (۲۲ر جولائی ۱۷۹۵ء)، پرشیا نے (۵ر اپریل کو) باسل میں ایک معاہدہ کیا جس کی اس شرط کی وجہ سے جرمانیہ کی تقسیم قائم ودائم ہوگئی کہ اگرچہ شہنشاہی بہ حیثیت مجموعی ہنوز فرانس سے برسر جنگ ہے، تاہم پرشیا کی غیر جانب داری کا نفع اُن تمام جرمانی سلطنتوں کو پہنچے گا جو ایک خاص خط کے شمال میں واقع ہیں۔ ایک خفیہ دفعہ کے بموجب یہ قرار دیا گیا کہ اگر عام صلح کے انجام پر شہنشاہی رائن کی مغرب کی امارتیں فرانس کو حوالہ کردے گی تو پرشیا بھی اپنی اس جانب کی مملکت فرانس کو دے دیگی اور اس کا عوض اسے کسی دوسری جگہ ملجائے گا۔[1]

پرشیا کے ساتھ معاہدہ باسل، ۵ر اپریل اسپین سے معاہدہ ۲۲ر جولائی ۱۷۹۵ء

آسٹریا اور انگلستان کا جنگ کو جاری رکھنا ۱۷۹۵ء

اس میں شک نہیں کہ اس قسم کی صلح ذلت آمیز تھی تاہم غالباً یورپ کی یہ بہت ہی بڑی خوش قسمتی ہوتی اگر ہر ایک سلطنت ان شرائط کے قبول کرنے پر مجبور ہو جاتی۔ فرانس نے جو مملکت حاصل کی تھی وہ اس سے بہت زیادہ نہیں تھی جو حقیقی مملکت

[1] والپوتاٹ، ہرگاز البرکٹ، سوم ۵۹، ۱۲۵ ۲۰ ۵۵ ایک موذی جانور اور سخت سور ہے۔

کے مطالبہ کا اسے توازن قوت کی رو سے ایسے وقت میں حق تھا جب روس پولینڈ کی بغاوت میں فتحمند ہو کر اس مملکت کو آخری طور پر تین مشرقی بادشاہوں کے درمیان تقسیم کر لینا چاہتا تھا۔ اپنے تمام نقائص کے باوجود ۱۷۹۵ء کا فرانس ایک ایسی عظیم الشان آزاد سلطنت کی مثال پیش کرتا جس کا امکان اس وقت باقی نہیں رہا جب نپولین کی پہلی مہمات کے بعد فوجی جوش کو ترقی ہو گئی، مگر یہ تاریک مستقبل ان برطانی مدبروں کی نظروں سے پوشیدہ رہا جنہیں موجود الوقت برائیوں کا نہایت ہی سخت احساس ہو رہا تھا انگلستان فرانسیسی تطاول کے خلاف عزم بالجزم کے ساتھ قائم رہا اور اسے آسٹریا کی ذات سے اب بھی ایک ایسا حلیف مل گیا جو اس کشاکش کو جاری رکھنا چاہتا تھا۔ برطانیہ عظمیٰ کی مالی مدد اور پولینڈ کی غنیمت میں سے روس کا ایک بہت بڑا حصہ پیش کر دینا وہ محرکات تھے جنہوں نے شہنشاہ کی حکومت کے مائل بہ انحطاط زور و قوت کو تازہ کر دیا۔ کلیرفیٹ کو حکم بھیجا گیا کہ کیسا ہی کچھ خطرہ کیوں نہ ہو رائن سے آگے بڑھے تاکہ جمہوریت کی فوجوں کو مشرقی فرانس سے ہٹا دے جہاں انگلستان عنقریب حامیان شاہی کی ایک جماعت کو اتارنا چاہتا تھا۔ لیکن کلیرفیٹ نے ان احکام کی تعمیل نہ کی اور موسم خزاں تک بیکار بیٹھا رہا۔ بعدازاں اس نے ایک فرانسیسی فوج کو جو رائن کی طرف بڑھتی آ رہی تھی شکست دے کر ہنیز کے پیچھے ہٹا دیا مگر برطانی مہم اس سے پہلے ہی ناکام ہو چکی تھی اور وہ وقت گزر چکا تھا کہ کلیرفٹ کی کامیابیوں سے کوئی قطعی نتیجہ برآمد ہوتا[1]

۹۔ پرشیا نے لوئیس شانزدہم کے بدنصیب بیٹے کو چھڑانے کی مطلق کوشش نہ کی۔

[1] برطانوی حکومت نے فرانس کے حامیان شاہی کی تحریک کی قوت کے متعلق بہت ہی اہم اندازہ کیا تھا۔ "میں آپ کو ان سطروں کی تکلیف دئے بغیر آپ کے خادم کو واپس نہ جانے دوں گا کہ آپ براہ کرم ہر ایک ممکن کوشش اس امر کی کریں کہ اس نازک موقع پر آسٹروی حکومت کو قوت و توانائی حاصل ہو جائے۔ میں نے اپنے اس مراسلہ میں فرانس

فرانس میں اب ایک نئی حکومت برسر اقتدار آ رہی تھی۔ جولائی ۱۷۹۴ء میں رابسپیر کی موت کے ساتھ دورِ ہول و تخویف کا خاتمہ ہو گیا تھا جن لوگوں نے رابسپیر کو مغلوب کیا وہ اس سے بھی زیادہ ظالم، بیوفا اور خونخوار تھے۔ انہوں نے خود اپنی جانیں بچانے کے لیے اس پر حملہ کیا تھا۔ اور انہیں ادنیٰ خیال بھی اس کا نہیں تھا کہ وہ فرانس میں آئینی حکومت کو بحال کریں لیکن قوم کی مغلوب کن رجعت پسندی نے انہیں مجبور کر دیا کہ وہ خود کو فریق راغب و رجعت کی حیثیت میں نمایاں کریں۔ یہ رجعت درحقیقت سیاسی رائے کے کسی تغیر کے بجائے زیادہ تر محض ہمدردی انسانی کے جذبات کا جوشِ زن ہو جانا تھا۔ دورِ ہول و تخویف کے کشتگانِ ستم میں، بہت بڑا حصہ ادنیٰ و اوسط طبقہ

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) کی حالت کے متعلق اگرچہ بہت راز کے ساتھ لکھا ہے مگر مختلف اطراف سے مجھے جو اطلاعیں حاصل ہوئی ہیں اور جو فرانس کے ہر جانب پر عائد ہوتی ہیں ان کے اقتضا کے اعتبار سے میں نے بہت کم لکھا ہے۔ ہم ہرگز یہ امید نہیں کر سکتے کہ جہاں تک فرانس کا تعلق ہے حالات کبھی بھی اس سے بہتر ہو سکتے ہیں، جیسے اس وقت ہیں۔ خدا کے لئے ان تمام امور کو پورے زور کے ساتھ پیش کیجئے اور مجھے یقین ہے کہ آپ خود بھی اسے محسوس کرتے ہوں گے۔" گرینویل بنام ایڈن ۷ اپریل ۱۷۹۵ء۔ دفاتر آسٹریا جلد ۱۲ مہم کی ناکامی کے بعد برطانی حکومت نے تھیوگٹ پر یہ سخت الزام لگایا کہ سرکاری حیثیت سے تو وہ کلیرفٹ پر آگے بڑھنے کے لئے پرزور احکام صادر کر رہا تھا اور خفیہ طور پر اس سے یہ کہدیا تھا کہ وہ کچھ نہ کرے۔ "آسٹروی وزرا سے اس انتظام کی حماقت و بدعہدی کے متعلق بحث کرنا بیکار ہے۔ جس کا اخفا انہیں آپ سے ضروری معلوم ہوا اور وہ اب غالباً اس پر پردہ ڈالنے کی کوشش کریں گے۔" گرینویل بنام ایڈن، اکتوبر ۱۷۹۵ء حسب بالا۔ جلد ۴۳۔ یہ الزام جس کی تکرار مورخوں نے بھی کی ہے، تھیوگیٹ کے نج کے خطوط سے غلط ثابت ہوتا ہے "اختصارات" (Briefs) جلد اول ۲۲۱ و مابعد۔ کلیرفیٹ کی بے عملی تھیوگیٹ زیادہ کسی کرناگواری نہ تھی۔

کے لوگوں کا تھا، جو لاونڈی اور برٹنی کے علاوہ اور جگہوں میں قدیم حکومت کو اتنا ہی کم دوست رکھتے تھے جتنا ان کے قاتل اسے دوست رکھتے تھے۔ مگر شہر کے فاقہ مست عوام کے سوا فرانس کا ہر ایک طبقہ امن و سکون اور خاموشی کے ساتھ زندگی کے کاروبار کے چلنے کا متمنی و آرزو مند تھا۔ جمہوریت کی ابتریوں کے بعد بہتوں کو بالطبع یہ معلوم ہوتا تھا کہ شاہی حکومت امن کی بہترین ضمانت ہوگی مگر جس بادشاہی کا خیال اس وقت ذہن میں آتا تھا وہ ۱۷۹۱ء کی حریت پسند شاہی تھی نہ کہ قدیم دربار جس کے ساتھ زبیندارانہ کلیسا اور ذی امتیاز طبقہ امرا کے لوازم لگے ہوئے ہوں۔ مذہب ہنوز فرانس میں ایک قوت تھا، مگر کسان، اپنی تمام اوہام پرستی اور نظم و امن کی تمام خواہشوں کے باوجود قدیم ایام مغالطات سے بالکلیہ آزاد تھے۔ وہ اپنے لڑکوں کو اصطباغ دلانا پسند کرتے تھے مگر وہ یہ نہیں چاہتے تھے کہ پادریوں کا محصل عشر پھر ان کے خرمن پر آموجود ہو۔ وہ مجلس عارضی کے ماہرین کی حکمی بازار سے لرزتے تھے مگر انہیں یہ خواہش نہیں تھی کہ وہ اپنے سابق آقائے بلند مرتبت کے کھیتوں میں پھر محنت کریں۔ ۱۷۹۵ء میں پیرس کے دکانداروں اور نارمنڈی کے کاشتکاروں کے درمیان "شاہی پسند" ہونے کے معنی اس سے زیادہ نہ تھے کہ کسی ایسے سیاسی نظم کی خواہش کی جائے جو بارہ ماہ تک مسلسل قائم رہ سکے اور اس کی بنا جبری قرضہ اور لازمی فروخت جائداد پر نہ ہو، لیکن مجلس عارضی کے جن لوگوں نے بادشاہی کو منسوخ کیا اور بادشاہ پر موت کا حکم صادر کیا تھا انہیں یہ نظر آتا تھا کہ مجلس عارضی نے فرانس کے لئے جو کچھ کیا تھا بادشاہی کا بحال کر دینا ان تمام کاموں کے لئے بدترین لعنت اور خود ان کے لئے مردود خلائق ہونے کا فتویٰ تھا۔ اگر بروقت قوم کی مرضی بحالی شاہی کی جانب مائل تھی تو اس کے ساتھ ہی مجلس عارضی نے بھی یہ عزم کر لیا تھا کہ قوم کی اس مرضی کو یا تو جبر سے مغلوب کر دینا چاہئے یا کچھ آئینی شکلیں اختیار کر کے اسے دبا دینا چاہئے۔ حکومت کو کبھی تو پیرس کے انتہا پسند عوام

سے خطرہ پیش آتا تھا اور کبھی طبقہ متوسط کے حامیان شاہی سے، اور اس لئے حکومت نے ایک دشمن کو دوسرے دشمن سے لڑا دیا یہاں تک کہ تارک وطن امرا کی ایک بے ہنگام کوشش سے مجلس عارضی کو یہ زرین موقع ہاتھ آگیا کہ وہ حامیان شاہی اور غیر ملکیوں دونوں پر قطعی فتح حاصل کرے۔

خلیج کیوبران میں امرا کا ورود۔ ۲۷ جون ۱۷۹۵ء

۲۷ جون کو ایک انگریزی بیڑے نے قدیم طبقہ امرا کے گلہائے سرسبد کو جنوب برٹنی کی خلیج کیوبران میں لاکر اتارا، ان بدقسمتوں کا فرانسیسی سرزمین پر دوبارہ قدم رکھنا درحقیقت اپنی ناقابلیت کا ایک آخری و مہلک ثبوت دینا تھا۔ ایک ایسے قطعۂ ملک میں جہاں کے کسانوں نے اپنے زمینداروں کے تحت، جمہوریت کے بہترین سپہ سالاروں کو برسوں حیران و پریشان کیا تھا وہاں امرا کی یہ حملہ آور فوج جسے انگلستان کے بیڑے سلاح اور روپیہ کی تائید حاصل تھی، خود اپنے سرگروہوں کے تفرقہ کی وجہ سے تین ہفتوں کے اندر بالکلیہ تباہ و برباد ہوگئی۔ اس کے قبل کہ امرا یہ فیصلہ کرسکیں کہ آمر کون ہو اور مامور کون ہو۔ جنرل اوش اچانک ان کے قلعہ پر جاپڑا اور انہیں جزیرہ نما کے اس سرے تک ہٹا لے گیا جہاں وہ اترے تھے، اور جو لوگ جنگ میں مارے نہ گئے تھے یا انگریزی کشتیوں نے انہیں بچا نہ لیا تھا ان سب کو ۲۰ جولائی کو گرفتار کرلیا۔ کمشنر ٹلیین نے اپنے کو شاہی پسندی کے بجا شبہ سے بچانے کے لئے چھ سو قیدیوں کو بیدردی کے ساتھ نشانۂ تفنگ بنادیا۔[1]

دستور سلطنت کی تجویز ۱۷۹۵ء

جس وقت جلاوطنوں کی یہ فوج فرانس میں پہنچی ہے اس وقت مجلس عارضی اس سیاسی تنظیم کی بحث میں مشغول تھی جو خود اس کی حکومت کا جانشین ہونے والا تھا فرانس

[1] کیوبران کی مہم سے متعلقہ کاغذات مع ڈی ارٹالیس، شارٹ دمرگرد ہالن ونڈ ہی کے خطوط کے دفاتر میں موجود ہیں، فرانس جلد ۶۔

کے لئے دستور سلطنت کے مرتب کرنے کے لئے جو مجلس مقرر ہوئی تھی اس نے ایک ہفتہ قبل اپنی رپورٹ (یادداشت) پیش کی تھی، یہ جدید دستور سلطنت، اپنی ابتدائی شکل میں جس طرح مرتب ہوا تھا اس کا خاص مقصود یہ تھا کہ ۱۷۹۲ء سے فرانس جن مصیبتوں میں مبتلا ہے، ان کے دوبارہ وقوع سے ملک کو محفوظ کیا جائے۔ گزشتہ تین برس کے نوایب ومصائب کو ایک واحد مجلس کی فرمان روائی کی جانب منسوب کیا جاتا تھا، مجلس عارضی کی ایک رائے نے انقلابی عدالت قائم کر دی، جرانڈیوں کو وقف ظلام بنا دیا، اور فرانس کو ان اسّی آدمیوں کے رحم وکرم پر چھوڑ دیا جن کا انتخاب خود مجلس عارضی نے اپنے ہی میں سے کیا تھا، ۱۷۹۵ء کے واضعین قانون کسی ایسی ضمانت کے خواہاں تھے کہ کوئی فریق کتنا ہی عزم مصمم کیوں نہ کر لے مگر اپنے دشمنوں کو صرف ایک قانون بنا دینے سے اس طرح تباہ نہ کر سکے، اور نہ اعلیٰ تشریعی وعاملی اختیار کو خود اپنے ہاتھوں میں مجتمع کر سکے۔ تقسیم اقتدار کی غرض سے نئے مسودہ دستور سلطنت میں جماعت عاملانہ مجلس وضع قوانین سے آزاد رکھی گئی تھی اور مجلس وضع قوانین خود دو ایوانوں میں منقسم کر دی گئی تھی۔ پانچ اشخاص کی ایک نظامت (جس کا انتخاب دونوں مجالس کی جانب سے ہوا ہو مگر وہ مجالس کو سوائے اس صورت کے اور کسی طرح پر جواب دہ نہ ہو کہ اس پر واقعی مقدمہ چلایا جائے) نظم ونسق ملک کے چلانے کے لئے تجویز ہوئی تھی لیکن اسے قوانین کے تجویز کرنے کا کوئی حق نہیں دیا گیا تھا۔ پانچسو ارکان کا ایک ایوان اس غرض سے تجویز ہوا تھا کہ وہ دوسو پچاس معمرین (یعنی اوسط عمر کے افراد) کی مجلس کے سامنے منظوری کے لئے قوانین پیش کرے مگر ان دونو میں سے کوئی جماعت بھی واقعی حکمرانی پر کوئی اثر نہ ڈالے۔ ایک ناظم اور ہر دو تشریعی جماعات کا ایک ثلث ہر سال کنارہ کش ہو جایا کرے[1]۔

[1] ورن سبل، سوم ۵۳۰

جس تجویز کا یہ خاکہ کھینچا گیا ہے اسے عام قبول حاصل ہو گیا یہاں تک کہ حامیان شاہی نے بھی اسے پسند کر لیا کیونکہ انھیں یقین یہ تھا کہ عام انتخاب سے وہ دونوں مجلسوں میں کثرت حاصل کریں گے لیکن مجلس کی نظروں میں یہ امر بجائے خود ایک ایسا مہلک امکان تھا جس سے بہر صورت بچنا چاہئے تھا خواہ کچھ ہی کیوں نہ ہو مسودہ دستور سلطنت کے مباحث کے دوران میں، کیوبران سے اوش کی فتح کی خبر آگئی۔ اس سے مجلس عارضی نے ہمت کر کے ایک دفعہ کا اضافہ کر دیا کہ نئے وکلاء میں سے دو ثلث کا تقرر خود اس مجلس کے ارکان میں سے ہونا چاہئے اور اس طرح ایوانوں میں شاہی پسندوں کی کثرت کو ناممکن بنا دیا۔ اس شرط کے ساتھ یہ دستور سلطنت ملک کے سامنے پیش کیا گیا۔ صوبجات نے اسے قبول کر لیا مگر پیرس کا حامی شاہی طبقہ متوسط، شورش کے لئے اٹھ کھڑا ہوا اور ٹیولیریز میں مجلس عارضی کی طرف کوچ کر دیا۔ ان کے اس خروج کا علم پہلے سے ہو گیا تھا، مجلس عارضی کی حفاظت جنرل بونا پارٹ کے تفویض کی گئی جس نے پیرس والوں کے حملوں کا اس طرح جواب دیا جو دار الصدرہ کے فن جنگ میں نامعلوم تھا، تربیت یافتہ توپ خانہ پر بونا پارٹ کی قیادت کی وجہ سے فتح تو حاصل ہو گئی مگر انقلاب کے زمانہ میں جتنی شورشیں پیرس میں ہوئیں ان میں یہ ۴ر اکتوبر (۱۳ وندی مائیر) کی شورش سب سے سخت تھی، اور اس دن جانوں کا نقصان اس سے زیادہ ہوا جتنا بادشاہی کے سقوط کے دن ہوا تھا۔

۱۷۹۵ء کا دستور سلطنت
ونڈی مائر کی شورش
۴ر اکتوبر

نظامت اکتوبر ۱۷۹۵ء

نئی حکومت اب برسر اقتدار ہوئی، جدید مجالس تشریعی میں مجلس عارضی کے ارکان کا شمار دو ثلث کا تھا۔ جس میں ایک ثلث کے انتخاب کی اجازت ملک کو دی گئی تھی اس میں زیادہ اشخاص معتدل الخیال یا حامی شاہی تھے۔ جو پانچ اشخاص ناظم

منتخب ہوئے تھے وہ سب کے سب مجلس عارضی کے ارکان اور وہ لوگ تھے جنھوں نے بادشاہ کی موت کے لئے رائے دی تھی۔ کاونٹ وہ شخص تھا جس نے دور ہول و تخویف کے مظالم میں شرکت کئے بغیر فتوحات حاصل کئے تھے اور سابق مجلس حفاظت عامہ کا ہی ایک رکن تھا جو اب بھی با اقتدار رہا۔ اس کے باوجود کہ ان پانچوں ناظموں کے انتخاب سے شاہ کشی کے فعل خطیر کی بہت بڑی ثنا و صفت ہوتی تھی، پھر بھی یورپ نے نظامت کے قیام کو اس حیثیت سے قبول کیا گویا اس سے انقلابی بدنظمی کا خاتمہ ہو گیا۔ فرانس میں آئینی حکومت کے دوبارہ قائم ہو جانے کا ایک امتیاز خاص یہ تھا کہ شاہ انگلستان نے صلح کی گفتگو کے لئے اپنی رضامندی کا اعلان کر دیا۔ یہ معلوم ہوتا تھا کہ جمہوریت میں زیادہ نرم انداز پیدا ہو گیا ہے۔ اگرچہ تارکان وطن اور حلف نہ لینے والے پادریوں کے خلاف قانون میں ترمیم نہیں ہوئی۔ تاہم جلاوطن بغیر وقت کے اپنے گھروں کو واپس آنے لگے۔ دارالصدر میں زندگانی نے پھر کسی قدر قدیم انداز اختیار کیا۔ متمول اور خوشباش اشخاص نے دور ہول و تخویف کے تمام شدائد کے بعد کسی قدر زیادہ قیمتی تعیش سے اپنے دلوں کو تسکین دی۔ مزدوری پیشہ طبقات نے جو اب بے ضرر و بے سلاح ہو گئے تھے بہت جلد یہ سیکھ لیا کہ انہیں اپنی قسمت میں اس ترقی پر قانع رہنا چاہئے جو نظم معاشرت کے ارتقا سے انہیں حاصل ہو جائے۔

انقلاب میں یورپ کے لئے نئی شے کیا تھی؟

انقلابی جنگ کے اس پہلے دور کے اختتام پر ہمیں ذرا ٹھہر کر ان نئے اثرات کا اندازہ کرنا چاہیئے جو فرانسیسی انقلاب نے یورپ میں پیدا کر دئے تھے اور ان تاثیرات کو دیکھنا چاہیئے جو اس سے نتیجہ ہوئے تھے۔ خود فرانسیسی قوم میں جو یہ خیال شائع ہے کہ انقلاب نے نہ صرف فرانس میں بلکہ بالعموم تمام مغربی یورپ میں نئی زندگی پیدا کر دی، یہ خیال واقعات کے

ایک سلسلہ عظیم کی نسبت تو صحیح ہے مگر دوسرے کی نسبت غلط ہے ۱۷۸۹ء میں فرانس میں ایسے تصورات و تخیلات موجود تھے جنہوں نے فرانس کو برّاعظم کی اکثر بادشاہیوں سے حقیقتاً متباین بنا دیا مگر دوسرے تصورات و تخیّلات ایسے بھی تھے جن میں فرانس اوروں کے ساتھ شریک تھا۔ معاشری قانون اور کلیسائی اصلاح کے جن خیالات نے ۱۷۸۹ء میں عملی لباس پہنا وہ فرانس کے ساتھ مخصوص نہ تھے، فرانس کے ساتھ جو شے مخصوص تھی وہ یہ خیال تھا کہ ان اصلاحات کو خود قوم کی طرف سے عمل میں آنا چاہیئے۔ دوسرے ملکوں میں اصلاحات کی ابتدا حکومتوں کی طرف سے ہوئی اور ناراضامند قوم پر انھیں بزور مسلط کیا گیا۔ بدعات کا شیوع بادشاہوں کی طرف سے ہوا اور سلطنت کے خدام ان کے عامل تھے۔ ترقیات کی ایک ممیز صنف اٹھارہویں صدی میں کم و بیش تمام مغربی درباروں کو اپنی طرف منعطف کر چکی تھی اور ان میں سے بہت سی ترقیاں ان تغیرات سے ہو بہو موافق تھیں جو فرانس میں انقلاب سے پیدا ہوئیں۔ سادے اور باقاعدہ انتظامی نظم کا قائم کرنا، پادریوں کی اصلاح کرنا، کلیسا کو پوپ کے اقتدار سے آزاد کرنا اور سلطنت کے تمام طبقات کو کلیسا کے اقتدار سے آزادی دلانا، کسانوں کی قسمت اور حالت کو ترقی دینا، قانون کے ایسے ضوابط کا جاری کرنا جن سے ظلم و جور اور قدیم دستورات کی ابتری دونوں رفع ہو جائیں یہ سب ایسے اغراض تھے جن سے اٹھارویں صدی کے وہ مطلق العنان فرمانروا کم و بیش مانوس تھے جنہیں فرانسیسیوں نے مختصراً "جبار منظّم" کے نام سے موسوم کر دیا تھا۔ آسٹریا، پرشیا اور سکینی میں بادشاہوں کی جانب سے تہذیب و تمدن کی ترقی دینے کا اظہار توزور و کے ساتھ ہو رہا تھا۔ نیپلز اور اسپین تک کی حکومتیں اس جدید تغیر کے کے اثر میں آئے بغیر نہیں رہیں۔ جوزف کا آسٹریا کو مذہبی رواداری کا عطا

اٹھارہویں صدی کی مطلق العنان حکومتوں کا اصلاحات میں مشغول ہونا۔

کرنا، لیوپولڈ کا ٹسکینی میں پاپائی اقتدار کا رد کر دینا، اور موت کی سزا کو منسوخ کر دینا یہ اسی سیاسی مستقل پسندی کے زیادہ دلیرانہ مساعی تھے جس نے اسپین میں عدالت اختیار مذہبی کے اختیارات کو کم کر دیا تھا اور نیپلز میں تعلیم عامہ کے ایک نظم قائم کرنے کی کوشش کی تھی، لیکن اُن تمام کاموں میں قوم کے کسی فعل کا کہیں پتہ نہیں چلتا تھا اور نہ اس احساس کا کوئی نشان ملتا تھا کہ قوم کو چاہیئے کہ خود کو سلطنت کی حصانت سے بالاتر کر لے۔ ارباب فکر حکومت پر یہ زور دیتے تھے کہ وہ قوم میں بہتر تنظیمات پیدا کرے، قوم پر یہ زور نہیں دیتے تھے کہ وہ حکومت سے اس قسم کے تنظیمات بزور رکے لے۔

فرانس میں قوم نے خود عمل کیا۔

صرف فرانس ہی ایک ایسا ملک تھا جہاں معاملات عامہ کے متعلق ایک ایسا خیال نشوونما پاگیا تھا جس نے قوم کو مجبور کیا کہ وہ اپنے لئے اصلاحات خود پیدا کرے۔

فرانس کے انقلابی تغیرات میں سے اگرچہ بہت سے تغیرات نفس مطلب کے اعتبار سے آسٹروی یا ٹسکینوی اصلاح کے مقاصد سے مماثل تھے، مگر ان کے طریق کار میں باہم کسی قسم کی یکسانی نہیں تھی۔ دوسرے ممالک میں اصلاح کی ابتدا کسی روشن خیال فرمانروا کے حکم سے ہوئی، فرانس میں اس کا آغاز "اعلان حقوق انسان" سے ہوا اور کوشش یہ کی گئی کہ مقامی اقتدار پیدا کیا جائے جس کا نفاذ خود شہریوں کی جانب سے ہو۔ اس فرق کا منبع کچھ تو انگلستان وامریکہ کا وہ اثر تھا جو فرانسیسی آرا پر پڑ رہا تھا مگر زیادہ تر اس کی بنا خود فرانس کے اندر کثیر التعداد و پر زور طبقۂ متوسط کا موجود ہونا تھا جو تجارت سے مالامال ہو کر اپنے زمانہ کے تمام تخیلات اور ادبی منعد کاری میں گہری دلچسپی رکھتا تھا۔ یہ ایسا طبقہ تھا جو ان غلطیوں کو بھی سمجھتا تھا جو دوسرے طبقات عائد کرتے یا برداشت کرتے تھے اور اس کے ساتھ اپنے کو ان غلطیوں کے رفع کرنے کا بھی اہل خیال کرتا تھا۔ نیپلز یا ہنگری میں کوڑوں سے پٹنے والے اور محصولوں کے بوجھ سے دبلے ہوئے کسانوں کا بادشاہ کے سوا کوئی

یار و مددگار نہیں تھا۔ شاہی یورپ جن مفلوک و پسماندہ سلطنتوں پر مشتمل تھا ان میں سے اکثر سلطنتوں میں باشندوں کا وہ جزو جس پر "نہ خواجہ رعیت نہ غلام شہر یارم" کا اطلاق ہوتا ہو اس قدر قلیل تھا کہ وہ خیال ہی نہیں کرسکتا تھا کہ وہ بزور اقتدار حاصل کرے گا۔ امرا اپنے جاگیری حقوق کو قائم رکھنا چاہتے تھے۔ بادشاہ انہیں گھٹانا چاہتا تھا، فرانس کے سوا اور جگہوں میں قوم نے نہ اس میں دخل دیا اور نہ خود اقتدار پر ہاتھ ڈالا، کیونکہ قوم کے معنی اس کے سوا اور کچھ نہ تھے کہ ایک دوسرے سے بالکل جداگانہ چار طبقات تھے، زمیندار حکم چلاتے، کسان خدمت گزاری کرتے، پادری مفت کی روٹیاں کھاتے، اور سپاہی جنگ کرتے تھے۔ فرانس براعظم کی دوسری تمام بادشاہیوں سے اس امر میں مختلف تھا کہ اس میں "طبقۂ عامہ" موجود تھا جس میں تمام طبقات ممزوج تھے اور جس پر کسی کو تحکم نہیں حاصل تھا، اس طبقۂ عامہ میں وہ ہزارہا افراد داخل تھے جو نظم معاشرت کے اغراض اعلیٰ سے واقف تھے، اور وہ امرا میں سے ہوں یا نہ ہوں مگر ان کے پاس دولت و ذہانت موجود تھی جس سے ان میں بجا طور پر یہ خواہش پیدا ہوگئی تھی کہ انہیں اختیار و اقتدار میں حصہ ملنا چاہیئے۔

فرانس سے باہر حکومتوں کے خلاف تحریکات،

حریت، یعنی قوم کا خود اپنے اوپر حکمرانی کرنے کا حق آغاز کار میں انقلاب کا سب سے بڑا اصول معلوم ہوتا تھا۔ فرانسیسی قوم خود یہ یقین کرتی تھی کہ یہ معرکہ زیادہ تر اقتدار اور حق عوام کے مابین ہے، اور باقی یورپ بھی انقلاب کو اسی حیثیت سے دیکھتا تھا، اس لئے جن ملکوں میں فرانس کی مثال میں سیاسی تحریکات پیدا ہوئے وہاں ابتداً یہی اثر مترتب ہوا کہ حکومت کی کوئی بھی شکل ہو اس کے خلاف شور و شر برپا کرنا چاہیئے۔ انگلستان میں پارلیمنٹ کے اعیانی نظم کے خلاف طبقۂ متوسط نے شور برپا کیا، ہنگری میں امرا نے تاج کے

خلاف سر اٹھایا، کنار دریائے رائن پر تجارتی طبقات نے کلیسائی حکمرانی کے خلاف غوغا مچایا مگر جن جگہوں میں اصلاحی تحریک کو فرانسیسی فوجوں کی موجودگی سے تقویت نہیں حاصل تھی وہاں سب ہی جگہ یہ ہوا کہ (فرانس میں) انقلاب کے ابتدائی سنجیدہ توقعات کے بعد جو آفتیں آئیں ان سے اس تحریک کے سرگروہوں کے قدم پیچھے ہٹ گئے اور ان میں مایوسی پیدا ہوگئی اور اچھی حکومتیں بھی رجعت قہقری کی دوزخ بن گئیں۔ خود فرانس میں یہ نظر آگیا کہ ایک روشن خیال طبقہ میں آزادی کی خواہش پیدا ہوجانے سے یہ نہیں ہوسکتا کہ اس قوم کے عادات دفعتاً بدل جائیں جو ہر شئے کو درباری اقتدار کی طرف سے قبول کرنے کی عادی ہو۔ امتیاز تباہ ہوگیا، مساوات کے قدم آگے بڑھ گئے، مگر انقلاب نے فرانس میں حکومت خود اختیاری کے بجائے ایسی شدید مطلق العنانی قائم کردی کہ چشم فرانس نے کبھی ایسی جابرانہ حکومت نہیں دیکھی تھی۔ یہ نہیں ہوا کہ انقلاب ہوا میں اڑ گیا اور جو شئے جہاں تھی وہیں رہ گئی بلکہ اس نے ان عظیم الشان تغیرات میں سے اکثر تغیرات کو مکمل کردیا تھا جن سے صحیح معاشری زندگانی کی بنیاد قائم ہوتی ہے مگر اسے بھی حکومت خود اختیاری کا ملکہ یعنی ایک دیرپا سیاسی حریت کی شرط اوّلیں، بتدریج حاصل کرنا باقی رہ گیا۔

رجعت قہقری

فرانس سے باہر سابقہ تغیر کے نفع کے بغیر رجعت قہقری کا آغاز ہوگیا۔ لندن، وائنا، نیپلز، اور میڈرڈ میں جیکوبن طریق کی انتہا پسندی کو فرو کرنے کے لئے حکومتوں نے تمام دوسرے اغراض و مقاصد کو پس پشت ڈال دیا۔ پٹ کے شریفانہ مقاصد یہ تھے کہ بردہ فروشی کا خاتمہ کیا جائے، پارلیمنٹ کی اصلاح کی جائے اور آزاد تجارت کے ذریعہ سے قوموں کے روابط باہمی کو ترقی دی جائے مگر وہی پٹ ان لوگوں کے ہاتھوں میں کٹ پتلی بن گیا جن کے خیالات تمامتر مخبروں، قوانین دہان بندی اور خود ساختہ غداری پر مرکوز تھے، اور جو بردہ فروشی کے متعلق ہر طرح کے وضع قوانین کی صرف اس

وجہ سے مخالفت کرتے تھے کہ فرانس کی مجلس عارضی کے انتہا پسندوں نے غلاموں کو آزاد کر دیا تھا۔ لوگوں پر سیاسی مقدمات کے قائم کرنے اور انھیں قید کر دینے کی ہوا چل گئی تھی مگر انگلستان میں یہ رجعت پسندی پھانسی کے تختہ تک نہیں پہونچی۔ وائنا اور نیپلز میں خوف نے زیادہ ظالمانہ صورت اختیار کی۔ جن لوگوں پر انقلاب کا خوف اس درجہ طاری ہو گیا تھا یا یہ کہ وہ بناوٹ سے ایسا ظاہر کرتے تھے کہ انھیں موزارٹ کے آخری تماشے[1] میں جیکوبنی استعارہ نظر آیا تھا انھیں جب واقعی سازش کا کوئی رشتہ ہاتھ آجاتا تھا تو جان لینے سے بھی دریغ نہیں کرتے تھے وائنا میں اس خوف و دہشت سے یہ کام لیا گیا کہ آسٹروی دربار کے خلاف ہنگری کی آئینی مخالفت کو پامال کر دیا گیا۔ نیپلز میں ایک خفیہ عدالت اس غرض سے قایم کی گئی کہ مخبر سازش کے جو الزامات لگا دیں ان کی تحقیقات کرے جس سے ستمگاری و مردم آزاری کا ایک طولانی دور قائم ہو گیا۔ مینز میں استقف اعظم جب ۱۷۹۳ء میں پھر بحال ہو گیا تو اس نے اپنی حکومت کے آخری ایام وحشیانہ سزاؤں اور ستمگارانہ احتیاطوں میں صرف کیے

انقلاب کے پہلے دور نے قدیم یورپی سلطنتوں پر جو اثر ڈالا اس کی یہ صرف چند مثالیں ہیں، آزادی کی ایک آئی لہر کے بعد انقلاب نے قوموں کو خود رجعت پسندی اور سست روی میں مبتلا کر دیا۔ اس نے اچھی حکومتوں کے انداز کو بالکلیہ بدل دیا۔ تمام آزادانہ خیالات انقلاب کے نام سے مطعون ہونے لگے، اور حکومت و اقتدار کے معنی یہ قرار پا گئے کہ ہر قسم کی اصلاح کی مخالفت کرنا اس کا کام ہے۔ ایسی بھی سلطنتیں تھیں جن میں بس اتنا ہی تغیر ہو کر رہ گیا یعنی انھوں نے انقلاب کے اسی پہلے اثر کو قبول کر لیا، اور انگلستان کے مانند ایسی بھی سلطنتیں تھیں جن کی تاریخ ایک پوری نسل تک سیاسی ترقی کو روکنے اور اسے راہ سے بے راہ کر دینے کی تاریخ ہے ان کے سوا دوسری ایسی سلطنتیں بھی تھیں (اور انہیں کی زیادہ کثرت تھی)، جن میں فرانس کے متواتر فتوحات کے

[1] زاؤبر فلوٹ کی پولس نے جو تعبیر کی اس کے لئے اسپرنگر کی تصنیف "جادو کا بینڈ" (Zauberflote) جلد اول صفحہ ۲۹ دیکھنا چاہئے۔

پیدا کردہ جذبہ سے دور رس تغیرات کی رو میں یہ پہلی تحریک اور یہ پہلی رجعت دونوں فراموش ہو گئیں۔ اب ہم جس دور میں داخل ہونے والے ہیں اس میں ان تغیرات کی نوعیت و کیفیت کی دلچسپی خود ان جنگ آزمایوں کی دلچسپی سے بڑھی ہوئی ہے جن کی وجہ سے یہ تغیرات عمل میں آئے تھے۔

باب سوم

اطالوی مہمات، معاہدہ کیمپو فارمیو

آسٹریا پر سہ گانہ حملہ۔ مورو، ژوردان۔ بوناپارٹ، اطالیہ میں اطالوی سلطنتوں کی حالت۔ بوناپارٹ اور نظامت کے ادعات اور اصلی ارادے۔ جنگ مانٹینوٹ۔ سارڈینیا سے التوائے جنگ، لمبارڈی کی مہم۔ پوپ، نیپلز، ٹسکینی کے ساتھ برتاؤ۔ محاصرہ منٹوا۔ کاسٹیلونا۔ مورو اور ژوردان جرمانیہ میں۔ ان کی بازگشت۔ پرشیا سے خفیہ معاہدہ۔ انگلستان سے مراسلات۔ جمہوریۂ سسپاڈین۔ اطالوی خود مختاری کے خیال کی ترقی۔ جنگہائے ارکولا و ریوولی۔ ٹولنٹینو میں پوپ سے صلح۔ وینس۔ لیوبن کے مراحل ابتدائی۔ فرانسیسی، وینس میں۔ فرانسیسیوں کا جزائر یونان پر قبضہ کر لینا اور وینس کا آسٹریا کو دیدینا۔ جینوا۔ پیرس میں ۱۷ فرکٹیڈر کی ضرب ناگہانی۔ معاہدہ کیمپو فارمیو۔ سمندر پر انگلستان کے فتوحات۔ مصر کے خلاف بوناپارٹ کا منصوبہ۔

اطالیہ، ڈینیوب۔ اور رین کی فوجیں۔ ۱۷۹۶ء

۱۷۹۶ء کے آغاز کے ساتھ یورپی تاریخ کی خاص دلچسپی دوسرے منظر کی طرف منتقل ہو جاتی ہے۔ اس وقت تک فرانسیسی فتح کا سیلاب رائن کی طرف بہتا جا رہا تھا۔ پرینیز والی فوج کی پیش قدمی صلح ہو جانے کے باعث رک گئی تھی۔ اطالیہ والی فوج کو پہاڑوں سے ورے کچھ غیر معروف سی کامیابیاں حاصل ہوئی تھیں۔ اسی ۱۷۹۶ء کے موسم بہار میں اس موخر الذکر فوج کی کمان پر نپولین کے تقرر سے جمہوریت کی قسمتوں کا مرکز آلپس سے پار کی سرزمین میں قائم ہو گیا۔ معاہدۂ باسل کے رو سے پرشیا سے آزاد ہو کر نظامت کو اب یہ موقع مل گیا کہ وہ ہالینڈ اور نشیبی رائن سے اپنی توجہ کو ہٹا لے اور اپنی پوری طاقت آسٹریا کی کشاکش میں صرف کر دے۔ بونا پارٹ کے مشورے سے وائنا کے خلاف تین طرف سے فوجیں بڑھیں۔ ایک لمبارڈی کے راستے سے، دوسری ڈینیوب کی طرف سے اور تیسری وادی مین کی جانب سے۔ سپہ سالار ژوردان جس نے ندرلینڈرز کے فتح کرنے والی فوج کی کمان کی تھی، اسے براہ فرینکفرٹ، جرمانیہ میں داخل ہونے کا حکم دیا گیا، مورو نے مقام اسٹراسبرگ پر رائن کو عبور کیا، اور خود نپولین اپنی تھوڑی بہت فوج کو لے کر نائیس کی ساحلی سڑک کی طرف سے چل کر، جینوا سے چالیس میل مغرب میں بحری اپینائنز کے ڈھال پر آسٹریا اور سارڈینیا کی متحدہ فوجوں کے مقابل ہوا۔ جس ملک میں وہ اس وقت کارروائی کرنے والا تھا، اس میں وہ ۱۷۹۴ء میں بھی کام کر چکا تھا اور اس وجہ سے اس سے واقف تھا خود اس کے عادات و اطوار اور اس کی زبان سے اسے خاص فائدہ حاصل تھا کہ وہ جہاں بھی کام کرتا نفع میں رہتا۔ وہ دل سے اطالوی نہیں تھا، مگر وہ اطالویوں کے طبائع سے اس قدر واقف تھا کہ وہ ان کے جذبات سے اچھا کام لے سکتا تھا اور جب تک کہ اسے اطالویوں کی رائے کی تائید کی ضرورت ہوتی وہ خود اپنے

مسلسل فتوحات سے ان کی امیدوں کو اپنی ذات سے وابستہ رکھ سکتا تھا۔

اطالیہ کا وہ تابناک و پرزور زمانہ جب اس نے اپنی جمہوری آزادی کی درخشانی سے شمالی یورپ کو علوم و فنون اور حظوظ زندگانی میں اس قدر نفع پہنچایا تھا، اسے گزرے ہوئے تین صدیاں ہو چکی تھیں۔ اب مدتہائے دراز سے مطلق العنان یا غیر ملکی حکومت کے نیچے دبے رہنے، تجارتی تعطل اور ذہنی و اخلاقی انحطاط نے اطالیوں کو اس قابل نہ رکھا تھا کہ یورپ کی سیاسی طاقتوں میں ان کا بھی کچھ شمار ہوتا۔ ۱۷۴۸ء کی صلح ایکسلاشاپل تک خاندانہائے باربن وہیپسبرگ کے درمیان اطالیہ کے صوبوں کا لین دین ہوتا تھا اور اگرچہ اس وقت کی قرارداد نے امارت ملان کے سوا اطالیہ کے اور کسی حصہ کو کسی غیر ملکی شہنشاہی میں ملحق نہیں رکھا، پھر بھی، نیپلز کا تاج اسپین کے باربن خاندان کی ایک شاخ کو عطا کر دیا گیا اور آرچ ڈیوک فرینسس کے ساتھ میریا تھریسا کا عقد ہو جانے سے ٹسکنی، خاندان آسٹریا کا ایک ضمیمہ بن گئی۔ وینس اور جنیوا نے اپنی خود مختاری اور اپنی جمہوری حکومت کو قائم رکھا مگر ان کی قدیم طبیعت کا کوئی اثر باقی نہیں رہا۔ انقلابی جنگ کے آغاز کے وقت تمام براعظم میں اطالوی اثر حاوی تھا۔ نیپلز کے فرڈیننڈ کی ملکہ اور اس پر فرمان چلانے والی میری کیرولائن، لیوپولڈ اور میری انٹوائینٹ کی بہن تھی۔ پیڈمانٹ کے علاوہ (جس نے پرزور فوجی احساس اور مستعدانہ وطن پرستانہ حکمت عملی کے روایات قائم رکھے تھے) اطالیہ کی تمام دوسری سلطنتیں یا تو وینس و جنیوا کے مانند یہ چاہتی تھیں کہ آس پاس جو کچھ گزر رہا ہو سب کی طرف سے اپنے آنکھ کان اس طرح بند کر لیں گویا انہیں کچھ خبر ہی نہیں اور اس طرح اپنے خطرے کو بچا لے جائیں یا ان پر ایسے خاندان حکمران تھے جو براعظم کے ذیشان شاہی خاندانوں سے تعلقات قریبہ رکھتے تھے۔ خود اطالیہ میں نپولینی دور کے اندر یورپی

معاملات کی عام رفتار میں، کسی معاملہ کا تصفیہ اطالوی قوم کے جذبات کے موافق نہیں ہوتا تھا۔ کسان گاہ بگاہ بڑے جوش وخروش کے ساتھ فرانسیسیوں کے مقابلہ میں لڑے مگر اسپینیوں کی طرح یہاں کوئی قومی جذبہ نہیں تھا جو نپولین یا اس کے دشمنوں کی جانب میں اطالیہ کے اصلی طبقات کو متحد کر دیتا۔ رضا و تسلیم اس قوم کی عادت میں داخل ہو گئے تھے، قومی اتحاد و وقعت کا احساس اور وہ شخصی فخر جو فقدان حریت کو ایک جور ناقابل برداشت بنا دیتا ہے، اطالویوں کے طبائع میں بہت بعد کو پیدا ہوا۔

لیکن سیاسی حیثیت سے اس طرح کالعدم ہونے کے باوجود بھی اطالیہ کی حالت انحطاط و زوال کی نہیں تھی۔ اس کے بدترین ایام اٹھارویں صدی کے وسط کے قبل ختم ہو چکے تھے۔ انقلاب فرانس سے پچاس برس ماقبل کا زمانہ اگر جذبۂ حریت کے پیدا کرنے میں موید نہیں ہوا تاہم دوسرے اعتبارات سے یہ زمانہ ترقی و تجدید کا زمانہ تھا۔ لمبارڈی میں اسپینیوں کی مدتوں کی جمود و بدنظمی کے بعد میریا تھریسا اور جوزف کی حکومت نے زندگی و جوشش پیدا کر دیا تھا۔ مقامی مستعد کاری کے روایات زندہ ہو گئے تھے، آب رسانی و زرعی

۱۷۳۵ء کے بعد تجدید حیات

ترقیات کے کاموں میں کمیونوں کی ہمت افزائی کی جا رہی تھی۔ اظہار رائے و مطابع کی خاص آزادی کی وجہ سے اطالیہ میں آسٹروی مقبوضات ذہنی تحریک کا مرکز بن گئے تھے۔ جنوب میں ترقی کا آغاز اس دن سے ہوا جس دن (۱۷۳۵ء میں) آخری غیر ملکی ویسرائے (نائب السلطنت) نیپلز سے ناپید ہوا اور شاہ چارلس پنجم ایک خود مختار بادشاہی کے طور پر سسلی کی حکومت پر متمکن ہوا (حالانکہ یہ بادشاہ بھی خاندان اسپین کا ایک رکن تھا)۔ صرف وینس اور پاپائی ممالک ایسے بے حس معلوم ہوتے تھے جن پر ان مادی و معاشرتی ترقیوں کا کوئی اثر نہ پڑا جو بقیہ

اطالیہ میں سیاسی زندگی کے پیدا ہونے کے قبل اس قدر زور دکھا رہے تھے۔

یہ زمانہ آئینی امتیاز سے بھی خالی نہیں تھا۔ اٹھارویں صدی کے نصف آخری حصہ میں اگرچہ اطالیہ کے علم ادب میں وہ بات نہیں رہی تھی جو اس کے شاندار عہد شباب کے جذبات کو یاد دلاتی پھر بھی اتنا ضرور تھا کہ اس سے سنجیدگی اور اہم معاملات کی دلچسپی کا اظہار ہوتا تھا۔ لمبارڈی کے ماہران اقتصادیات کسی طرح انگلستان کے ماہرین سے پیچھے نہ تھے۔ ملان کے بکاریا کی تصنیف "جرائم و پاداش" نے یورپ کے ہر ملک میں قانون جرائم کے اصلاح کی تحریک پیدا کر دی۔ عالی خاندان و تعلیم یافتہ اطالیوں کی زندگی میں بے مصرف سپہ گری اور لاحاصل تنقید کو بڑا ہنر سمجھا جاتا تھا مگر اب اس کے بجائے زراعت، تجارت، اور تعلیم کے مسائل کی طرف زیرکانہ و روز افزوں توجہ بڑھتی جاتی تھی۔ ایک صاحب جودت وٹاریو الفیری (اطالوی فسانۂ غم کے بانی) نے نظم و نثر دونوں میں بے باکانہ خودمختاری اور ظالمانہ اقتدار کی مقاومت کے انداز کو انتہائی کمال کو پہنچا دیا تھا۔ الفیری نہ خود سیاسی معاملات میں کوئی صاحب فہم شخص تھا اور نہ وہ اطالیہ کے کسی واقعی سیاسی روش کا نمائندہ تھا مگر اطالیہ والوں کو اس نے جو سبق پڑھایا، اس وقت اطالیہ کو بس اسی کی ضرورت تھی، اس نے انہیں اپنی ذات اور اپنے ملک کی عزت کرنے کا سبق دے دیا اور علم ادب میں اس مردانہ و پرزور جذبہ کے ظہور نے یہ امید پیدا کر دی کہ اطالوی قوم اب زیادہ دنوں تک اپنی سیاسی حالت پر قانع نہ رہے گی۔

معاشری حالت

بیرونی دنیا کو اطالیہ اس سے زیادہ کچھ نہیں معلوم ہوتی تھی کہ وہ روما کے "فورم" (جائے اجتماع عام) فلورنس کے رواق، کیپری کی بہشت اور نیپلز کے سواحل کا ویرانہ وخرابہ ہے، اس کی زندگی کے مقامی حالات کی گوناگونی پیہ باہر کے

لوگوں کی نظر میں بہت کم پڑتی تھیں۔ اطالیہ میں ایسے اضلاع بھی تھے جہاں کا معاشری نظم تقریباً پولینڈی طرز کی بربریت کا سا تھا، اور ایسے اضلاع بھی تھے جہاں امیر و غریب یورپ کے ہر ایک دوسرے ملک کی بہ نسبت زیادہ خوشگوار تعلقات کے ساتھ بسر کرتے تھے۔ اس فرق کا انحصار زیادہ تر اس امر پر تھا کہ گزشتہ زمانے میں بلدی زندگی نے کسی حد تک اس جاگیری نظم کو مغلوب کر دیا تھا جس کے بموجب مالک مقام اپنے علاقہ کا جج و حکمران خود ہی ہوتا تھا۔ شہروں میں صاحب جائداد امرا کو جذب کر لینے میں ٹسکنی نے سب سے زیادہ اور نیپلز و سسلی نے سب سے کم زور دکھایا۔ ازمنۂ وسطی میں، جب جمہوریہ فلورنس نے گرد و نواح کے امرا کو مجبور کیا کہ وہ شہری بن کر شہر کے دیواروں کے اندر رہیں تو بعض صورتوں میں اس نے امرا کو کل اقتدار و اختیار سے محروم کر دیا اور بعض صورتوں میں انہیں اپنے کاشتکاروں پر اختیار عدالتی قائم رکھنے کا مجاز کر دیا، مگر ان حالتوں میں بھی شہر کے اقتدار شاہانہ نے جاگیری تعلق کی شدت و جبر کو بہت کچھ محو کر دیا۔ فلورنس کی آزادی کے زوال کے بعد مڈیچیوں نے قدیم بادشاہیوں کی نقالی میں ان لوگوں کو مارکوئیس اور کاونٹ کے خطابات عطا کئے جنھوں نے غلامی کو آزادی پر ترجیح دی اور اس عطائے منصب کے ساتھ مقامی اقتدار بھی موروثی طور پر بخش دیا، مگر ان نئے منظیمات نے ملک کی زندگی میں کچھ مضبوط جڑ نہ پکڑی اور خاندان لورین (۱۷۴۹) کے پہلے آرچ ڈیوک کے قانون نے صاحب جائداد امرا کو محض دیہات کے شرفا کی حیثیت میں بدل دیا۔ علاقے بہت بڑے بڑے نہیں تھے، رائج الوقت زرعی نظم اس وقت کی طرح "مزارعت" کا تھا، یعنی زمیندار اور کاشتکار میں شراکت ہوتی تھی۔ حسب رواج کاشتکار کا قبضہ ارضی مستقل ہوتا تھا اور پیداوار میں زمیندار کا حصہ ہوتا، اور وہ مویشی اور سامان کشتکاری کا ایک جزو مہیا کرتا تھا۔ ٹسکنی میں اس "مزارعت" کے حالات کاشتکاروں کے لئے بغایت مفید تھے، اور اگر ایک سہل انگیز و روشن خیال حکومت کے

تحت میں خوش فکری کی دہقانی زندگی ہی سلطنت کا مآل کار ہو تو پھر آثر سکینی کو بہت ہی نادر و نایاب خوش حالی حاصل تھی۔

نیپلز و سسلی۔ نیپلز اور سسلی کی حالت اس سے بہت ہی مختلف تھی یہاں شہری زندگی کی ترقی کبھی اس درشت فرمانروائی پر اثر انداز نہ ہوئی تھی جسے بیرنون نے ان وسیع قطعات ارض پر جاری کر رکھا تھا جو متمدن دنیا سے علیحدہ تھے۔ ۱۷۳۵ء میں جب چارلس سوم تخت نشین ہوا تو اس نے دیکھا کہ پورے پورے صوبے ایسے تھے جہاں سلطنت کی طرف سے معدلت گستری کا مطلق کوئی انتظام نہیں تھا امرا کے جاگیری حقوق انتہائی حد تک آزاردہ تھے، اور عوام کی بربریت بعض شہروں میں حد غایت کو پہنچی ہوئی تھی۔ بادشاہی کے دو ہزار چھ سو قصبوں اور دیہاتوں میں سے صرف پچاس ایسے تھے جو جاگیری اقتدار کے تابع نہ ہوں۔ نیپلز کے پندرہ میل پر سان جنیرو دی پالما کے علاقہ میں ۱۷۸۶ء تک صرف بیرن کے عہدہ دار ہی وہ اشخاص تھے جو مکانوں میں رہتے تھے اور دو ہزار کاشتکار پھوس کے چھپروں میں سوتے تھے[۱] ۱۷۳۰ء سے ۱۷۵۹ء تک

---

[۱] گلانٹی "انتشار سسلی": Deocriszione delle Sialic کا اہل سینیم و اہل لوکینیا اس قدر ہولناک منظر نہیں پیش کر سکتے تھے کیونکہ وہاں جاگیری قواعد نہیں تھے"۔ غالباً گلانٹی کی کتاب اس بے اندازہ کام کا بہترین تصور پیدا کرتی ہے جو اٹھارویں صدی کی شاہی کو اس اصول کے خلاف انجام دینا پڑتا تھا جسے وہ بیجا طور پر "جاگیری حکومت کی بلا" کہتا ہے۔ اٹھارویں صدی میں بہت آگے تک یورپ کے زیادہ پس ماندہ ملکوں میں جاگیری طریق کی تکمیل و مصیبت کا صحیح اندازہ واقعی زندگی کے ان ضربات کے مطالعہ کے بغیر نہیں ہو سکتا جن کا خاکہ ان چشمدید شاہدان نے کھینچا ہے کا سلری (۸-۱۷۲۱) میں ۱۸۱۰ء کی سسلی کا ایک بہت اچھا گمنام بیان موجود ہے۔

جب کہ نیپلز کا تاج چارلس کے زیب سر رہا تو خود اس نے اور اس کے بعد اس کے کمزور جانشین فرڈیننڈ چہارم کے وزرا تنوسی اور کارا ئچولی نے انصاف و انتظام کے معاملہ میں سلطنت کے اقتدار کو نافذ کیا اور امرا کے بعض نہایت ہی تکلیف دہ جاگیری حقوق کو منسوخ کیا مگر ان کے یہ قوانین اگرچہ نہایت دلیرانہ اور انگریزی معیار کے مطابق تو انقلابی تھے، مگر جو معاشری نظم صوبوں کی ناقص حکومت و بد انتظامی پر مبنی ہوا ہے یہ قوانین بھی دو نسلوں تک نہ بدل سکے۔ انقلاب فرانس کے آغاز کے وقت دونوں سسلی کی بادشاہی کا حال وہی تھا جو اس وقت بھی ہے یعنی یہ ایک ایسی سرزمین تھی جس میں دولت و جائداد کی عدم مساوات بہت بڑھی ہوئی تھی۔ یہاں بہت بڑے بڑے علاقے ستم شعار و بد دماغ مالکوں کے ہاتھوں برباد ہو رہے تھے اور کسانوں کی کیفیت یہ تھی کہ نفع بخش حرفت یا قانون کے منصفانہ و باضابطہ نفاذ کے نہ ہونے سے ان کی طبیعتوں میں کچھ تربیت نہیں آئی تھی اور اس لئے انھیں وحشی صفت اور متعصب پادریوں سے بہتر کوئی رہبر نہیں ملتا تھا۔

پڈمانٹ۔　بقیہ حصص اطالیہ میں حالات زندگی ٹسکنی اور نیپلز کے طرزوں کے اندر ہی مختلف مقامات پر مختلف نوع کے تھے۔ پڈمانٹ جو اپنے قومی جذبات اور اپنی حب الوطنی میں اطالیہ کی دوسری سلطنتوں سے بہت بڑھا ہوا تھا، وہ معاشری حیثیت سے سب سے پیچھے رہنے والوں میں تھا۔ یہ پادریوں، امیروں اور

سپاہیوں کا ملک تھا، جہاں کام کے ایک بے کیف مقررہ طریق پر چلنے اور ہر طرح کی جدتِ خیال و اخلاق کے دبائے جانے سے، شاعر الفیری کے ایسے اعلیٰ اربابِ ذہن و فکر کو اپنا وطن چھوڑ کر کوئی اور آزاد تر سرزمین تلاش کرنا پڑی۔

نظامت اور بوناپارٹ کے ادعاءات اور اصلی ارادے۔

انقلاب کے ابتدائی برسوں میں، فرانسیسی جوشیلوں نے یہ کوشش کی تھی کہ اطالیہ کے خاص خاص شہروں میں انجمن قائم کرکے وہاں انقلاب کو وسعت دیں مگر اسے کچھ زیادہ کامیابی نہیں ہوئی۔ البتہ نیپلز کے اعلیٰ طبقات کے نوجوانوں میں آزادی کی کچھ تحریک پیدا ہوئی کیونکہ یہاں ملکہ میری کیرولائن کے زیر اثر حکومت اب رجعت پسند ہو گئی تھی۔ ٹیورن اور لمبارڈی کے بعض دوسرے شہر بھی فرانسیسیوں کے طرفداروں سے خالی نہیں رہے تھے، مگر سیوائے کی ایسی عام بددلی الپس کے مشرق جانب کہیں نہیں تھی۔ ۱۷۹۲ء اور ۱۷۹۶ء کی شورانگیزی گزر گئی اور اطالیوں کو آزادی یا قومی خود مختاری نصیب نہ ہوئی۔ بوناپارٹ کو جب فوج کی کمان حاصل ہوئی، اس وقت اطالیہ میں جمہوری جذبات کا وہ جوش و خروش ناپید ہو چکا تھا جس کی انقلابی جنگ کے اولین سرگرمیوں میں کچھ کمی نہ تھی، اور ہول و تخویف کے جو مدبر باقی رہ گئے اور انھوں نے نظامت میں عہدے

حاصل کرلئے وہ "حقوق انسان" اور "حریت اقوام" کے فقروں کا محض مذاق کرتے تھے۔ بوناپارٹ اطالیہ میں یہ صدا لگاتا ہوا داخل ہوا کہ وہ اطالوی آزادی کو بحال کردے گا مگر اس کا قطعی مقصد یہ تھا کہ وہ اطالیہ کو فرانس کے خالی شدہ خزانہ کو معمور کرنے کا ذریعہ بنائیگا۔ نظامت سے اس نے جو مراسلت کی اس سے غارت وفریب کاری کا یہ سوچا سمجھا طریق جس میں سپہ سالار اور حکومت دونوں ایک دل تھے بہت وضوح کے ساتھ ظاہر ہوجاتا ہے۔ دوسرا سوال کہ شمالی اطالیہ میں جو علاقے فتح ہوگئے ان کا انجام کیا ہوگا اس کے متعلق بوناپارٹ اور نظامت میں کوئی مفاہمت نہیں ہوئی تھی، اور درحقیقت اس معاملہ میں ان دونوں کے مقاصد مخالف یکدگر تھے۔ نظامت یہ چاہتی تھی کہ لمبارڈی کو فتح کرکے آسٹریا کو دیدے اور اس کے عوض نشیبی ندرلینڈ لے لے، بوناپارٹ کے ذہن میں کم ازکم یہ خیال ضرور تھا کہ ایک اطالوی سلطنت کا قائم ہوجانا ممکن ہے، اور اس کا ارادہ یہ تھا کہ وہ آسٹروی لمبارڈی کو یا شمالی اطالیہ کے کسی دوسرے حصہ کو ایک جمہوری سلطنت بنادے جو فرانس کے لیے ایک بیرونی فوجی چوکی کا کام دے۔

بوناپارٹ نے آسٹروی اور سارڈینوی فوجوں کو علیحدہ کردیا۔ اپریل ۱۷۹۶ء

۱۷۹۶ء کی مہم کا آغاز ماہ اپریل میں ان پہاڑوں کے اندر ہوا جو نائیس و جنیوا کو ملانے والی ساحلی سڑک کے اوپر واقع تھیں۔ بوناپارٹ کی فوج میں چالیس ہزار آدمی تھے، اور اس کے مقابلہ میں بیولو کے تحت میں اڑتیس ہزار آسٹروی اور اس سے کچھ کم سارڈینوی تھے، یہ فوجیں پڈمانٹی اپینیائنیز کے اوپر اس طرح جمائی گئی تھیں کہ پڈمانٹ کو جانے والی ساحلی سڑک کے راستوں کو روک دیں اور فرانسیسی اگر مشرق کی طرف جنیوا کے خلاف بڑھ جائیں تو ان کے عقب کو خطرے

میں ڈال دیں، پڈمانٹ کی فوجیں اپنی رسد وغیرہ ٹیورن سے حاصل کرتی تھیں اور آسٹریا کی فوجیں مینٹوا سے، ان دونوں فوجوں کو علیحدہ کردینے کا اثر یہ ہوتا کہ انہیں مجبور ہو کر بازگشت کے ایسے راستوں پر پڑنا پڑتا جو انہیں ایک دوسرے سے بعید اور بعید تر کرتے جاتے۔

بوناپارٹ نے اپنی پیش بینی سے یہ سمجھ لیا تھا کہ ان دونوں فوجوں کو الگ کردینے کا اثر سارڈینیا کی حکومت پر کیا پڑے گا۔ چار روز تک وہ علی التواتر مانٹینوٹ اور ملیسیمو پر حملے کرتا رہا تاآنکہ اس نے خود اپنی فوج کو اس حد پر پہنچا دیا کہ وہ مخالفین کے وسط میں آپڑی۔ بعدازاں تھوڑی فوج آسٹریا پر نظر رکھنے کے لئے چھوڑ کر باقی تمام فوج سے وہ اہل پڈمانٹ پر ٹوٹ پڑا اور ان کو اس حد تک پیچھے ہٹا دیا کہ وہ ٹیورن سے تیس میل رہ گئے۔ خود دارالسلطنت میں شورش ہو جانے کے اندیشہ سے حکومت خوف زدہ ہو گئی اور اس نے (۲۰ اپریل) کو مقام کراسکو میں بوناپارٹ کے التوائے جنگ کو قبول کر لیا اور کونی، سیوا اور ٹرانٹو کے قلعے (جو اطالیہ کے داخلہ پر حاوی تھے) فرانسیسیوں کے حوالے کردئے۔ یہ حوالگی نہایت زبون تھی، کیونکہ ٹیورن پر اس

سارڈینیا سے التوائے جنگ وصلح۔

سے قبل قبضہ نہیں ہو سکتا تھا کہ آسٹروی اپنی پوری قوت کے ساتھ واپس آجاتے مگر بوناپارٹ نے اپنی فتح کے اثر کا بہت صحیح اندازہ کیا تھا التوائے جنگ کے بعد ہی فرانس و سارڈینیا میں جلد تر معاہدہ صلح ہو گیا اور سیوائے، جمہوریہ فرانس کو حوالہ کر دیا گیا جس سے بوناپارٹ کو آسٹریوں کے تعاقب کے لئے پوری آزادی مل گئی اور اسے یہ پریشانی لاحق نہ رہی کہ اس کے عقب میں یورپ کے نہایت ہی مستحکم قلعوں میں سے بعض قلعے واقع ہیں۔

سارڈینیا سے مراسلات میں بوناپارٹ نے قصبہ ولنزا کی حوالگی کا اس بنا پر مطالبہ کیا کہ دریائے پو پر سے بحفاظت گزرنے کے لئے اس کی ضرورت ہے۔ اس سے آسٹریا

کے سپاہ سالار بیولو کا خیال اس طرف گیا کہ وہ اپنی فوجیں اسی نقطہ پر جمع کرے، وہ اسی خیال میں رہا ادھر بوناپارٹ دریا کے جنوبی کنارے سے لگا ہوا دفعتہً مشرق کی طرف چل پڑا اور بیولو جس جگہ اس کا انتظار کر رہا تھا اس سے پچاس میل نیچے مقام پیازنسا پر دریا کو عبور کر گیا۔ یہ بڑی نمایاں کارروائی تھی۔ آسٹریوں کے وسائل آمد و رفت خطرے میں پڑ گئے اور آسٹروی سپہ سالار کو ملان اور اس سے مغرب کے تمام حصہ ملک کو چھوڑ کر ایڈا کے خطوط پر پیچھے ہٹنا پڑا۔ بوناپارٹ

جسر لوڈی، ۱۰ رمئی۔

بھی اس کے پیچھے پیچھے چلا اور دسویں مئی کو بمقام لوڈی، آسٹریوں پر حملہ کر دیا۔ اپنے خاص سپاہیوں کے آگے ہو کر، اس نے بذات خاص لوڈی کے پل پر تاخت کی اور اسے لے لیا۔ یہ جنگ آسٹریوں کے لئے اس قدر تباہ کن ثابت ہوئی کہ وہ دوسرے معرکہ کے خطرے میں پڑنے کی ہمت نہ کر سکے اور مینٹوا اور خط منیسو پر پلٹ گئے[1]

[1] مراسلات نپولین، جلد اول۔ صفحہ ۲۶۰ بوٹا مقالہ ششم مراسلات کرنل گریہم (برطانوی اتاچی) ہمراہ فوج آسٹریا، وقائع سلطنت ہائے اطالوی جلد ۵۷۔ ان نہایت اہم خطوط سے، جن کا آغاز ۱۹ رمئی سے ہوتا ہے، اس تفرقہ اور شک وشبہ کا اظہار ہوتا ہے جو اول ہی سے آسٹروی فوج میں برپا تھے۔ "خود بیولو کے سپہ سالاروں نے اس کے ساتھ موافقانہ اتحاد عمل نہیں کیا، پڈمانٹ والوں نے تو اور بھی کم ایسا کیا وہ ان پر یہ الزام لگاتا ہے کہ انھوں نے اس وجہ سے شکست کھا جانا چاہا کہ جس صلح کا وعدہ گزشتہ جنوری میں ہوا تھا وہ وقوع میں آ جائے"۔ بیولو اپنے ان سپہ سالاروں پر ہمیشہ سے زیادہ غضبناک تھا جو اس کے تجاویز کی ناکامی کا باعث ہوئے۔ اس نے کہا کہ ان میں سے نو بزدل تھے۔ میرا یقین ہے کہ ان میں سے بعض اس معاملے کی نسبت اچھا خیال نہیں رکھتے تھے"۔ ۱۵ رجون "اکثر عہدہ دار اپنے کو اس خیال سے تسکین دیتے ہیں کہ شکست سے صلح ہو جائے گی اور دوسرے مایوسی

(بقیہ بر صفحۂ دیگر)

بونا پارٹ، ملان میں، استحصالات

بونا پارٹ اب (۱۵ مئی) کو فاتحانہ شان سے ملان میں داخل ہوا۔ اس کے پر شکوہ فتوحات اور اطالیہ کی دوستی کے متعلق اس کے سرگرم اظہار خیالات نے اس آبادی میں ایک جوش پیدا کر دیا جو اب تک آسٹروی حکومت کی معاند نہیں تھی۔ ایک نئی سیاسی تحریک کا آغاز ہو گیا۔ فرانسیسی فوج کے ساتھ فرانسیسی جمہوریت کے وہ تمام طرفدار بھی آموجود ہوئے جو اطالیہ کے دوسرے حصص سے خارج کر دئے گئے تھے۔ ملان میں جو مختصر سا انقلابی عنصر پہلے سے موجود تھا، اس کے ساتھ مل کر ان لوگوں نے جرائد اور وطن پرستانہ جلسوں کے ذریعہ سے ایک نئی رائے عامہ پیدا کرنا شروع کر دی۔ بونا پارٹ کے حق میں یہ نہایت ہی مفید تھا کہ لمبارڈی کے اضلاع میں اعلیٰ طبقات کے اندر ایک انقلابی فریق مرتب ہو جائے کیونکہ فرانسیسی فوج کی یورشوں نے کسانوں کو برافروختہ کر دیا تھا، اور خود بونا پارٹ کی کارروائیاں بھی ایسی نہ تھیں جن سے اسے تمام تر کو خواہی حاصل ہو سکتی۔ نظامت کی طرف سے اسے جو ہدایات ملے وہ نہایت ہی سادے تھے۔ اس کے داخلہ ملان کے بعد ان ناظموں نے اسے یہ لکھا تھا کہ "جو شے بھی ہمارے لئے مفید ہو سکے اور سیاسی حالت جس کے انتقال کی اجازت دیتے، ان میں سے اطالیہ میں کچھ بھی باقی نہ چھوڑو۔" اس قسم کے حکم کے مطلب سمجھنے میں بونا پارٹ کو اگر کچھ شک بھی رہا ہو تو سال ماسبق میں بلجیم اور ہالینڈ کے فنون لطیفہ کے کاموں کی لوٹ نے اس پر یہ اچھی طرح واضح کر دیا ہو گا کہ اس حکم کا لفظ بہ لفظ

(بقیہ صفحہ گذشتہ) کا اظہار کرتے ہیں "۲۵ جولائی۔ بولو نے گرہم سے یہ کہا کہ اگر جنگ لوڈی کے بعد بونا پارٹ بڑھتا آتا تو وہ سیدھے مینٹوا میں داخل ہو جاتا۔ مدافعت کی تیاریاں بعد میں ہوئی تھیں۔

پورا کرنا مقصود ہے۔ پس عطیہ آزادی کے صلہ میں، اہل ملان سے یہ خواہش کی گئی کہ وہ اپنے نجات دہندوں کو دو کرور فرانک پیش کریں، اور اپنے گرجوں اور رواقوں کے نقش و نگار میں سے انہیں حسب دلخواہ انتخاب کر لینے دیں۔ التوائے جنگ کے عوض میں ڈیوک پارما اور ڈیوک موڈینا سے یہ مطالبہ کیا گیا کہ وہ اپنے وہاں سے چالیس بہترین تصاویر حوالہ کریں اور آمدنی کے حسب حال زر نقد بھی دیں۔ ڈیوک اور شہر کے لوگوں نے اپنے حصے کی رقمیں بخندہ پیشانی دے دیں مگر لمبارڈی کے کسان جن کے مویشی اس فوج کے ضروریات کے لئے لے لئے گئے تھے جو اپنے کسی سامان کے بغیر کوچ کر رہی تھی وہ مسلح ہو کر لڑنے کے لئے تیار ہو گئے وہ پیویا میں جا پڑے اور راستہ میں جتنے فرانسیسی سپاہی ملے سب کو قتل کر ڈالا۔ یہ شورش فوراً ہی دبا دی گئی اور شہر پیویا تاراج کے لئے وقف کر دیا گیا۔ اطالیہ کے حریت پسند فریق کی خاطر سے اس تحریک کو پادریوں اور امیروں کی سازش قرار دیا گیا۔

اب وسطی اطالیہ کا راستہ بوناپارٹ کے سامنے کھلا ہوا تھا، روما اور نیپلز کی ایسی حالت نہ تھی کہ وہ کچھ مقاومت کرتے مگر فرانسیسی سپہ سالار نے نہایت صحیح بصیرت سے اس وقت تک کے لئے اس ضعیف شکار کی طرف بڑھنے سے انکار کر دیا جب تک کہ آسٹریا کی فوج جواب شکستہ ہو چکی تھی بالکلیہ میدان سے خارج نہ کر دی جائے۔ اپینائینز کو قطع

جنگ منیو ۲۹ مئی

کرنے کے بجائے بوناپارٹ، منیو کے آسٹروی مستقرات کی طرف بڑھ گیا۔ اسے یہ مناسب معلوم ہوا کہ برسیا پر قبضہ کر کے متصلہ مملکت وینس کی غیر جانبداری کی خلاف ورزی کر گزرے۔ بیولو نے اسی کی تقلید کی اور خلیج گرڈا کے پائین میں پیچرا پر قبضہ کر لیا، اور اس طرح خلیج منٹوا سے آگے منیو کے تمام طول و عرض پر قابض ہو گیا۔ ایک جنگ ہوئی اور آسٹروی خلیج و قلعہ کے درمیان میں شکست کھا گئے۔ بیولو کی قوت نے جواب دے دیا۔ وہ اب میدان

میں دشمن کا مقابلہ نہیں کر سکتا تھا اور اپنی فوج کو اطالیہ سے نکال کر ٹرول میں لے گیا۔ اور مینٹوا کو فرانسیسیوں کے تصرف کے لئے چھوڑ گیا۔ فاتح کی پہلی فکر یہ تھی کہ وینس سے اس جرم کا معاوضہ وصول کرے کہ اس کی مملکت آسٹروی ضلع کی مشرقی و مغربی حدوں کے درمیان کیوں حائل ہے بوناپارٹ نے ایسا ظاہر کیا گویا وہ یقین کرتا تھا کہ خود اس کے بریسیا پر قبضہ کرنے کے قبل اہل وینس نے بولو کو پشجیریا کے قبضہ کی اجازت دیدی تھی، وینس سے جو ایلچی اس خیالی جرم کی معذرت کے لئے آئے ان سے اس نے بہت ہی خوفناک تہدیدی الفاظ استعمال کئے۔ وہ جمہوریہ وینس سے روپیہ وصول کرنے کا عزم بالجزم کر چکا تھا، وہ وردنا پر قبضہ کرنے اور آئندہ کی زیادتیوں کے لئے ابھی کسی حیلہ کی تلاش میں تھا۔ اس نے (۷ر جون کو) نظامت کو لکھا تھا کہ "میں نے قاصداً یہ مناقشہ برپا کیا کہ اگر آپ وینس سے پچاس ساٹھ لاکھ فرانک لینا چاہیں تو لے سکیں۔ اگر آپ کے کچھ اور قطعی ارادے ہوں تو بہتر ہے کہ اس تنازعہ کو قائم رکھا جائے" جس ارادے کی طرف اشارہ کیا گیا ہے وہ یہ ذلت انگیز منصوبہ تھا کہ نِدر لینڈر کے عوض میں وینس کو آسٹریا پر قربان کر دیا جائے۔ یہ کارروائی ان تجاویز پر مبنی تھی جنھیں تھیوگٹ ۱۷۹۳ء سے جانتا تھا۔[1]

آسٹروی اب اچھی طرح لمبارڈی سے خارج ہو چکے تھے،

---

[1] تھیوگٹ، خلاصہ، جلد اول صفحہ ۱۰۷۔ تھیوگٹ اور سنٹ پیٹرسبرگ کے آسٹروی سفیر لڈوگ کوبنزل کے درمیان اسی منشا کی مراسلت حصۂ حروف میں ۱۷۹۳-۹۴ء میں ہوئی تھی جون ۱۷۹۵ء میں تھیوگٹ جب بلجیم میں تھا اس وقت لڈوگ نے وینس کو ایک [1]شتنے مراسلہ روانہ کیا جو خفیہ حروف میں نہیں تھا۔ بڈھے پرنس کانز، (سابق وزیر) نے یہ سنا کہ سنٹ پیٹرزبرگ سے کوئی قاصد آیا ہے اس نے ایک آمر مطلق کی طرح وزارت خارجہ میں اس مراسلہ کا مطالبہ کیا مراسلہ اسے دیدیا گیا۔ اس راز کو الوداع جو گزشتہ ایک برس تک اس قدر فکر سے محفوظ رکھا گیا تھا،

نیپلز سے التوائے جنگ ۱۶ر جون۔

اور بوناپارٹ کو اب جنوب اطالیہ کی طرف دست شفقت دراز کرنے کی آزادی حاصل تھی۔ وہ کلیسا کے ممالک میں داخل ہو گیا اور بولونا سے پاپا کے وکیل کو نکال دیا۔ فرڈیننڈ جس نے تھوڑے ہی زمانہ قبل شاہ کشوں کے ملعون گروہ کے خلاف اپنے غیظ و غضب میں زمین و آسمان کو سر پر اُٹھا لیا تھا، اس نے اب اس میں دانشمندی سمجھی کہ نپولین کا ہاتھ روک دے کم از کم اس وقت تک کے لیئے تو ضروری ایسا کرے کہ آسٹریوں کی حالت ایسی ہو جائے کہ وہ لمبا رٹری ہیں، پھر جنگ جاری کر سکیں۔ اس نے خود اپنی بادشاہی کے خلاف مخاصمات کے ملتوی کر دینے کی استدعا کی نیپلز کے بیڑے اور اس کے سواحل کی وجہ سے اُسے فرانس و انگلستان کی کشاکش میں اہمیت حاصل تھی، اور بوناپارٹ نے التوائے جنگ کے لئے بادشاہ کو آسان شرائط عطا کر دیئے۔ (برخلاف ازیں) پوپ کو چند مہینوں کی عارضی صلح حاصل کرنے کے لئے فریرا، روینا اور اینکونا کے قبضہ کی اجازت دینا پڑی۔ اور اپنے فاتحین کے ضروریات، علمیت، ذوق اور نکو کرداری کے تسلیم کرنے کے لیئے اسے دو کرور فرانک، پانچسو مسودات، سو تصاویر، اور مارکس ادریوس بروٹس کے مجسمات ہدیہ پیش کرنا پڑے بولونا میں پوپ کی حکمرانی غیر ہر دلعزیز تھی، اور بوناپارٹ نے عوام کی حکومت کے قائم ہونے تک اختیارات جس سینات کو تفویض کر دیئے تھے، اس نے بخوشی تمام جمہوریۂ فرانس کی وفاداری کا حلف اٹھایا اب صرف ٹسکنی کی ایک سلطنت رہ گئی تھی جس کی خبر لینا باقی تھا، درحقیقت ٹسکنی نے ایک برس قبل جمہوریت سے صلح کر لی تھی مگر لگھارن میں انگریزی سوداگروں کے جہازات و سامان یقیناً اچھے شکار تھے، اور اس حیلہ سے کہ انگریزوں نے فرانسیسی جھنڈے کی توہین کی ہے اور انھیں سزا دینا ہے بوناپارٹ نے لگھارن پر تاخت کر دی، اور اس کے ورود کے قبل جو

چیزیں ہٹا نہ لی گئیں تھیں ان سب پر قبضہ کر لیا۔ فرانسیسی جب لگھارن میں ایک مرتبہ جم گئے تو پھر انھوں نے اس کے خالی کرنے سے انکار کر دیا۔ پس ڈیوک اعظم کے ساتھ تعلقات کو متوازن کرنے کے لئے انگریزوں نے جزیرہ البا میں اس کے بندرگاہ پورٹو فریرو پر قبضہ کر لیا۔

اسی اثنا میں مینٹوا کا بھی محاصرہ ہو گیا، اور وسطی اطالیہ میں ایک مختصر سی یورش کرنے کے بعد بونا پارٹ وہیں واپس آ گیا۔ جولائی کے اختتام کے قریب آسٹریا کی ایک امدادی فوج ٹرول سے آ گئی، تعدادی قوت کے اعتبار سے یہ فوج بونا پارٹ کی فوج سے دو چند تھی، یہ تین جیشوں میں منقسم تھی، ایک جیش کواسڈینو وک کے تحت میں اسی سڑک کی طرف سے بڑھا جو خلیج گرڈا کے مغرب میں واقع تھی، دوسرے دو جیش سپہ سالار اعظم ورمسر کے تحت میں ان سڑکوں کی طرف سے بڑھے جو خلیج اور دریائے ریڈج کے درمیان واقع تھیں فرانسیسیوں کے لئے خطرہ نہایت سخت تھا، ان کی فوج کے بیرونی افتادہ حصول کو شکست ہو گئی اور وہ پیچھے ہٹا دیئے گئے۔ بونا پارٹ کے لئے اپنے کو بچا لیجانے کی امید صرف اسی صورت میں ہو سکتی تھی کہ وہ اپنی تمام قوت کو خلیج کے پائین میں جمع کر لے اور اس کے قبل کہ آسٹریا کی یہ فوجیں منسیو میں ایک دوسرے سے مل جائیں، وہ ان میں سے ایک نہ ایک پر حملہ کر کے اسے توڑ دے۔ پس اس نے فوراً ہی مینٹوا کے محاصرے کو اٹھا دیا، اور دریا کے تمام مشرقی جانب سے اپنی فوجوں کو واپس لے لیا۔ ۳۰ رجولائی کو کواسڈینووگ پر حملہ ہو گیا اور وہ خلیج گرڈا کے مغرب میں مقام لونیٹو پر روک دیا گیا، ورمسر کو اپنے رفیق کی اس پسپائی کی خبر نہ تھی وہ شان کے ساتھ مینٹوا میں داخل ہوا اور پھر وہاں سے اس توقع کے ساتھ روانہ ہوا کہ بونا پارٹ کو دو آگوں میں گھیر لیگا مگر فرانسیسی اس کی آمد کے لئے تیار تھے۔ ورمسر، گیسٹلیان

جنگہائے لونیٹو و کیسٹلیان جولائی و اگست ۱۷۹۶ء

میں روک دیا گیا اور اسے وہیں شکست ہو گئی اور ادھر آسٹروی فوج کے مغربی حصص بدستور لونیٹو میں رکے رہے۔ اب آسٹروی فوجوں کا ایک دوسرے سے ملنا غیر ممکن ہو گیا۔ پانچ روز کے اندر بوناپارٹ کے تدابیر اور اس کے سپاہیوں کی جانبازانہ ساعی نے وہ سب کچھ حاصل کر لیا جو زائل شدہ معلوم ہوتے تھے اور کچھ اور زائد بھی پالیا۔ آسٹروی شکست خوردہ و بددل ٹرول میں واپس ہو گئے اور اپنے پندرہ ہزار قیدی دشمن کے ہاتھ میں چھوڑ گئے۔

بوناپارٹ نے اب مہم کی ابتدائی تجویز کی تکمیل کے خیال سے جرمانیہ میں بزور اپنا راستہ نکالنے کی کوشش کی، ستمبر کے ابتدائی

عہ ورمسر کی یادداشتیں والیوناٹ میں موجود ہیں، اکلرفیٹ صفحہ ۷۷، ۷۸۔ آسٹروی صدر مقام سے گریہم کے روزانہ مراسلات میں ان کارروائیوں اور جوش مسرت کے حالت مایوسی میں دفعتہً بدل جانے کی واضح تصویر دی گئی ہے۔ یکم اگست، میں جناب والا کو یہ اطلاع دینے کی عزت حاصل کرتا ہوں کہ مینٹوا کا محاصرہ اٹھا لیا گیا، فرانسیسی گزشتہ شب میں غایت عجلت کے ساتھ پسپا ہو گئے۔" ۲ اگست "آسٹروی تمام فرانسیسی دمدموں اور توپوں پر قابض رہے (جنکی تعداد تقریباً ۱۴۰ ہے) اور ۱۹۰۰۰ گولے اور بم بھی ان کے ہاتھ آئے ہیں۔" ۵ اگست: "آج کے انہزام نے صورت حالات کو افسوسناک طور پر بدل دیا ہے، سپہ سالار کو اموڈینوح کا کچھ حال معلوم نہیں ہے۔" ۹ اگست: - ہماری جانب آدمیوں اور توپوں کا نقصان اس سے بہت زیادہ تھا جتنا خیال کیا گیا ہے۔ جو مصائب ہم پر آپڑے ہیں مجھے اس حد مصائب کا گمان بھی نہیں تھا۔" ۱۱ اگست: فوج میں جو بدنظمی و بددلی پھیلی ہوئی ہے اس کا بیان کرنا تقریباً ناممکن ہے۔" اگر مجھے اپنے خط کے متعلق اندیشہ نہ ہوتا (کیونکہ اس کا سامان اور علامات خفیہ تحریر غارت ہو گئے تھے) - سپہ سالار ورمسر کے عہدہ داروں میں جو بددلی پھیلی ہوئی ہے اس کا صحیح نقشہ کھینچنے کے لئے مجھے مناسب الفاظ نہیں ملتے۔ سپہ سالاروں سے لے کر ادنی سپاہیوں تک سب یہی کہتے ہیں کہ ہمیں اس لئے صلح کرنا چاہیئے کہ ہم یہ نہیں

ایام میں اس نے پھر آسٹریوں کو منہزم کیا اور رویریڈو اور ٹرنٹ پر قبضہ کر لیا۔ اس پر ورمسر نے یہ کوشش کی کہ جنوب کی طرف حرکت کر جائے اور فرانسیسیوں کو پہاڑوں میں بند کر دے، لیکن ادھر تو وہ ناکافی فوج کے ساتھ برنٹا اور ایڈج کے درمیان کارروائی کر رہا تھا، اُدھر وہ جرمانیہ سے منقطع کر دیا گیا اور خود گرفتار ہونے سے صرف اس طرح بچا کہ اپنی شکستہ حال فوج کو لے کر منیٹوا میں داخل ہو گیا۔ اب ٹرول کی طرف سے ہو کر جرمانیہ کا راستہ کھلا ہوا تھا، مگر اپنی کامیابیوں کے دوران میں بوناپارٹ کو یہ معلوم ہوا کہ مورد اور ژردان کی شمالی فوجیں جن کے ساتھ مل کر وہ کارروائی کرنا چاہتا تھا، پوری سُرعت کے ساتھ پیچھے ہٹی جا رہی تھیں۔

مورد اور ژردان کا حملہ جرمانیہ پر جون۔ اکتوبر ۱۷۹۶ء

جولائی اور اگست کے مہینوں میں، وادی ڈینیوب کے اندر مورد کی پیش قدمی کو برابر فوجی و سیاسی کامیابی حاصل ہوتی رہی شہنشاہی کی مدافعت آرچ ڈیوک چارلس کو تفویض ہوئی تھی، اس نے یہ دیکھا کہ اس کے پاس اتنی قوت نہیں ہے کہ وہ مورد اور ژردان سے علٰحدہ علٰحدہ مقابلہ کرنے کے قابل دو فوجیں

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) جانتے کہ جنگ کس طرح کریں۔
۱۸ اگست نہ صرف سپہ سالار اعظم بلکہ سپہ سالاروں کی بہت بڑی تعداد حقارت اور مضحکہ کا نشانہ بنی ہوئی ہے۔" ۲۷ اگست "میں جب یہ کہتا ہوں کہ مجھے قطعی تمسخر کی مثالیں ملی ہیں تو میں اس میں کوئی مبالغہ نہیں کرتا۔" ۲۹ اگست کے احکام میں یہ درج تھا کہ ۱۹ اگست کے حملے کے قبل سپاہیوں کو شراب تقسیم ہوگی مگر شراب کے ماننٹی بالڈو تک لیجانے میں کچھ دشواری تھی، سپہ سالار بایولٹزی نے یہ کہا کہ اس میں کچھ حرج نہیں ہے سپاہیوں کو بعد میں نقد دے دیا جائیگا۔ سپاہیوں نے صبح کو حملہ کرنے کے لیے چھ بجے شام کو بغیر شراب کے کوچ شروع کیا اور بعد میں ان کو چار چار گروشز دید یئے گئے۔ یہ واقعہ ہے جس کی میں تصدیق کر سکتا ہوں۔ دوران جنگ میں نے دیکھا ہے کہ جو عہدہ دار ضروری پیغام لے کر بھیجے جاتے تھے وہ پیدلوں کی طرح چلتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ ان کے گھوڑے بھوک سے مر رہے ہیں اور وہ ان کو ہلاک نہیں کر سکتے"۔

میدانِ جنگ میں لا سکے، اس لئے اس نے یہ عزم کر لیا کہ وہ موروؔ کے سامنے سے نزمبرگ کی طرف پیچھے ہٹتا جائے اور وارٹنسلین کو جو دریائے مین پر ژردانؔ کے بالمقابل کارروائی کر رہا تھا، اسے بھی یہ حکم دے دیا کہ وہ بھی اسی جانب کو ہٹتا آئے تاکہ موروؔ ابھی کچھ دور ہی رہے کہ دونوں فوجیں مل کر اپنا پورا زور ژردانؔ کے خلاف صرف کر دیں۔

آرچ ڈیوک کی تجویز کو انجام کار میں کامیابی حاصل ہو گئی مگر اس سے چھ ہفتوں کے لئے جرمانیہ کا ملک فرانسیسی فوجوں کے لئے کھل گیا اور یہ ظاہر ہو گیا کہ شہنشاہی کا فوجی نظم کس درجہ ابتر ہے، اور جرمانیوں کو ایک دوسرے سے کس قدر کم امید رکھنا چاہئے۔ موروؔ کے ہاتھ سے ہر ایک خفیف سے معرکے کے سر ہونے کے بعد قرب و جوار کی کوئی نہ کوئی سلطنت عام موافقت کو چھوڑ کر بعجلت تمام فاتح سے شرائط طے کر لینا چاہتی تھی۔ ۷ار جولائی کو ڈیوک ورٹمبرگ نے چالیس لاکھ فرانک دے کر التوائے جنگ حاصل کیا، ایک ہفتہ بعد بیڈن کثیر مقدار میں خوراک و سامان مہیا کر کے فرانسیسی سپہ سالار کی حفاظت سے متمتع ہوا۔ شہنشاہی کے حلقۂ سوبیا کے سپاہی جنھیں جنگجو آسٹروی ”کٹھ پتلی“ کہہ کر مذاق کرتے تھے وہ اپنے اپنے گھروں کو چلے گئے، اور موروؔ کا بویریا میں داخل ہونا تھا کہ بویریا کا امدادی رسالہ بھی اپنی باری میں آرچ ڈیوک سے علیحدہ ہو گیا۔

جن اضلاع نے سپہ سالار کو خراج ادا کیا تھا ان کے ساتھ تو موروؔ کے سپاہیوں نے کسی قدر مدارا برتا مگر مینؔ کے نواح میں ژردانؔ کی فوج نے بلالحاظ دوست و دشمن اور بلا خیال رحم ملک کو لوٹ لیا۔ انھوں نے گرجوں کو برباد کر دیا، بچوں سے بدسلوکی کی، گداگروں تک کے پیسے چھین لئے۔ اس کے قبل کہ ارچ ڈیوک چارلس ضرب لگانے کے لئے طیار ہو اس ملک کے کسانوں نے بطور خود موثر جوابی کارروائی جاری کر دی تھی، یہ وہی کسان تھے جنھیں ان کی حکومت مسلح کرنے سے خوف کھاتی تھی۔ آخرالامر آسٹریوں کی رجعت قہقری رک گئی۔

چارلس نے تیس ہزار آدمی دریائے لک پر اس غرض سے چھوڑ دیئے کہ مورو سے اس کی نقل و حرکت پوشیدہ رہے اور خود ۷ ار نومبر کو نیوبرگ سے دفعتہً شمال کی طرف پھر گیا، ایمبرگ میں وارٹنسلین سے جا ملا اور اسی موقع پر بہت بڑی ہوئی تعداد سے ژردان پر حملہ کر دیا۔ ژردان کو شکست ہو گئی اور وہ ابتری کے ساتھ رائن کی طرف ہٹا اور اس کے قبل کہ مورو کو اپنے رفیق کے خطرے کی خبر ہو اس مہم کی قسمت کا فیصلہ ہو گیا اس کے لئے اب صرف یہی راہ کھلی رہی کہ وہ خود اپنی فوج کو ماہرانہ بازگشت سے بچا لیجائے۔ ژردان کے سپاہی جب ان اضلاع میں سے ہو کر گزرے جنھیں انھوں نے تباہ کیا تھا تو تعاقب کنندہ فوج سے انھیں وہ نقصان نہ پہنچا جو وہاں کے کسانوں کے انتقام سے پہنچ گیا۔ ۱۷۹۶ء کے موسم خزاں تک رائن کے پار ایک فرانسیسی بھی باقی نہ رہا۔ اس مہم نے آسٹریا کے فوجی جذبہ کو بحال کر دیا۔ اس سے جرمانیہ کو ایک ایسا سپہ سالار مل گیا جس پر سپاہی اعتماد کر سکتے تھے مگر اس سے یہ بھی ظاہر ہو گیا کہ چھوٹی چھوٹی ریاستوں کی حکومتیں کسی غیر ملک کی باجگزار بن جانے کے لئے کس قدر آمادہ تھیں اور شہنشاہی کے نصف مغربی حصہ کو فرانسیسی توابع میں بدل دینے کے لیے کس قدر کم سعی کی ضرورت تھی

پرشیا سے خفیہ معاہدہ، ۵ ر اگست

۱۷۹۶ء کے مہم کے ہر ایک تغیر قسمت کے ساتھ برّاعظم کی سیاسی رفتار میں بھی اسی طرح تغیر ہو جاتا تھا۔ جب مورو نے اپنے ابتدائی فتوحات حاصل کیے تو دربار پرشیا نے نظامت کے دباؤ سے مجبور ہو کر معاہدہ باسل کے مشروط دفعات کے بجائے ایک قطعی قرارداد یہ کر لی کہ وہ دریائے رائن کا بایاں کنارہ فرانس کے حوالہ کر دے گی اور خود پرشیا کے لیے یہ شرط بڑھا دی گئی کہ وہ اسقفی منسٹر کا الحاق کر کے نقصان کی تلافی کر لے۔ پرشیا شہنشاہی کے صوبوں کو خود حوالہ نہیں کر سکتی تھی وہ صرف ان کی حوالگی کی قرارداد کر سکتی تھی لیکن اس معاہدہ میں پرشیا نے قطعی طور پر شہنشاہی کی توحد کے خلاف اعلان کر دیا، اور اس طریق کو قبول کر لیا جو "کلیسائی

سلطنتوں کو دنیاوی سلطنت بنانے" کے نام سے مشہور ہے جرمانیہ کی کامل ترتیب جدید کے لئے یہ پہلا قدم تھا، یہ قرارداد شہنشاہ اور کلیسائی حکمرانان دونوں سے خفیہ رکھی گئی تھی۔ آسٹریا سے مراسلات کرنے میں نظامت کو کم کامیابی ہوئی۔ اگرچہ آسٹریا کی تباہی کے طولانی سلسلہ نے تھیوگٹ کے جنگ پر مصر رہنے کے خلاف عام شور برپا کردیا تھا مگر اس وزیر کے عزم و استقلال میں ذرا بھی تزلزل نہ آیا اور انجام کار میں آرچ ڈیوک چارلس کی فتحمندی نے شہنشاہ پر اس کا اثر اور بھی زیادہ بحال کردیا۔ آسٹریا نے کسی ایسی مراسلت کے کرنے سے انکار کردیا جس میں انگلستان کی شرکت نہ ہو اور فی الحال نظامت کی یہ کوششیں بے برگ و بار رہ گئیں کہ انگلستان کو دول براعظم سے علیحدہ و منفرد کردیا جائے۔ یہ نہیں تھا کہ تھیوگٹ کو اس کی امید یا فکر تھی کہ ندرلینڈز میں آسٹریا کی اس قسم کی حکومت بحال ہوجائے جو انگلستان کے برّاعظمی حکمت عملی کا اولین مقصد تھا بلکہ اس کی رائے میں فرانس کا ندرلینڈز کو چھوڑ دینا، آسٹریا کے لئے اس وجہ سے ضروری تھا کہ یہ بویریا کے حصول کا ایک قدم تھا جو حکومت وائنا کی بڑی محبوب تمنا تھی۔ نظامت کی اس تجویز کا کچھ فائدہ نہ ہوا کہ آسٹریا، بویریا کا الحاق کرلے اور وہاں کے حکمراں کو بلجیم یا کوئی دوسرا ملک بطور معاوضہ کے ندے۔ فرانس کی ان مشفقانہ صلاحوں کے سننے کے لئے تھیوگٹ آمادہ نہیں ہوتا تھا، اسے ملکہ کیتھرائن سے فوری امداد کا وعدہ حاصل ہوگیا تھا، اسے یقین تھا کہ جمہوریت جو پہلے سے صلح کے لئے مضطرب تھی اسے دیرپا استقامت سے مجبور کیا جاسکتا ہے کہ وہ اپنے تمام فتوحات سے دست بردار ہوجائے۔ اور یہی وہ مقصد تھا جس کے لئے ۱۷۹۶ء کے موسم سرما میں ان مقامات کے خلاف پیاپے فوجیں روانہ کی جارہی تھیں جہاں نپولین ہنوز نامفتوح مینٹوا کے شمال میں اپنا دستۂ محافظ قائم کئے ہوئے تھا[1]۔

---

[1] ۱۷۹۶ء میں آسٹریا کی حکمت عملی کے متعلق مجھے غالب صداقت یہی معلوم ہوتی ہے۔

آرچ ڈیوک کی فتحیابی نے خود انگلستان میں صلح کے توقعات پیدا کر دیئے۔ فرانس، اسپین اور ہالینڈ سے تجارت کے ضایع ہو جانے کی وجہ سے جنگ غیر مقبول ہو گئی تھی، اور صلح کے لئے درخواستیں روزانہ پارلیمنٹ میں پہنچتی رہتی تھیں۔ پٹ شائع الوقت جذبات سے اس قدر دب گیا کہ اس نے نظامت سے مراسلات جاری کر دیئے اور لارڈ مامزبری کو پیرس روانہ کر دیا اگر پٹ جس شرط پر مصر تھا یعنی ندرلینڈز کا آسٹریا کو واپس دیدینا، اس سے اتفاق باہمی غیر ممکن ہو گیا، اور جوں ہی پٹ کے شرائط نظامت کو معلوم ہوئے، معاً مامزبری کو پیرس کے چھوڑ دینے کا حکم دیدیا گیا۔ تاہم یہ مراسلات پٹ کی جانب سے محض حیلہ سازی نہیں تھے۔ اس کے ذہن میں یہ قطعی خیال جم گیا تھا کہ فرانس کے وسائل ختم ہو چکے ہیں اور لمباری و رائن کے فتح کر لینے کے باوجود نظامت کو یہ محسوس ہو جائے گا کہ وہ اس قدر کمزور ہے کہ جنگ کو جاری نہیں رکھ سکتی۔ انقلابی مالیات کی ابتریوں اور مصیبت و تباہی کی مبالغہ آمیز اطلاعوں کے درمیان، پٹ اس امر کے سمجھنے سے قاصر رہ گیا کہ جن تغیرات کی وجہ سے کسانوں کو اپنی اراضی و محنت پر کامل قدرت حاصل ہو گئی تھی، اور بہت سے

مامزبری کا پیرس کو بھیجا جانا، اکتوبر ۱۷۹۶ء۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) مگر اس کے مخالف خیالات ہاسر جلد دوم باب ۱-۳ اور ہوفر کی تصنیف "آسٹریا و پرشیا" صفحہ ۱۴۲ میں ملیں گے۔ تھیوگٹ نے ۱۷۹۳ء میں یہ ظاہر کیا تھا کہ انگلستان کا لحاظ کر کے اس نے بویریا کے مبادلہ کا خیال ترک کر دیا ہے، لیکن اس کے بعد ہی بہت جلد اس نے یہ اقرار کر لیا کہ وہ پھر شاہ پرشیا پر اس کے منظور کر لینے کے متعلق زور دے رہا ہے مگر یہ بھی کہا کہ یہ ایک حیلہ ہے جس سے پرشیا اس پر راضی ہو جائے کہ آسٹریا اس کے بجائے فرانس کے ایک وسیع قطعہ کا الحاق کر لے۔ ایڈن، ستمبر ۱۷۹۳ء، دفاتر۔ آسٹریا، جلد ۳۴۔ اس واقعہ سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ معاملات سفارتی میں صداقت کا پتہ چلانا کس قدر دشوار ہے۔

نیم برباد علاقے متوسط درجہ کے کام کرنے والے چھوٹے چھوٹے زمینداروں کے ہاتھ میں آ گئے تھے، ان تغیرات نے پیداوار کو بے اندازہ بڑھا دیا تھا[1] انقلاب کے قبل فرانس کے جو کچھ بھی وسائل رہے ہوں اب باغلب وجوہ وہ دوچند سے زیادہ ہو گئے تھے۔ فرانس کی اقتصادی تباہی کے متعلق پٹ کا یقین بالکل بے بنیاد تھا، اور یہی ایک بنا اس کے اس خیال کی ہو سکتی تھی کہ نظامت بغیر لڑے

[1] تاہم دوران ہول وتخویف میں لارڈ الجن کے جاسوسوں میں ایک جاسوس نے ایک سلسلہ حیرت انگیز رپورٹوں (اطلاعوں) کا بہم پہنچایا اس سے حکومت کو انتباہ ہو گیا تھا۔ فرانس میں اس قدر کاشت کبھی نہیں ہوئی جس قدر اس قدر ہو رہی ہے۔ ایک ایکڑ زمین بھی ایسی نہیں ہے جس میں بیج نہ بوے گئے ہوں۔ صرف وہ زمین مستثنیٰ ہے جس پر متخاصم فوجیں لڑ رہی ہیں، یہ تمام کاشت نتیجہ ہے نظما کی حکومت کا، جو لوگ کاشتکاری پر رضامند نہ تھے، ان نظماء نے انھیں بھی کاشت اراضی پر مجبور کر دیا ہے۔

الجن نے پیرس سے سرحد بلجیم تک جاسوسوں کا ایک سلسلہ قایم کر دیا تھا، انقلابی حکام نے انہیں سے ہر شخص کو گرفتار کر لیا۔ اسوقت الجن اتفاق سے مذکورہ بالا تحریر کے لکھنے والے سے ملاقی ہوا (جس کا نام پوشیدہ رکھا گیا ہے) اور اسے سوئزرلینڈ کی سرحد پر پہنچا دیا۔ یہ صاف معلوم ہوتا ہے کہ وہ کوئی ایسا شخص تھا جو ملکی و فوجی دونوں نظم ونسق سے پوری طرح آگاہ تھا، ظاہر یہ ہوتا ہے کہ اس نے ہر ایک فرانسیسی سے جو سوئزرلینڈ میں داخل ہوا گفتگو کی تھی اور دور ہول وتخویف میں جو رپورٹیں انگلستان میں پہنچیں، ان میں اس کی رپورٹ میں سب سے بہتر واقعیت موجود تھی، جس سے ان شاہ پرستوں کی تردید ہوتی تھی جو یہ کہتے تھے کہ جنگ صرف خوف و دہشت کے ذریعہ سے قائم رکھی گئی ہے۔ اس نے انگریزی حکومت کو اس امر سے تنبیہ کر دیا تھا کہ فرانسیسی قوم من حیث المجموع انقلاب کی جانبدار ہے اور یہ صاف کہدیا تھا کہ رابسپیر اور دوسرے ارباب ہول اور تخویف کے زوال سے جنگ کے جاری رہنے میں کوئی فرق نہ پڑے گا۔ یہ رپورٹیں اگر پڑھی گئی تھیں تو معلوم ہوتا ہے کہ حکومت نے ان کی طرف مطلق التفات نہیں کیا۔

ہوئے بلجیم کو دے دے گی، مگر فرانسیسی حکومت اگر اس کے اس مطالبہ پر کان دھرتی تو اس سے عجب تر کوئی فعل نہ ہوتا۔

تاہم نظامت اگرچہ بلجیم کی حوالگی کے متعلق کچھ سننا نہیں چاہتی تھی مگر آسٹریا سے صلح کر لینے کے لئے وہ مضطرب تھی اور اطالیہ کے مفتوحہ صوبوں میں کوئی ایسی قرارداد نہیں کرنا چاہتی تھی جس سے آسٹریا کے ساتھ صلح زیادہ وقت طلب ہو جائے۔ نظامت نے بوناپارٹ کو یہ ہدایت دیدی تھی کہ وہ اطالیوں کو ان کی حکومتوں کے خلاف برانگیختہ کرے مگر اس کا مقصود یہ تھا کہ حکومتیں بیکار ہو جائیں نہ یہ کہ قومیں آزاد ہو جائیں۔ نظامت اطالیہ کی ترتیب جدید کی ہر ایک ایسی تجویز کو ناپسندیدگی کی نگاہ سے دیکھتی تھی جس سے فرانس ان نوساختہ اطالوی سلطنتوں کی تائید کا پابند ہو جائے، لیکن اس موقع پر نظامت کی کیاویان اور بوناپارٹ کی حوصلہ مندی ایک دوسرے سے قطعاً مخالف تھیں۔ بوناپارٹ چاہتا تھا کہ اطالیہ میں ایک ایسا سیاسی نظم پیدا کر دے جو اسی کی طبیعت کے موافق ڈھلا ہو اور اس کی تائید کے لئے اسی کے قوت بازو کی ضرورت ہو۔ نظامت کے نام ایک مراسلہ میں اس نے یہ خیال ظاہر کیا کہ موڈنیا کی امارت کے بجائے (جہاں انقلابی تحریکات جاری ہو گئے ہیں۔) ایک دست نگر جمہوریہ قائم کر دی جائے۔ اس کے قبل کہ حکومت کو جواب دینے کا موقع ملتا اس نے ایک حکم شائع کر دیا کہ موڈنیا اور رگیو، فرانسیسی فوج کے زیر حفاظت ہیں، اور اس کے ساتھ ہی ڈیوک کے تمام عہدہ داروں کو معزول کر دیا (۴ر اکتوبر) چند روز بعد جب نظامت کا جواب آیا تو اس میں نپولین کو یہ ہدایت کی گئی تھی کہ وہ اطالوی سلطنتوں کی موجودہ ترتیب کے درہم برہم کرنے میں احتیاط برتے۔ بوناپارٹ نے اس کا جواب یہ دیا کہ موڈنیا کے ساتھ بولونا اور فریرا

بوناپارٹ نے ایک جمہوریہ ماورائے پو قائم کر دی۔ اکتوبر ۱۷۹۶ء

گے پاپائی صوبوں کو بھی ملحق کر دیا، اور اس طرح اس نے جو سلطنت قائم کی اسے "جمہوریہ ماوراے پو" کا لقب عطا کیا۔ [۱]

آزاد اطالیہ کا خیال

یہ واقعہ کوئی غیر متوقع واقعہ نہیں تھا، یہ کہا جا سکتا ہے کہ اطالوی خود مختاری کا خیال اسی وقت سے پیدا ہوا، یہ خیال اگرچہ قوم کے عامتہ الناس کے لئے ایک غیر مانوس خیال تھا مگر یہ خیال اس قسم کی سیاسی امیدوں میں سے تھا جو کبھی ماند پڑ جائیں اور کبھی چمک اٹھتی ہیں مگر ایک مرتبہ پیدا ہو کر پھر دنیا سے بالکلیہ رخصت نہیں ہوتیں۔ لوگوں کا ایک طبقہ جو اطالیہ کے اندر فرانسیسی جمہوریت پسندوں کے ابتدائی شور انگیزیوں سے منغض ہو کر الگ ہو گیا تھا، اس نے اب نہایت صحیح طور پر یہ رائے قائم کر لی کہ آسٹریوں پر بونا پارٹ کے مسلسل فتوحات سے اہم تغیرات کے ایک سلسلہ کا آغاز ہوا چاہتا ہے اور اس لئے وہ اب اس امید سے انقلابی تحریک میں شامل ہو گیا کہ قدیم طاقتوں کے زوال سے ملکی آزادی کی کوئی واقعی صورت نکل آئے گی۔ خواہ ابتدا میں فرانسیسی فریق بعض کرائے کے لوگوں اور جوشیلے آدمیوں ہی پر مشتمل رہا ہو مگر جب بونا پارٹ دریائے منیسو کو عبور کر کے پاپائی سلطنتوں میں داخل ہو گیا، تو پھر یہ حالت باقی نہیں رہی، خاص کر بولونا کے شہریوں

---

[۱] مراسلات نپولین جلد دوم صفحہ ۲۸۔ تھوگٹ نے اسی زمانے کے قریب بولونا اور فریرا کو آسٹریا سے ملحق کر لینے کی تجویز قرار دی تھی اور یہ کہا تھا کہ اگر یہ نتیجہ حاصل ہو جائے تو پھر پاپائی ریاستوں پر فرانسیسیوں کا حملہ کوئی برا کام نہ ہوگا۔ وایوناٹ، کلیرفیٹ صفحہ ۵۱۱ میں الوِنزی کے نام کے ہدایات ملاحظہ ہوں۔ انھیں ہدایات میں اطالوی ہمدردین کو قید کرنے کے وہ اولین آسٹروی احکام بھی شامل ہیں جن سے آسٹریا کی مابعد کی اطالوی حکمت عملی کا آغاز ہوتا ہے۔

میں ایسے صاحب وزن و صاحب علم اشخاص موجود تھے، جنھوں نے آزاد آئینی بادشاہی کے لئے کوشش کی اور کسی حد تک اس کثیر التعداد فریق عامہ کے راستہ میں روک پیدا کردی جو محض فرانسیسی عمومیت کے فقروں کو رٹتا تھا۔ خود بوناپارٹ کے الفاظ و افعال نے نہایت ہی درخشاں امیدیں پیدا کردیں۔ موڈینا میں اس نے شہریوں کو اطالیہ کے تفرقوں کی مضرت پر خطبہ سنایا اور یہ زجر کی وہ اپنے ان بھائیوں سے متحد ہو جائیں جنھیں اس نے پوپ سے آزاد کرادیا ہے۔ موڈینا میں ۱۶ ؍ اکتوبر کو ایک موتمر کا انعقاد ہوا، موڈینا، رگیو، بولونا، اور فریرا کے نمایندوں نے یہ اعلان کردیا کہ وہ فرانس کے زیر حفاظت ایک جمہوریت میں متحد ہو گئے ہیں۔ انھوں نے جاگیری طبقہ امرا کو منسوخ کردیا، قومی فوج کی تیاری کا حکم دیا، اور دو مہینہ بعد رگیو میں ایک "عام مجلس" اس غرض سے طلب کی کہ اس نئی جمہوریت کا نظام سلطنت تیار کرے۔ موڈینا کے موتمر اور اس کے بعد کی مجلس رگیو (منعقدہ ۲۵ ؍ دسمبر) میں ہی یہ ہوا کہ اطالیہ کی آزادی و خود مختاری کے خیال نے پہلی مرتبہ لوگوں کی ایک معقول تعداد میں جوش پیدا کیا۔ خود بوناپارٹ نے اس معاملہ میں کس حد تک صداقت سے کام لیا اس کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ ادھر تو وہ ماورائے پو کے لوگوں کو اطالیہ کے اتحاد کی ضرورت پر خطبہ سنا رہا تھا، ادھر ملان کے لوگوں کو اس بنا پر قید کر رہا تھا کہ انھوں نے اس اتحاد کو اپنے وہاں تک وسعت دینے کے لئے عام تحریک پیدا کی تھی۔ آسٹریا سے ہنوز صلح نہیں ہوئی تھی اور یہ امر غیر متیقن تھا کہ ملان سے بہترین کام لیا جا سکتا ہے۔

منٹوا ابھی مقاومت پر قائم تھا اور نومبر میں آسٹریا کی امدادی کارروائیاں پھر جاری ہو گئیں۔ آلونزی اور ڈیویڈووک کے تحت میں دو فوجیں ایڈیج اور پیادی کی وادیوں سے نیچے کو چلیں اور بوناپارٹ کو جس کی فوج کا قلب ورونا میں تھا پھر نیا موقع مل گیا کہ اپنے دشمن کو علحدہ

ارکولا ۱۵-۱۷ نومبر

علیحدہ پامال کر ڈالے۔ آلونزی، بیاوی کی طرف سے آرہا تھا اور اس نے بمقام ارکولا تین دن کی جنگ میں فرانسیسیوں کو انتہائی خطرے میں مبتلا کر دیا مگر آخر میں اسے مجبور ہو کر شدید نقصان کے ساتھ پسپا ہونا پڑا۔ ڈیویڈووک کو ایڈیج پر کامیابی ہو گئی تھی مگر جب اسے اپنے رفیق کی ہزیمت کا حال معلوم ہوا تو وہ بھی پیچھے ہٹ گیا۔ دو مہینے اور گذر گئے اور آسٹروی تیسری مرتبہ دریائے ایڈیج پر نمودار ہوئے، ورونا کے نیچے ایک مغالطہ ایسا کیا گیا کہ نپولین کو ریوولی سے دور ایڈج اور خلیج گرڈا کے درمیان کھینچ لینے میں تقریباً کامیابی ہو گئی اور خلیج گرڈا کے قریب آلونزی اپنی اصل فوج کے ساتھ حملہ کے لئے تیار کھڑا تھا مگر اس کے قبل کہ وقت نکل جائے آلونزی کی فوج کی قوت معلوم ہو گئی اور غیر معمولی سرعت کے ساتھ اپنی فوج کے حصوں کو پیاپے ایک نقطے سے دوسرے نقطے پر پہنچا دینے سے نپولین نے آخر میں آسٹریوں کو میدان جنگ کے ہر حصے میں مغلوب کر دیا یہ آسٹریوں کی آخری کوشش تھی۔ ۲ فروری ۱۷۹۷ء کو مینٹوا کی حوالگی سے آسٹروی لمبارڈی کو فرانسیسیوں نے بالکلیہ فتح کر لیا[1] پوپ نے اب اپنے کو اس حالت میں پایا کہ ان حملہ آوروں سے اپنے معاملات کو طے کرے جن کے خلاف التوائے جنگ کے بعد بھی سازش کرنے

[1] ورمسر کو حکم دیدیا گیا تھا کہ جنوب جانب پاپائی ریاستوں میں پھیل جائے وہ (تھیوگٹ) یہ جانتا تھا کہ یہ احکام مارشل کو پہنچ گئے ہیں مگر یہ احکام دشمن کو بھی معلوم تھے کیونکہ اسٹریبالڈو کی رجمنٹ کا ایک شاگرد جوان احکام کا مثنیٰ لے جا رہا تھا، قید ہو گیا تھا، اور یہ دیکھ کر وہ موم کا ایک گولہ نگل گیا ہے جس میں یہ حکم لپٹا ہوا تھا، اسے فوراً قتل کر دیا گیا اور کاغذ اس کے پیٹ سے نکال لیا گیا۔ ایڈن، جنوری ۱۷۹۷ء دفاتر آسٹریا جلد ۲۸۔ کرنل گرہیم جو ۱۰ ستمبر سے مینٹوا میں بند تھا، ۱۷ دسمبر کو بھاگ نکلا اور ورمسر اور آلونزی کے درمیان رسل و رسائل کو بحال کر دیا ریوولی کی جس جنگ کا حال اس نے اپنے مراسلات

سے وہ باز نہیں رہا تھا، اس کے واشنا کے مراسلات بوناپارٹ کے ہاتھ میں پڑ گئے، اور اس نے عارضی صلح کی شکست کا اعلان کر دیا اور دوبارہ پوپ کی مملکت پر حملہ آور ہو گیا۔ رومانی فوجوں نے مقاومت کا کچھ ظاہری ٹھاٹھ دکھایا مگر ملک فی الحقیقت بوناپارٹ کے رحم و کرم پر تھا جو اینکونا سے تیس میل جنوب ٹالینٹونو تک بڑھ آیا۔ یہاں پوپ نے اپنی اطاعت کا اظہار کیا، روما کا دربار اگر اس سے زیادہ مایوس کن حالت میں نہیں پڑا تھا، تو اس کے ساتھ یہ بھی تھا کہ بوناپارٹ سے زیادہ اعتدال پسند و شائستہ مزاج فاتح بھی اس نے کبھی نہیں دیکھا تھا، مسیحی تقدس کے جذبات سے بوناپارٹ اتنا ہی معرا تھا جتنا نیرو یا ڈیا کلیشین معرا رہے ہوں گے مگر پاپائیت کا جو اثر لوگوں کے دلوں پر تھا اس کی وہ وقعت کرتا تھا اور وہ سمجھتا تھا کہ فرانس کی جس حکومت کو قسیسیوں کے طبقہ کی تائید حاصل ہوگی اسے ان حکومتوں پر کس قدر وسیع فوقیت حاصل ہوگی جو اس طبقہ کے عناد کا ہدف ہوگی۔ پوپ کے ایلچیوں سے گفت و شنود میں اس نے فرانس کی حکومت عاملانہ کی زیادتیوں پر افسوس کیا اور کلیسا کو خود اپنی حفاظت و ہمدردی کے وعدے سے تسلی تھی۔ صلح کے جو شرائط اس نے عطا کئے ان سے اگرچہ کلیسائی مملکت میں بہت کمی آگئی لیکن در حقیقت یہ شرائط اس سے زیادہ پر از مراعات تھے جن کی توقع کا کوئی حق پوپ کو ہو سکتا تھا۔ بولونا، فریرا اور رومانیا، (Ramagha) جن پر التوائے جنگ کے شرائط کے بموجب قبضہ کیا گیا تھا انہیں اب پوپ نے حوالہ کر دیا مگر روحانی اختیار کے نفاذ کے متعلق نظامت نے جو شرائط تجویز کئے تھے

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) میں بیان کیا ہے اس میں وہ خود موجود تھا۔

۲ؔ "ہم ہر لحظہ یہ سنتے ہیں کہ نیپلز کی فوج یہاں داخل ہوا چاہتی اور مذہبی جنگ کا اعلان ہوا چاہتا ہے۔ اس قسم کے واقعہ کے لئے ہر ایک طیاری ہو چکی ہے"۔ گرایوز بنام لارڈ گرینول، یکم اکتوبر ۱۷۹۶ء۔ دفاتر روما، جلد ۵۶۔

وہ واپس لے لئے گئے اور کچھ رقم نقد کی ادائی کے شرط کے سوا شرائط التوائے جنگ میں کوئی اور اہم اضافہ نہیں کیا گیا۔ اب جمہوریہ وینس کے آخری دن قریب آئے اس کا کچھ فائدہ نہ ہوا کہ جب تمام حصص اطالیہ، فرانس کے دشمنوں کے ساتھ شریک ہو گئے تھے اس وقت وینس نے اپنی غیر جانبداری کو قائم رکھا تھا، فرانس کے ساتھ محالفہ کرنے سے اس کا انکار کرنا ناقابل معافی جرم قرار دیا گیا۔ جب تک آسٹریا کے ساتھ جنگ جاری رہی، بوناپارٹ نے مملکت وینس کو وصولی سامان سے عاجز کر دیا۔ جب صلح قریب نظر آنے لگی تو پھر یہ ضروری ہو گیا کہ وہ اس پر قبضہ کر لینے یا اسے دشمن کے حوالہ کر دینے کے لئے کوئی حیلہ تلاش کرے۔ مناقشہ کے جاری رکھنے کے لئے خود اپنے منصوبے کی تکمیل کے لئے اس نے حکومت وینس کی ایسی ایسی تذلیل اور اس کے ساتھ ایسی زیادتیاں کیں جن سے اغلب یہی تھا کہ وہ بمصداق تنگ آمد بہ جنگ آمد لڑ پڑے گی۔ آخر جب وینس نے اپنی غیر جانب داری کی حفاظت کے لئے خود کو مسلح کیا تو حملہ آور کے کارکنوں نے وینس کے بری حصہ کے باشندوں سے یہ استدعا کی کہ وہ عدیدیت کے خلاف اٹھ کھڑے ہوں اور اپنی قسمت کا پانسہ آزاد شدہ صوبہ ملان کے ساتھ ڈال دیں۔ بوناپارٹ نے وینس پر فرانس سے محالفہ کر لینے پر پھر زور دیا۔ اس سے انکار کر دیا گیا۔ اور فرانسیسیوں نے جس شورش کی تیاری کر لی تھی وہ اس کے بعد ہی شروع ہو گئی۔ برگیمو اور بریشیا نے جہاں فرانس کی قلعہ گیر فوجوں نے وینس کی حکومت کو ہر طرح کی مدافعت سے محروم کر دیا تھا بغاوت کر دی اور وینس کے ساتھ ہر طرح کے ترک تعلق کا اعلان کر دیا۔ سینیٹ نے بوناپارٹ سے فرانسیسی فوجوں کے ہٹا لینے کی استدعا کی مگر ان التجاؤں کا حاصل اس کے سوا کچھ نہ ہوا کہ اس نے پے در پے فرانسیسی محالفہ کے قبول کرنے کا مطالبہ کیا جو انقیاد و اطاعت کا محض دوسرا نام تھا۔ اہل وینس کو اس کا شبہ

بہت کم تھا مگر اب خود بوناپارٹ کے دل میں جو کچھ تذبذب تھا وہ صرف یہ تھا کہ آیا وینشیا کے صوبوں کو وہ اپنے جمہوریہ ماورائے پو میں شامل کردے یا ان صوبوں کو آسٹریا کو دے کر کچھ اور مقامات لیلے جن کی فرانس کو ضرورت ہو۔

آسٹریا اب اٹلی کے اندر اپنی مدافعت اس سے زیادہ نہیں کرسکتی تھی۔ مارچ کے ختم ہونے کے قبل ہی کیرنتھیا کے پہاڑی راستوں پر بوناپارٹ نے قبضہ کرلیا تھا، اس کی فوج دشمن کو دائنا والی سڑک پر دباتی ہوئی چلی گئی۔ تا آنکہ بھاگنے والے اور بھگانے والے دونوں دارالصدر سے اسی میل کے اندر پہنچ گئے۔ ۷ راپریل کو لیوبن نے التوائے جنگ کی درخواست کی۔ یہ درخواست منظور ہوگئی۔ صلح کے لئے گفت وشنید ہونے لگی[1] بوناپارٹ نے وینس کے شہر

[1] صلح کے لئے شور وغل بہت بلند وسخت ہوگیا ہے۔ ایک ایم۔ ڈی تھیوگٹ کے سوا تمام وزرا اور جو لوگ شہنشاہ کے حضور میں باریاب ہوتے ہیں، سب اس پر دباؤ ڈال رہے ہیں۔ یہ بھی کوششیں کی جارہی ہیں کہ شہنشاہ کو شورش کے خوف سے ڈرا دیا جائے۔ ان مصائب کے درمیان ایم تھیوگٹ اپنے استقلال پر قائم ہے، اور امرا اور بے شمار پریشان کن مخالفین کی متحدہ آواز کے خلاف جو اس پر زور ڈال رہے ہیں، وہ برابر جد وجہد کررہا ہے" ایڈن یکم اپریل "فوج میں اس قدر انتشار برپا ہے کہ اس کا یقین نہیں ہوسکتا۔ اگر بوناپارٹ ادھر وائنا کی طرف اپنی ترقی جاری رکھتا تو اس میں کسی قسم کا شک نہیں کیا جاتا کہ وہ بغیر مخالفت کے اس جگہ میں داخل ہوجاتا لیکن اس مبادرت کے بجائے اس کا رک جانا اور آسٹریوں کو چھ دن کا موقع دیدینا کہ وہ اپنے خوف کو رفع کردیں اور اپنے مدافعات طیار کرلیں، یہ ایک ایسا امر ہے جس کی کوئی توجیہ قیاس میں نہیں آسکتی"۔ ۱۲ اپریل۔ "اس نے (میک نے) کہا کہ جب اس جگہ کو دشمن سے خطرہ لاحق ہوا تو جس وقت شہنشاہ اپنے وزیر سے صلاح ومشورہ کررہا تھا ملکہ دفعتہً اس کے پاس آپڑی، خود اس کے قدموں پر گر پڑی اور بچوں کو بھی

کو تو نہیں مگر وینس کے صوبوں کو شہنشاہ کے سامنے پیش کر دیا۔ ۱۸ اپریل کو لیوبن میں صلح کے مبادی پر دستخط ہو گئے جس کے بموجب ندرلینڈز اور دریائے اوگلیو سے مغرب کے حصہ لمبارڈی کے عوض میں بوناپارٹ نے خفیہ طور پر یہ اتفاق کر لیا کہ وہ دریائے اوگلیو سے مشرقی جانب مملکت وینس کا تمام حصہ اور نیز ساحل اڈریاٹک پر اس کے صوبجات استریا اور ڈالمیشیا کو آسٹریا کے حوالہ کر دے گا۔ اس غارت گری کے فعل پر پردہ ڈالنے کے لئے ایک حیلۂ ظاہری یہ کیا گیا کہ اس کے عوض میں بولونا اور فریرا وینس کو دیدیے جائیں گے[۱]۔

لیکن ابھی اور بدتر صورت پیش آنے والی تھی، بوناپارٹ ابھی لیوبن میں مجلس مشاورت ہی کر رہا تھا کہ ورونا میں ایک شورش برپا ہو گئی اور تین سو فرانسیسی سپاہی جن میں دارالشفا کے بیمار بھی شامل تھے عوام کی زیادتی سے نذر اجل ہو گئے۔ وینس کے سینیات نے اپنے اظہار تاسف اور اطمینان دہی کے لئے بوناپارٹ کے پاس ایلچی بھیجے۔ اس گفتگو کے درمیان ہی یہ خبر آئی کہ وینس کے قلعدار نے ایک فرانسیسی جہاز پر گولہ باری کر دی

فرانسیسیوں کا وینس میں داخلہ

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) اس کے قدموں پر ڈال دیا اور اس طرح شہنشاہ کو اس مراسلت کے جاری کرنے پر مصمم کر دیا جس کا انجام اپنے حلیف کو اس شرمناک طریق پر چھوڑ دینے پر ہوا۔" ۱۶ اگست، دفاتر۔ آسٹریا، جلد ۴۹۔ ۵۔ تھیوگٹ نے بعد کو لارڈ منٹو سے یہ کہا کہ اگر پانچ لاکھ پونڈ نقد اس کے ہاتھ آجاتے جس سے وہ وائنا کے بنک کے مطالبات کا انصرام کر دیتا تو جنگ جاری رہتی اور اس صورت میں اس کا یقین یہ تھا کہ وہ بوناپارٹ کی فوج کو گھیر لیتا۔

[۱]۔ جیسا کہ عام طور پر بیان کیا جاتا ہے رائن کے صوبوں کی حوالگی، مبادی میں داخل نہیں تھی۔ مراسلات نپولین، جلد دوم صفحہ ۴۹۷۔ ہوفر صفحہ ۲۵۹، بعد کے مراسلات کے خبریات اسی میں ملیں گے۔

اور جہاز کے کچھ ملاح ہلاک ہو گئے۔ بوناپارٹ نے ایلچیوں کو اپنے حضور سے نکال دیا اور کہا وہ ایسے لوگوں سے کوئی معاملت نہیں کر سکتا جن کے ہاتھوں سے فرانسیسیوں کا خون ٹپک رہا ہو۔ جنگ کا ایک اعلان شائع کیا گیا اور سینیٹ پر یہ الزام لگایا گیا کہ وہ ۱۲۸۲ کے سسلی والے قتل عام کو دوبارہ وقوع میں لانا چاہتی تھی۔ بوناپارٹ کا منشا جس اضطراب کے پیدا کرنے کا تھا وہ اس سے فوراً ہی برپا ہو گیا۔ حکومت نے خود کو اس کے رحم کے حوالہ کر دیا۔ بوناپارٹ نے ظاہر کیا کہ وہ عدیدیت کے بجائے وینس میں عمومی حکومت قائم کرے گا۔ اس کے شرائط قبول کر لئے گئے۔ سینیٹ نے یہ منظور کر لیا کہ جمہوریت کا قدیم نظام سلطنت ساقط کر دیا جائے، اور وینس میں ایک فرانسیسی فوج متعین رہے۔ ۱۲ مئی کو مجلس عظمیٰ نے خود اپنی برطرفی کی رائے دیدی۔ صلح مؤکد ہو گئی۔ معاہدہ کے مشہورہ عام شرائط میں یہ اعلان کیا گیا کہ فرانس اور وینس کی جمہوریات میں دوستانہ رہے گا۔ وینس کا اقتدار اعلیٰ شہریوں کی جماعت کے ہاتھ میں ہوگا اور نئی حکومت جس وقت یہ اعلان کر دے گی کہ اسے اب فرانسیسیوں کی مدد کی ضرورت نہیں رہی، اسی وقت یہ فوج ہٹ جائے گی۔ خفیہ دفعات میں ایک رقم کی ادائی اور حسب معمول فنون لطیفہ کی حوالگی کے شرائط قرار دیئے گئے۔ اقطاع ملک کے تبادلہ کے متعلق ایک غیر معین بیان اس غرض سے داخل کر دیا گیا کہ وینس کے بڑے حصہ ملک کی حوالگی اور بقیہ مملکت وینس کے ساتھ بولوناؔ و فریرا کا اتحاد اس کے ضمن میں آجائے۔ بوناپارٹ، وینس کو فرانس کے جس وداد و مجالفہ کے عطا کرنے کے لئے اس درجہ مضطرب تھا اب اس کے ثمرات ظاہر ہونے لگے۔ اس نے وینس کی نئی حکومت کو یہ لکھا تھا کہ "ان کی حریت کو مستحکم ہونے اور اس بدقسمت ملک اطالیہ کو غیروں کی حکومت سے آزاد ہوتے دیکھنے کی مجھے جیسی خواہش ہے ان کا ثبوت دینے

کے لئے میرے امکان میں جو کچھ ہو گا اسے کروں گا تاکہ آخر الامر یہ ملک دنیا کی بساط پر شان کے ساتھ اپنی جگہ لے سکے اور فطرت، قسمت اور خود اس ملک کے محل وقوع کا جو اقتضا ہے اس کے مطابق وہ دوبارہ اقوام عظمیٰ کی صف میں کھڑا ہو سکے۔" یہ تو وینس کے لئے تھا، فرانس کی نظامت کے لئے بوناپارٹ کے پاس دوسرا ہی قصہ تھا، (۱۹ رمئی کو) اس نے لکھا تھا کہ "اس معاہدے کے موکد کرنے میں میرے متعدد اغراض تھے یعنی شہر میں بغیر دشواری کے داخل ہو جانا، سلاح خانہ اور تمام دوسری چیزوں کو اپنے قبضہ میں کر لینا تاکہ ہمیں جس چیز کی ضرورت ہو خفیہ دفعات کے حیلے کے زور سے انہیں لے لیں،......... معاہدہ لیوبن کے مبادی سے جو ناگواری لاحق ہوتی تھی اُن سے بچ نکلیں۔ ان دفعات کے لئے عذرات ہاتھ آجائیں اور ان کے نفاذ میں سہولت ہو۔"

فرانسیسیوں کا جزائر یونان پر قبضہ کر لینا۔

مخالفہ وینس کے ثمر اولین کے طور پر بوناپارٹ نے کارفو اور دیگر جزائر یونان پر قبضہ کر لیا۔ اس نے سپہ سالار گنٹیلی کو لکھا کہ جس قدر عجلت و پوشیدگی سے ممکن ہو آپ روانہ ہوں اور لیوانٹ میں وینس کے تمام مستقرات پر قبضہ کر لیں......... اگر باشندے خود مختاری کی طرف مائل ہوں تو آپ انہیں اس کی چاشنی دیتے رہیں اور اپنے کسی اعلان میں یونان، ایتھنز، اور اسپارٹا کے حوالوں کو نظر انداز نہ کریں۔" اس غنیمت میں یہ فرانسیسیوں کا حصہ تھا۔ لیکن اپنے جزائر، اپنے سواحل اور اپنے قدیمی اطالوی اقطاع ملک کے نکل جانے پر بھی وینس اطالیہ کا ایک ممتاز و سربرآوردہ شہر رہ سکتا تھا، اسے اب فرانس کے لئے رائن کے صوبے حاصل کرنے کے لئے قربان کر دیا گیا۔ بوناپارٹ، ملان کے نواح میں واپس آگیا تھا اور قصبہ مانٹیبلو میں اس نے آسٹریا کے ایلچی ڈی گیلا سے

ملاقات کی۔ معاہدہ لیوبن کے مبادی سے خواہ مخواہ ایک معنی پیدا کر کے بونا پارٹ نے سرحد راٗن کا دعویٰ کیا اور اطالیہ کو نہ صرف وینس کے بڑے اقطاع ملک بلکہ خود شہر وینس دیدینا چاہا۔ ڈی گیلو راضی ہو گیا۔ گفت وشنود میں جن اسباب سے

وینس کے آسٹریا کو دئے جانے کی تجویز۔

بھی تعویق ہوئی ہو، ان سے بحث نہیں مگر وینس کو اس طرح دغا دینے کے لئے بونا پارٹ نے عزت یا مروت کسی خیال سے جھوٹوں بھی اظہار افسوس نہ کیا۔ اس نے ۲۶ رمئی کی شب کو نظامت کو یہ لکھا کہ "آج ہم نے قطعی معاہدے کے متعلق اپنی پہلی بزم مشورت منعقد کی اور مسائل ذیل پیش کرنے پر اکتفا کیا۔ راٗن کا خط فرانس کے لئے ہو۔ سالزبرگ اور پاسو، شہنشاہ کے لئے ہوں ....جرمانی جماعت قائم رہے........وینس شہنشاہ کے لئے ہو۔ راس امید کے دریافت ہو جانے اور ٹرسٹ وانیکونا کی ترقی کے بعد سے وینس پر زوال آرہا ہے اور ہم نے جو ضربات اس پر لگائے ہیں اُن سے اب اس کا جانبر ہونا دشوار ہے۔ اس کے بزدل و بے بس آبادی حریت کی کسی طرح سزاوار نہیں ہے، ملک اور دریا اس کے پاس نہیں ہیں، بس یہ ایک طبعی امر ہے کہ جس شخص کو ہم نے بڑا حصہ ملک دے دیا ہے وینس بھی اس کے پاس جائے"۔

وینس کی قسمت کا جو فیصلہ تیار ہو رہا تھا، اسے دیکھتے ہوئے اس کی بہن جمہوریہ جنیوا کے ساتھ فیاضانہ سلوک ہوا۔ ایک انقلابی تحریک نے (جسے فرانسیسی سفیر نے بہت دنوں سے طیار کیا تھا) قدیم عدیدی حکومت کا تختہ الٹ دیا مگر عمومی خیال اور فرانسیسیوں سے ہمدردی آبادی کے طبقۂ متوسط سے نیچے نہیں پہنچی تھی، اور جب حکومت نے خود اپنی حمایت کو ترک کر دیا تو کوئلہ جلانے والے اور بندرگاہوں کے مزدور اس کی مدافعت کے لئے اُٹھ کھڑے ہوئے اور فرانسیسی فریق پر "میریا کی عمر دراز" کے شور کے ساتھ حملہ کر دیا اور اپنے مخالفوں کے فرانسیسی سہ رنگ نشان کے مقابلہ میں اپنی ٹوپیوں پر "معصومہ مریم عذرا" کی تصویر لگائی۔ مذہبی جنون کو اس دن فتح حاصل ہوگئی،

قدیم حکومت بحال کر دی گئی اور کچھ فرانسیسی جنھوں نے اس مقابلہ میں شرکت کی تھی، قید خانے میں ڈال دیئے گئے۔ فرانسیسیوں کے قید کئے جانے سے بوناپارٹ کو مداخلت کا موقع مل گیا۔ اس نے حکومت کے بدلنے کی ہر طرح کی خواہش سے انکار کیا اور صرف یہ مطالبہ کیا کہ اس کے اہل ملک رہا کر دیئے جائیں اور فرانس کے دشمن گرفتار کئے جائیں، مگر فرانسیسی ایلچی فیپولٹ کے ساتھ عدیدیت کو الٹ دینے کا انتظام مدتوں سے ہو چکا تھا اور (۵ر جون کو) جنیوا کو ایک عمومی دستور سلطنت عطا کیا گیا جس نے فرانس کے دوستوں کو با اقتدار بنا دیا۔

فرانس ۱۷۹۷ء میں

ادھر بوناپارٹ، قصبۂ مانٹیلو میں اپنا دربار لگا کر معاہدہ لیوبن کے مبادی کی بنا پر آسٹریا سے گفت وشنود کر رہا تھا، ادھر خود فرانس میں کچھ ایسے واقعات پیش آئے جن سے اسے اس جمہوریت کی حکومت میں براہ راست دخل دینے کا موقع مل گیا۔ جس انتخاب کی رو سے مجلس وضع قوانین کے ثلث ارکان کی جگہیں از سر نو پر ہونے والی تھیں وہ ۱۷۹۷ء کے موسم بہار میں واقع ہوا۔ اس وقت ملک کے خیالات بہت کچھ ویسے ہی تھے جیسے ۱۷۹۵ء میں تھے، جب کہ کونسل کی ان جگہوں پر جنہیں مجلس عارضی نے اپنے لئے محفوظ نہیں کر لیا تھا شاہ پرستوں کا ایک بہت بڑا عنصر منتخب ہو گیا تھا، فرانس زیادہ معقول اور زوردار حکومت کا خواہاں تھا۔ نظامت نے یہ ضرور کیا تھا کہ حلف نہ اٹھانے والے پادریوں اور واپس آنے والے جلاوطنوں کے خلاف قوانین کو بے نفاذ چھوڑ دیا تھا، مگر سرکاری انتہا پسندوں کے انداز و روایات حکومت کے اندر بدستور اپنا کام کر رہے تھے۔ نظماء خود سب کے سب شاہ کشوں میں سے تھے۔ بادشاہ کے قتل کی یادگار اب بھی ایک قومی دعوت سے منائی جاتی تھی چھوٹے بڑے تمام عہدے ان لوگوں کے قبضہ میں تھے جنہوں نے انقلاب میں عروج حاصل کیا تھا۔ فرانس کے تمام امرا و شرفا زندگی عامہ

میں حصہ لینے سے خارج تھے۔ پس ۱۷۹۷ء کے انتخابات انقلاب کی اس طبقاتی حکمرانی اور اس طریق کے خلاف بمنزلہ تعرضات کے تھے جس نے ملک کو چند ناظموں اور سپہ سالاروں کے رحم و کرم پر اسی طرح چھوڑ رکھا تھا جس طرح وہ پہلے مجلس عارضی کی کمیٹی کے رحم و کرم پر تھا۔ چند پارٹنی سازشوں کے ساتھ بہت کثرت سے کے ساتھ ایسے لوگ منتخب ہو گئے تھے جو بظاہر شاہ پرست کہلاتے تھے مگر فی الواقع وہ اعتدال پسند آئینی تھے اور ان کی خواہش صرف یہ تھی کہ انقلاب کے اس حصہ کو پلٹ دیں جس نے قوم کے پورے پورے طبقات کو سیاسی زندگی سے خارج کر دیا تھا۔

نظامت کا فریق مخالف

تشریعی جماعت میں اس قسم کے فریق نے بالطبع نظامت کے زیادہ شدت پسند حصے کے خلاف فریق مخالف کی حیثیت پیدا کر لی۔ جو ناظم ۱۷۹۷ء میں اپنے عہدے سے ہٹا اس کے بجائے آئین پسند بارتھیلمی کا انتخاب ہو گیا جس نے معاہدہ باسل کی گفتگو کی تھی۔ کارنٹ جو عہدے پر قائم رہ گیا تھا وہ بھی فریق مخالف کی طرف ہو گیا کیونکہ اسے بجا طور پر یہ خوف تھا کہ نظامت کی حکمرانی جلد تر خود بوناپارٹ کی حکمرانی ہو جائیگی۔ جدید ایوان میں پہلے مباحثے تارکان وطن سے متعلقہ قوانین کے بارے میں ہوئے۔ دوسرا مباحثہ نپولین کے اطالیہ میں فرمانروایانہ اختیار کے غصب کر لینے کے متعلق ہوا۔ ۲۳ر جون کو معاملات وینس و جنیوا کے متعلق حصول معلومات کی ایک تحریک "مجلس پنج صد" میں پیش ہوئی۔ محرک ڈیوبولارڈ نے بوناپارٹ کی کارروائی کی رازداری، مجلس کے متعلق اس کے استخفاف، دوستدار سلطنتوں کے تنظیمات میں اس کے ظالمانہ و غیر جمہورانہ مداخلت کی شکایت کی۔ مجلس نے کوئی قرارداد منظور نہیں کی مگر صرف یہ امر واقعہ کہ مجلس نے اس کے کاموں کے متعلق معاندانہ نکتہ چینی کو سنا، بوناپارٹ کی نظر میں کافی وجہ تھی کہ وہ مجلس پر شاہ پرستی اور غداری کا الزام لگادے

بیرس، ریوبل، اور لارڈ بلیر، یہ تینوں ناظم پہلے ہی یہ تجویز سوچ چکے تھے کہ مجلس کو بزور مغلوب کر دیں۔ بوناپارٹ کے خود اپنے اغراض اس کے متقاضی ہوئے کہ وہ اپنی تائید ان کے سامنے پیش کرے۔ اگر آئین پسند فریق کو اقتدار حاصل ہو جاتا تو اطالیہ میں خود اس کے بلے دغدغہ حکومت کا خاتمہ ہو جاتا۔ اگر بار بنی فریق کو کامیابی ہو جاتی تو دوسرے قسم کے لوگ سلطنت کے تمام اغراض پر قابض ہو جاتے۔ نظامت کی حکومت کیسی ہی کمزور کیوں نہ رہی ہو مگر اس سے خود بوناپارٹ کے موجودہ غلبہ کے برقرار رہنے کا یقین تھا اور یہ امید باقی تھی کہ عوام جب نظامت کے رواوارانہ رہیں گے تو وہ اعلیٰ اقتدار حاصل کر لے گا۔

مجلس کی قسمت پر مہر لگ چکی تھی۔ قبضۂ بیسٹائل کی سالگرہ کے روز بوناپارٹ نے اپنی فوج کے نام ایک اعلان شائع کیا کہ شاہ پرستوں کی سازشوں سے جمہوریت خطرے میں ہے۔ ایک ضیافت منعقد ہوئی اور ہر حصہ فوج کے افسروں اور سپاہیوں نے نظامت کے نام محضروں پر دستخط کیے جو سازشی امرا کے خلاف تہدیدات و جوش و غضب سے بھرے ہوئے تھے۔ بوناپارٹ نے حکومت کو لکھا کہ "فوج میں غصہ بہت بڑھا ہوا ہے، سپاہی چلا چلا کر یہ سوال کرتے ہیں کہ آیا وطن واپس جانے پر انہیں یہ صلہ ملے گا کہ قتل کر دیے جائیں کیونکہ معلوم یہ ہوتا ہے کہ تمام محبان وطن سے یہی سلوک ہونے والا ہے۔ خطرہ ہر روز بڑھتا جاتا ہے اور ناظم صاحبان! میرا خیال ہے کہ آپ کو ادھر یا ادھر ایک فیصلہ کر لینا چاہیے۔" اس قسم کے زجر کے بعد ناظموں کو فیصلہ کرنے میں کوئی اشکال باقی نہیں رہی۔ مگر ان کی ہمت بلند کر کے بوناپارٹ خود پردے میں چھپ گیا اور ایک طوفان انگیز جیکوبن سپہ سالار آگیرو کو پیرس بھیجدیا، کہ اگر ناکامی ہو تو اس کا خطرہ اور ارتکاب جرم کی ناگواری وہی برداشت کرے۔ مگر مغلوب کے فریق غالب یا خطرے میں پڑے ہوئے دونوں نظمار کارنٹ اور

بار تھیلیمی کسی کی بھی یہ سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ مدافعت کی کارروائی کیونکر اختیار کریں۔ ۳ار دسمبر (۱۷، ا۔فرکٹیڈور) کو آگیرو کی فوجوں نے ٹیولیریز کو گھیر لیا۔ بار تھیلیمی، لکسمبرگ میں گرفتار ہو گیا۔ کارنٹ اپنی جان بچا کر بھاگا۔ دوسرے روز صبح کو مجلسوں کے ارکان جلوس بنا کر ٹیولیریز کی طرف چلے مگر سپاہیوں نے انہیں یا تو گرفتار کر لیا یا منتشر کر دیا۔ سہ پہر میں مجلسوں کا فریق قلیل اس غرض سے جمع ہوا کہ آگیرو اور تین دیگر نظمار نے جن کارروائیوں کا عزم کر لیا تھا ان کی تصدیق کر دیں۔ مجلس وضع قوانین کے پچاس ارکان اور جرائد کے چالیس نامہ نگاران مالکان اور مدیران پر جلا وطنی کا حکم صادر کیا گیا۔ اڑتالیس صوبوں کے انتخابات منسوخ کر دیئے گئے، پادریوں اور جلاوطنوں کے خلاف قوانین کی تجدید کی گئی، اور نظامت کو یہ اختیار دے دیا گیا کہ وہ جس جریدے کو چاہے بند کر دے۔ اس ضرب ناگہانی کو شاہ پسندوں کی سازش کا انطفا قرار دیا گیا۔ یہ ضرور تھا مگر اس سے کچھ زائد بھی تھا۔ یہ حملہ آئینی حکومت کا دبا دینا تھا اور سرگروہ لشکر کی مطلق العنانی اختیار کرنے میں صرف ایک قدم کی کسر رہ گئی تھی۔

آسٹریا کے ساتھ صلح پر دستخط ہو گئے۔ ۱۷، اکتوبر

آسٹریا اور انگلستان کے ساتھ مراسلات میں اس تحریک کا اثر فوراً ہی ظاہر ہوا۔ لارڈ مامزبری اب پھر فرانس میں تھا اور صلح کی معاملت میں اسے معقول کامیابی کی امید نظر آئی کیونکہ معاہدہ لیوبن کے مبادی نے حوالگی نیدرلینڈز کے متعلق انگلستان کی مخالفت کو رفع کر دیا تھا۔ دوسری طرف آسٹریا نے اپنی گفتگو کو طوالت دیدی کیونکہ لیوبن میں جن ممالک کی حوالگی کی قرارداد ہوئی تھی، بونا پارٹ نے ان پر مینٹوا اور صوبہ جات راین کے اضافہ کا دعوی کر دیا تھا۔ کاونٹ لڈوگ کوبنزل سفیر آسٹریا متعینہ سنٹ پیٹرسبرگ وہ شخص تھا جس نے پولینڈ کی آخری تقسیم میں اپنے آقا کے اغراض کو بڑی ہی خوبی سے محفوظ رکھا تھا، یہی شخص اب اطالیہ میں آسٹریا کے سفیران خاص کا صدر تھا اور وہ یہ کوشش کر رہا تھا کہ بونا پارٹ کو

اُن شرائط پر واپس لائے جو مبادی (لیوبن) میں مقرر ہوئے تھے یا اطالیہ میں آسٹریا کے لئے مزید اقطاع ملک حاصل کرے۔ پیرس میں جیکوبن کی فتح نے فرانسیسی سرگروہ کی طبیعت کو جس قدر بلند کر دیا تھا اسی قدر آسٹریوں کو پست کر دیا تھا، بوناپارٹ یہ عزم کئے ہوئے تھا کہ وہ ایسی صلح کرے جو بالکلیہ اسی کی صلح ہو اور اس کا امکان صرف اسی طرح تھا کہ آگیرو، جو رائن کی فوج کے ساتھ عنقریب جرمانیہ پر حملہ کرنے والا تھا، بوناپارٹ اس سے سبقت لے جائے۔ وینس کو بوناپارٹ کی اس ذاتی ہوس پر قربان کیا گیا۔ نظماء اس امر پر رضامند تھے کہ آسٹریا وینس کی مملکت کا ایک جزو لے لے مگر خود وینس کی مجوزہ حوالگی کی انہوں نے ممانعت کر دی تھی۔ چند ہفتوں کے اندر اندر رائن کی فوج کے بڑھنے سے فرانس اس قابل ہو جاتا کہ وہ جو شرائط چاہتا قبول کرا لیتا مگر فرانس یا اطالیہ کا کوئی خیال و لحاظ ایسا نہیں تھا جو بوناپارٹ کو اس امر پر راغب کر سکتا کہ وہ صلح کی شاندار عزت میں کسی اور کو شریک و سہیم بنائے ۱۷ اکتوبر کو اس نے کیمپو فارمیو کے مختتم معاہدے پر دستخط کر دیئے، جس سے فرانس کو رائن کی سرحد مل گئی اور ایڈج کے پار کی وینسی مملکت اور خود وینس دونوں شہنشاہ کے ملک میں داخل ہو گئیں۔ ایک وقت کے لئے یہ معلوم ہوتا تھا کہ وائنا اور پیرس دونوں جگہ اس معاہدے کو باطل قرار دے دیا جائے گا۔ تھیوگٹ نے اس کے خلاف تعرض کیا کیونکہ اس معاہدے کی رو سے مینٹوا اور صوبجات رائن تو حوالہ کر دیئے گئے مگر آسٹریا کو پاپائی صوبے حاصل نہ ہوئے اور صرف شہنشاہ کے حکم قطعی پر اس کی توثیق کی۔ دوسری طرف، نظامت نے، وینس کی حوالگی کو برا کہا مگر بوناپارٹ کے خوف اور دل کے چور کی وجہ سے نظماء بوناپارٹ کے بے بس شریک جرم بنے رہے، اور عامۂ قوم فرانس صلح ہو جانے سے اس قدر مسرور و مخمور ہو گئی تھی کہ اسے صلح کی ان شرائط مرتبہ سے کچھ بھی کراہت

معاہدہ کیمپو فارمیو، ۱۷ اکتوبر

نہ معلوم ہوئی ؎۱

معاہدہ کیمپو فارمیو کے مشتہرہ عام دفعات کے مطابق شہنشاہ نے لمبارڈی اور ندرلینڈز کے آسٹروی مقبوضات فرانس کو حوالہ کر دئیے اور اس امر پر اتفاق ظاہر کیا کہ آسٹروی لمبارڈی، وینسی مقبوضہ واقع مغرب دریائے ایڈج اور جدید سلطنت ماورائے پو کے اضلاع مشتملہ ان سب کو ملا کر ایک "جمہوریہ ماورائے آلپس" قائم کر دی جائے۔ فرانس نے جزائر یونان کو لے لیا اور آسٹریا نے شہر وینس کو بشمول آسٹریا و ڈالمیشیا اور وینس کے اقطاع بری واقع مشرق دریائے ایڈج سب لے لئے فرانس اور "مقدس رومانی شہنشاہی" کے درمیان صلح کے موکد کرنے کے لئے یہ قرار دیا گیا تھا کہ ایک موتمر راسٹاٹ میں منعقد ہو مگر ایک خفیہ دفعہ میں یہ طے کر دیا گیا تھا کہ شہنشاہ یہ کوشش کرے گا کہ ایک ٹکڑے کو چھوڑ کر جس میں پرشیا

؎۱ - "رسائل" (Traites) جلد ششم صفحہ ۴۲۰، تہیوگٹ - خلاصہ ان خطوط سے اس زمانہ کے جرمانی مدبروں کا جوش و خروش ظاہر ہوتا ہے جو ان میں بہت ہی نایاب تھا اور نیز تھیوگٹ کے اخلاق کے اعلیٰ جانب کا بھی ان سے اظہار ہوتا ہے۔ یہ مشہور عام قصہ کہ آخری نشست میں بوناپارٹ نے کوبنزل کے ظرف کو ان الفاظ کے ساتھ توڑ ڈالا کہ "اسی طرح میں آسٹروی بادشاہی کو پارہ پارہ کروں گا" یہ محض ایک افسانہ ہے۔ کوبنزل نے خود اس موقعہ کا جو بیان دیا ہے وہ حسب ذیل ہے: "دو راتوں کو نہ سونے کی وجہ سے بوناپارٹ کی طبیعت پریشان ہوگئی تھی اور شراب کا شربت پیالے پر پیالہ پیا جاتا تھا۔ جب میں نے نہایت سکون کے ساتھ تشریح کی تو وہ غصہ سے مشتعل ہو کر اٹھ کھڑا ہوا اور اس نے مبادی صلح کے طور پر جو بیان دیا تھا اس کے نیچے اس طرح اپنا دستخط کھینچ دیا کہ پڑھا نہ جاتا تھا اور ہم لوگوں کے دستخطوں کا انتظار کئے بغیر اس نے منتشار ہی کے کمرے میں اپنی ٹوپی پہن لی اور چلا گیا جب تک کہ وہ سڑک پر نہ پہنچ گیا وہ اس طرح برا بھلا بکتا رہا جسے صرف نشہ کی طرف منسوب کیا جا سکتا ہے حالانکہ کلارک اور اس کے بقیہ ہمراہیوں نے جو ایوان میں اس کے ساتھ موجود تھے حتی المقدور اسے روکنے کی کوشش کی۔ اس کا برتاؤ ایسا تھا گویا وہ دار المجانین سے بھاگ کر آیا ہے خود اس کی فوج کے تمام لوگ اس پر متفق ہیں۔"

کے امارات کلیو و گلڈرز بھی شامل ہوں گے، رائن کا بقیہ تمام بایاں کنارہ فرانس کو مل جائے۔ اس معاملہ میں فرانسیسی حکومت نے کیا ہی بامذاق دوطرفہ کارروائی کی، اس نے اسی ضلع کے عوض میں پرشیا سے اسقفی منسٹر کا وعدہ کر لیا تھا اور اب اس نے آسٹریا سے یہ اقرار کر لیا کہ پرشیا کو کسی قسم کی وسعت نہ ملے گی اور ظاہر یہ کیا کہ جو ملک واقع کنار رائن فرانس کو دیا جانے والا تھا، اس سے پرشیاوی امارتوں کو خارج کر دیا گیا۔ آسٹریا سے سالزبرگ کی خودمختار اسقفی اور بویریا کے اس حصہ کا وعدہ کر لیا گیا جو ان اور سالزا کے درمیان واقع تھا۔ صوبجات رائن سے جو جرمنیاوی حکمران بے دخل کیے گئے تھے ان کو ایک تجویز کے موافق جو باتفاق فرانس مرتب کی جاتی، شہنشاہی کے اندر معاوضہ دیا جانے والا تھا۔

آسٹریا کا جرمنی کو قربان کر دینا

معاہدہ کیمپو فارمیو سے فرانس کو یہ فوائد حاصل ہوئے کہ اسے ندرلینڈز اور صوبجات رائن پر وسعت ہو گئی اور ایک دست نگر جمہوریہ کی شکل میں اسے لمبارڈی، موڈینا اور پاپائی صوبوں کا علی الحاق حاصل ہو گیا مگر یہ تمام فوائد وسیعہ اس کی شاندار کامیابیوں کے اعتبار سے کچھ زیادہ نہ تھے لیکن آسٹریا کی صورت حال بالکل دوسری تھی۔ ۱۷۹۶ء میں آرچ ڈیوک کی مہم کے سوا، گزشتہ تین برس کی جنگ آزمائی میں آسٹریا کو سوائے مسلسل تباہیوں کے اور کچھ ہاتھ نہ آیا تھا۔ بایں ہمہ، معاہدہ کیمپو فارمیو سے آسٹریا کو جس قدر نقصان ہوا، اسی قدر نفع بھی ہو گیا۔ دور افتادہ ندرلینڈز و ملان کے بجائے اسے وینس اور ڈالمیشیا مل گئے جو خود اسی کے ملک سے ملے ہوئے تھے اور آبادی میں ندرلینڈز اور ملان سے قریب قریب برابر تھے اور ان کا محل وقوع ایسا تھا کہ اس سے آسٹریا بحر روم کی ایک بحری طاقت ہو گئی۔ آسٹریا نے اس کی قیمت یہ دی کہ جرمانیہ کو ترک کیا، اس معاملہ پر تھیوگٹ نے تعرضات کیے مگر

دربار وائینا کو اس سے اتنی ہی فکر ہوئی جتنی وینس سے دغا کر جانے سے نپولین کو فکر ہوئی ہوگی رائن کے صوبے اجنبیوں کو حوالہ کر دئیے گئے، ہالینڈ اور موڈینا کے خارج شدہ فرمانرواؤں کے معاوضہ کے لئے جرمانی اضلاع انہیں دئیے جانے والے تھے۔ شہنشاہی کی اندرونی حالت و ترتیب میں ایسا تغیر کیا جانے والا تھا جس کی ترتیب جرمانیہ کے فوائد کی نظر سے نہیں بلکہ فرانس کی وسعت اثر کی غرض سے ہوئی ہو۔

بوناپارٹ کی حکمت عملی

جرمانیہ کے حامی و محافظ ہونے کے اعتبار سے پرشیا و آسٹریا دونوں ناقص ثابت ہوئے۔ آخرالذکر سلطنت کو جنگ کو طول دینے میں اپنے استقلال کا معاوضہ اطالیہ میں مل گیا۔ انقلاب کے ابتدائی جوش میں جن لوگوں کی خواہش یہ تھی کہ آسٹریا کی طاقت کو تباہ کر کے یورپ میں ایک زیادہ آزاد سیاسی نظم قائم کریں، بوناپارٹ ان لوگوں پر ہنستا تھا۔ اس نے ۷ اکتوبر کو ٹیلیرینڈ کو لکھا تھا کہ "اطالیہ میں مجھے اس سے کوئی تائید نہیں حاصل ہوئی کہ لوگوں کو حریت و مساوات سے الفت تھی، اگر اس سے کچھ تائید ملی بھی تو بہت ہی کمزور، اطالیہ میں فوج کی اصلی تائید خود اس کے انضباط سے تھی اور سب سے بڑھ کر یہ کہ میں نے بددلی کے دبانے میں اور ان لوگوں کو سزا دینے میں جو ہم سے مخالفت کا اعلان کرتے تھے عاجلانہ مستعدی سے کام لیا یہ تاریخ ہے۔ اپنے اعلانوں اور تقریروں میں جو کچھ میں کہتا ہوں وہ افسانہ ہے ...... اگر ہم ۱۷۹۳ء کی حکمت عملی کی طرف واپس ہو جائیں تو ہمیں اس علم کے ساتھ جانا چاہئے کہ ہماری کامیابی دوسری ہی حکمت عملی کا نتیجہ ہے اور نیز یہ کہ اب فوج میں داخل ہونے کے لئے ۱۷۹۳ء کا جم غفیر ہمارے پاس نہیں ہے، اور نہ اس جوش و خروش کی تائید ہمیں حاصل ہے جس کا ایک وقت تھا اور گزر گیا۔" حالت موجودہ کے اعتبار سے یہ ہونا جائز تھا کہ آسٹریا میں کچھ طاقت باقی رہنے دی جائے اور

فرانس کی یہ خوش قسمتی تھی کہ ایسا خطرناک دشمن اس سے دفع ہوگیا۔ انگلستان کے لئے جمہوریت کی تمام طاقت کی ضرورت تھی۔ صلح کیمپو فارمیو کے بعد بوناپارٹ نے لکھا تھا کہ "موجودہ حالت نے ہمارے لئے ایک اچھا موقع مہیا کردیا ہے۔ ہمیں اپنی تمام قوت سمندر کی جانب پھیر دینا چاہئے ہمیں انگلستان کو تباہ کردینا چاہئے اور پھر براعظم ہمارے قدموں کے نیچے ہوگا۔"

جنگ ہائے سنٹ ونسنٹ (۱۴ر فروری ۱۷۹۷ء) و کیمپر ڈاون (۱۱ر اکتوبر)

ابتدائی جمہوریت پسندوں کی یہ ایک طبعی امید تھی کہ اگر اسپین اور ہالینڈ کے بیڑے فرانس کی طرف ہوجائیں تو فرانس بحری قوت میں برطانیہ عظمیٰ سے بڑھ جائے گا۔ کارنٹ نے ہالینڈ کی فتح کی تجویز اسی خیال کو مدنظر رکھ کر قرار دی تھی کہ انگلستان کے حملے کا یہ پہلا قدم ہے۔ ہالینڈ فتح ہوگیا اسپین نے پہلے صلح کی اور بعد ازاں (اگست ۱۷۹۶ء میں) نظامت سے محالفہ کرلیا مگر جمہوریت کی بحری طاقت کے ہر اضافہ سے برطانیہ عظمیٰ کے امرائے بحر کو تباہی برپا کرنے کے لئے نیا سامان ہاتھ آجاتا تھا۔ اسپینی بیڑے کو جروس نے سنٹ ونسنٹ کے قریب شکست دے دی۔ ۱۷۹۷ء کے موسم بہار و گرما میں اسپیٹ ہڈ اور ڈور میں برطانوی بحری سپاہ کی بغاوت نے بھی بحر شمال کی بحری حیثیت میں کوئی تغیر نہیں پیدا کیا۔ ڈنکن نے ٹکسل میں ہالینڈ کے بیڑے کا محاصرہ کر رکھا تھا جب خود اس کے جہازات باغیوں کے ساتھ شامل ہوگئے تب بھی اس نے خود اپنے اور ایک دوسرے جہاز کی مدد سے محاصرہ قائم رکھا اور برابر اشارتی احکام اس طرح جاری کرتا رہا گویا سارا بیڑا اس کے پس پشت ہے۔ یہاں تک کہ غلط رو ملاح جنہوں نے تھوڑا ہی قبل اپنی توپوں کو ٹیمز کی طرف پھیر دیا تھا امیر البحر کے حضور میں واپس آگئے اور اس طرح معافی حاصل کی کہ

ہالینڈ کے بیڑے نے کیمپر ڈاون کے قریب جوں ہی اپنی جائے پناہ سے نکلنے کی کوشش کی فوراً ہی اسے تباہ کر ڈالا۔

بوناپارٹ کا عنقریب مصر پر حملہ آور ہونا۔

یہ امر مشتبہ ہے کہ آیا اطالیہ سے واپس آنے کے بعد بوناپارٹ نے کسی وقت بھی واقعی یہ خیال قائم کیا تھا کہ انگلستان پر حملہ کرے۔ بہر حال جو کچھ بھی ہو یہ تجویز بہت جلد ترک کر دی گئیں اور جن تیاریوں نے انگلستان کے ساحلی قصبات میں سخت دہشت پیدا کر دی تھی وہ صرف اس غرض سے جاری رکھی گئیں کہ نپولین کے مصر پر حملہ آور ہونے کے اصلی منصوبہ پر پردہ پڑا رہے اپنی زندگی عامہ کے آغاز ہی سے نپولین کے خیالات وسیع و غیر محفوظ مشرق کی طرف منعطف تھے، ابھی اس کی شہرت کچھ ایسی نہ ہوئی تھی کہ اُس نے حکومت فرانس سے یہ خواہش کی کہ ترکی فوج کی ترتیب دہی کے لئے وہ اسے قسطنطنیہ بھیجدے وینس جوں ہی اس کے ہاتھ آیا اُس نے معاً جزائر یونان پر قبضہ کر لیا کہ لوانٹ کی آیندہ فتح کے لئے وہ قاعدۃ الجیش کا کام دیں ہر معرکہ جس سے مغربی سمندروں پر انگلستان کی فوقیت کی مزید تصدیق ہو جاتی تھی اسی سے ایک مزید وجہ اس کی پیدا ہوتی تھی کہ جہاں انگلستان کی طاقت سب سے زیادہ حالت خطر میں ہو (یعنی مشرق میں) وہیں اس پر حملہ کرنا چاہئے۔ بوناپارٹ یہ جانتا تھا کہ سکندر نے انڈس کے ملک کو بحر روم سے چل کر خشکی کے راستہ سے فتح کیا تھا، اور ہندوستان تک پہنچنے کے لئے شاید ہی کچھ علم اسے تھا مگر انگلستان کی ایشیائی شہنشاہی کے غارت کرنے کے لئے بطور قدم اول کے مصر و شام کے فتح کر لینے کے لئے اتنا علم کافی تھا۔ ہندوستان کے منصوبے کے ساتھ یہ خواب بھی ملا ہوا تھا کہ ترکی کی اسلامی حکومت کو غارت کر دیا جائے اور شہنشاہی عثمانیہ کی آزاد شدہ عیسائی قوموں کو لے کر مشرق کی جانب سے آسٹریا پر حملہ کیا جائے۔ مشرقی فتوحات کی تجویز کا محض ہیولا ہی نپولین

کی طباعی و حوصلہ مندی کے لئے کافی کشش رکھتا تھا۔ ادھر حکومت کو بھی مطلق یہ آرزو نہ تھی کہ ان ذات گرامی کو وطن ہیں رو کے رکھے۔ اس مبادرت کے واقعی عیب و صواب اور اس کے خطرات کی نظامت کو کچھ ایسی فکر نہ تھی، اس نے مصر پر حملہ کرنے کے متعلق بوناپارٹ کی تجویز سے اتفاق کر لیا اور شکر ادا کیا کہ اس گرفت کے ڈھیل کرنے کا موقع مل گیا جو خود نظامت کو اس مضبوطی کے ساتھ کستی جا رہی تھی۔

باب چہارم

موتمر راشٹاؤ۔ صوبجات رائن کی حوالگی۔ جرمانیہ کی کلیسائی سلطنتوں کا انقطاع۔ سویزرلینڈ میں فرانسیسیوں کی مداخلت۔ جمہوریہ ہلوٹیائی فرانسیسیوں کا سلطنتہائے پاپائی پر حملہ آور ہونا۔ رومانی جمہوریہ۔ مہم مصر۔ جنگ نیل ۱۷۹۸ء کا اتحاد۔ فرڈیننڈ۔ شاہ نیپلز کا داخلہ روما۔ میک کی شکستیں۔ فرانسیسیوں کا داخلہ نیپلز۔ جمہوریہ بار تھنوپی (نیپلز)۔ آسٹریا اور روس سے جنگ۔ جنگ اسٹوکاک راشٹاو میں فرانسیسی ایلچیوں کا قتل۔ مہم لمبارڈی۔ نیپلز میں دور ہول و تخویف۔ آسٹریا کے منصوبے اطالیہ کے متعلق۔ سویراف اور آسٹر دی۔ مہم سویزرلینڈ۔ مہم ہالینڈ۔ بوناپارٹ کا مصر سے واپس آنا۔ ۱۸ بروحیر کا کارنمایاں ۱۷۹۹ء کا دستور سلطنت۔ فرانس میں بوناپارٹ کا نظم۔ بیرونی ممالک میں فرانس کے اثر پر اس کا نتیجہ۔

معاہدہ کیمو فارمیو کے علانیہ دفعات میں صرف وہ شرائط شامل تھے جن پر فرانس و آسٹریا نے اطالیہ و ندرلینڈز سے متعلق اتفاق کیا تھا

تھا۔ فرانس اور جرمانی جماعت کے مابین صلح کے شرائط جنہیں فرانس اور دونوں سر برآوردہ طاقتوں نے خفیہ طور پر طے کیا تھا وہ ایک سفارتی بازیگری کے ساتھ اس موتمر میں پیش ہونے والے تھے جس کا انعقاد راسٹاڈ میں قرار پایا تھا۔ لہذا جب پرشیا اور آسٹریا دونوں نے صوبجات رائن کے ترک کی قرارداد پر دستخط کر دیئے تو بروقت مقررہ اس موتمر کا اجتماع ہوا اور اپنے اہل ملک کی بے بسی پر شہنشاہ کی ستم ظریفی قابل داد ہے کہ ارکان ڈائٹ سے یہ ارشاد فرمایا کہ جرمانی شہنشاہی کی وحدت اور اس کے ناقابل تقسیم ہونے کے اصول اعظم پر غیر متزلزل وفاشعاری کے ساتھ قایم رہ کر انہیں چاہیئے کہ وہ شریفانہ ایمانداری و استقلال کے ساتھ وطن آبائی کے مشترک اغراض کو قائم رکھیں اور شہنشاہ کے ساتھ متحد ہو کر ایک ایسی منصفانہ و پائیدار صلح کی ترقی دینے میں ساعی ہوں جس کی بنا شہنشاہی اور اس کے نظام سلطنت کے علی حالہا برقرار رکھنے پر ہو۔ پس اس موتمر کا انعقاد اسی شئے کے قایم رکھنے کے حیلے سے ہوا تھا جسے قربان کر دینے پر دونوں بڑی سلطنتیں عزم راسخ کر چکی تھیں اور موتمر کا اصلی مقصد یعنی کلیسائی امارتوں کا انقطاع اور بویریا کی قطع برید کو نظروں سے پوشیدہ رکھا گیا تھا۔

جرمانیوں کی رقابت

اس موتمر میں دو فرانسیسی ایلچی پرشیا و آسٹریا کے نمایندوں اور رئیسان کی ڈائٹ کی مقرر کردہ مجلس کے ارکان (جن کی تعداد مع ان کے معتمدین کے چوہتر تھی) شامل تھے مگر راسٹاڈ میں جتنے اہل سیاست اس امید میں جمع ہوئے تھے کہ شہنشاہی کے شیرازہ بکھرتے وقت کچھ انہیں بھی ہاتھ آجائے گا۔

لہ ہائسر "تاریخ جرمانیہ" (Deutsche Gesehichte) جلد دوم صفحہ ۱۴۷، وابوناٹ: "موتمر راسٹاٹ" (Rastadter Congress) صفحہ ۱۷۱ وان لیننگ "یادگار" (Memoiren) جلد اول صفحہ ۳۳۔ یہ دعویٰ کیا گیا ہے کہ جس عہدہ دار نے یہ تحریر تیار کی تھی اسے معاہدے کے خفیہ دفعات سے آگاہ نہیں کیا گیا تھا۔

ان میں سے مسلمہ گفت وشنید کرنیوالے تھوڑے ہی افراد تھے۔ ہر ایک
چھوٹے سے چھوٹے جرمانی فرمانروا یہاں تک کہ ان جماعتوں نے بھی
جنہیں کسی قسم کے سیاسی حقوق نہیں حاصل تھے اس موقعہ پر اپنا گماشتہ
بھیجنا ضروری سمجھا تاکہ اگر ممکن ہو تو اپنے ہمسایہ سے کوئی خفیف سا فائدہ
حاصل کرلیں یا کسی مجوزہ الحاق کی اولین افواہ کو معلوم کرلیں۔ یہ گویا ان تمام
چلتے پرزوں اور سازشیوں کے قبیلے کی ہولی تھی جو جرمانیہ میں ارباب
سلطنت کے نام سے مشہور و کارکن تھے۔ وہ ایک دوسرے کے
جاسوس بنے ہوئے تھے۔ وہ فرانس کے دونوں با اقتدار ایلچیوں کے
معتمدوں اور دربانوں بلکہ ان کے باورچیوں اور سائیسوں تک کو رشوتیں
دیتے تھے۔ جرمانیہ کی قومی تذلیل اور پورے پورے صوبوں کے نکل جانے
کے وقت اور جو کچھ باقی رہ گیا تھا اس کی ایک غیر ملکی کے حکم سے
ترتیب جدید ان میں سے اس وقت کے سیاسی تعلقوں میں کسی بات
کا بھی کوئی احساس نہیں معلوم ہوتا تھا بلکہ شہنشاہی کی ہر شکست ایک
طرح کا سامان مذاق بن گئی تھی۔ طرز زندگی اور زبان میں ایک طرح کی
خوش طبعی شایع ہوگئی تھی مگر جو لوگ اپنے کو محض تماشہ دیکھنے والا نہ
سمجھتے تھے ان میں ایسا ہونا غیر ممکن تھا۔ آسٹریا کے خاص وکیل مطلق
کا بنزل کو ایک معمولی بگھی میں سفر کرنا پڑا کیونکہ اس کی محبوبہ اس کے
تمام گاڑیاں اور کل گھوڑے لے کر کہیں دوسری جگہ چلی گئی تھی ایک
پر مذاق نگر گندہ رسالہ شایع کیا گیا جس میں شہنشاہی کی متوقعہ قربانی
کو انجیل کے قصے کے الفاظ میں بیان کیا گیا تھا۔ پرشیا کو جوڈرس
اسکاریاٹ آسٹریا کو پائیس پائلیٹ اور خود موتمر کو اخبار خاص اور قریسی
بنایا گیا تھا جو اس لئے جمع ہوئے تھے کہ حیلہ وتدبیر سے مقدس روحانی
شہنشاہی پر قبضہ کرلیں۔ اور شہنشاہی کی فوج کو ان لوگوں کی شکلوں میں
رکھایا گیا تھا جو اپنی سینہ کوبی کر کے منتشر ہوگئیں۔ چونکہ جرمانیوں میں
عصبیت اور حب الوطنی کا بالکلیہ فقدان تھا اس لئے فرانسیسی ایلچیوں نے

نہ صرف اس سرزمین کو حاصل کر لیا جس کے وہ خواہاں تھے بلکہ انہیں اس میں بھی کامیابی ہو گئی کہ دونوں سربرآوردہ سلطنتوں میں پیچیدگی پیدا کرا دی اور چھوٹی چھوٹی سلطنتوں میں یہ خیال پیدا کر دیا کہ وہ اپنے ہمسایوں کو نقصان پہنچا کر خود اپنی ترقی کے لئے فرانس کی طرف نظر ڈالیں۔ فرانسیسی حکومت نے آسٹریا اور پرشیا سے جو متضاد یکدگر اقرار کر لئے تھے ان سے اس کو کچھ بھی دشواری پیش نہیں آئی دونوں میں سے کسی ایک سلطنت کو وہ ہو کا دینا دوسرے کے تشکر وامتنان کا باعث تھا اور نظامت نے یہ عزم کر لیا تھا کہ پرشیا سے اس نے جو اقرار کیا ہے اسے استقفیوں کو نقصان پہنچا کر پورا کر دے اور بویریا کے تصرف پر آسٹریا سے جو وعدہ کیا تھا اسے ٹال جائے۔

موتمر کے افتتاح پر ایک ہنگامی شکل اس طرح پیدا ہو گئی کہ شہنشاہ کے تعرضات سے مغالطے میں پڑ کے ڈائٹ نے اپنی مجلس کو صرف اس بنا پر گفتگو کا اختیار دیا تھا کہ شہنشاہی علیٰ حالہا برقرار رہے (۱۹ ر دسمبر) فرانسیسیوں نے اس وقت تک گفتگو کرنے سے انکار کر دیا جب تک کہ مجلس پورے اختیارات نہ حاصل کر لے اور شہنشاہی کی علیٰ حالہا برقرار رکھنے کے توقعات کا حال اس وقت صاف کھل گیا جب چند روز بعد فرانسیسی مینز میں داخل ہو گئے اور راین کے صوبجات کو چار فرانسیسی صوبوں کی حیثیت میں باقاعدہ منتظم کر دیا اپنے وقت پر ڈائٹ کا حکم بھی آ گیا کہ مجلس کو حسب صوابدید خود گفتگو کرنے کا اختیار ہے اور جب صوبجات راین کے باشندے چند ہفتوں تک فرانس کے قوانین احکام اور محصولات کے زیر حکم رہ چکے اس وقت مجلس ان صوبوں کی حوالگی کی تجویز پر ایسی وقت نظر اور ایسی بے لوثی کے ساتھ غور کرنے بیٹھی گویا یہ فلسفہ تخیلی کا کوئی مسئلہ تھا۔ آخر الامر فرانسیسیوں نے پریشان کن جذبات کا خاتمہ کر دیا اور بے دخل شدہ دنیاوی حکمرانوں کے معاوضہ پر بحث شروع کر دی۔ اس کے نسبت

انھوں نے یہ تجویز کی کہ اندرون جرمانیہ میں کلیسائی سلطنتیں توڑ دی جائیں یا انھیں دنیاوی حیثیت میں بدل دیا جائے۔ پرشیا نے بڑے شوق کے ساتھ فرانسیسی تجویز سے اتفاق کیا جس کی ایک وجہ تو یہ تھی کہ منسٹر کی عظیم الوسعت اسقفی کے الحاق پر خود اس کی نظر لگی ہوئی تھی اور دوسری وجہ یہ تھی کہ کلیسائی سلطنتیں کیتھولک آسٹریا کی آلہ کار اور اس کی حلیف بنی رہتی تھیں اور اس سے اس کو قدیمی عناد تھا۔ شہنشاہ نے اپنے باوفا تابعین کے برباد کرنے کی مخالفت کی خود کلیسائی حکمرانوں نے بھی سخت شور مچایا اور یہ دعویٰ کیا کہ ان کے نظم کا انتشار یورپ کے سیاسی شیرازے کو بکھرا دیگا مگر کسی نے بھی ان کی دوستی کا دم نہ بھرا۔ پرشیا کو اگر منسٹر کے عظیم الشان غنیمت کی حرص تھی تو چھوٹے چھوٹے فرمانروا بھی ان صومعوں اور خانقاہوں پر نظر جمائے ہوئے تھے جو ان کی مملکتوں کے تسلسل میں خلل انداز تھے۔ صرف شہنشاہی کے کمزور ترین ارکان یعنی کاونٹ، نائٹ اور مشیر اپنے کلیسائی ہمسایوں کے لئے کسیقدر باادب ہمدردی کا احساس رکھتے تھے اور یہ سمجھے ہوئے تھے کہ الحاق کے اس طریق میں کلیسا کے بعد ان کی باری آنے والی ہے لیکن ان مذہبی ریاستوں کو دنیاوی امارت بنانے کا اصول بغیر شدید دشواری کے موتمر میں منظور ہو گیا۔ مباحثہ کا سارا زور جزئیات کی ردوکد کے لئے محفوظ کر لیا گیا۔ ایسے انتظامات جس سے کسی دیوالیہ کلیسائی امیر کی چند میل زمین اور پانچ چھ محصول خانے کسی فرانسیسی ڈیوک کے ہاتھ میں چلے جائے، جرمانیہ میں اس سے زیادہ باعث دلچسپی بن گئے تھے جس قدر دلچسپی کا اظہار رائن کے صوبجات کے نکل جانے اور جرمانی قوم کے دسویں حصہ کے غیر ملکی حکمرانی کے تابع ہو جانے پر ہوا تھا۔

ایک اور سوال غیر متوقعہ طور پر موتمر کے سامنے پیش آگیا چھ برس تک اعلان کرنے کے بعد کہ دریائے رائن فرانس کی طبعی سرحد ہے

اب حکومت فرانس پر یہ انکشاف ہوا کہ دریا کسی طرح بھی فوجی سرحد کا کام نہیں دے سکتا۔ فرانسیسی سفرائے خاص نے اس امر پر زور دیا کہ جب تک آسٹرا سبرگ اور مینز دریا کی دوسری جانب کی توپوں کی زد میں ہیں اس وقت تک وہ کس مصرف میں آسکتے ہیں رائن اگر فرانس کے کسی کام آسکتا ہے تو اس کے لئے ضروری ہے کہ جرمانی جانب کے حلقہائے کہل اور کیسیطل پر بھی فرانس کو قبضہ دے دیا جائے۔

اس قسم کا مطالبہ اگرچہ صریحاً ہتک آمیز تھا مگر اسے چھوٹے چھوٹے درباروں کے خود فروش مدبروں کی تائید حاصل ہو گئی اور مجلس کو چار ماہ کی ردوقدح کا مآل ہاتھ آگیا مگر آسٹریا کی روش اب ایسی جانب مائل ہوتی جاتی تھی جس سے موتمر کی قراردادوں کی اہمیت بہت گھٹ گئی تھی۔ یہ صاف ظاہر ہو گیا تھا کہ فرانس پرشیا سے مخالفہ کرنے کی جانب چلتا جاتا ہے اور کیمپو فارمیو کے خفیہ دفعات کے بموجب آسٹریا سے بویریا کے جن الحاقات کا وعدہ کیا گیا تھا وہ روک لیے جانے والے ہیں۔ السایس کی ایک نج کی گفت وشنود کی ناکامی سے جب یہ متیقن ہو گیا کہ فرانسیسی نہ تو اپنے ۹۷ء کے فوائد حاصلہ سے مطمئن ہوں گے اور نہ آسٹریا کو اطالیہ میں اپنی مملکت کے بڑھانے کا موقع دیں گے تو پھر تھیوگٹ نے تجدید جنگ کا عزم کر لیا دربار میں پر زور مخالفت کے باوجود تھیوگٹ کے عزم واستقلال کی وجہ سے آسٹریا کی قسمت کی باگ بدستور اسی کے قبضہ میں رہی اور

آسٹریا کا جنگ کے لئے آمادہ ہونا۔ ۱۷۹۸ء

سوئزرلینڈ اور پاپائی سلطنتوں میں جمہوریہ فرانس کی عین اس وقت کی دست اندازیوں سے جب کہ وہ شہنشاہی سے اپنے حسب خواہ شرائط صلح منوا رہی تھی ایک جدا یورپی معاہدہ کے قائم ہو جانے کے لئے زاید از ضرورت سامان مہیا ہو گیا۔

سوئزرلینڈ میں فرانس کی مداخلت۔

اٹھارویں صدی کے اختتام پر لوئی ملک الیسا نہیں تھا جہاں جمہوری آزادی کا جذبہ سوئزرلینڈ کا اتنا قوی ہو

یا جہاں حالات زندگانی سویزرلینڈ کے اتنے ہموار و مساوی ہوں لیکن پھر بھی وہاں کے باشندے کامل سیاسی مساوات سے لطف اندوز نہیں تھے وہاں ایسے اضلاع موجود تھے جو کسی نہ کسی حکمران کینٹن (صوبہ) کے ساتھ ماتحت توابع کا تعلق رکھتے تھے۔ بیئرڈی واڑ برن کا ایک عہدہ دار حکومت کرتا تھا۔ ٹسینو کی وادی اُری کے قبضہ میں تھی اور خود حکمران صوبوں میں سے اکثر صوبوں کے اندر اقتدار اور اختیار اشراف خاندانوں کے ایک محدود حلقے کے اندر مرکوز تھا۔ پس اگرچہ سویزرلینڈ ڈائٹ کے تکلیف دہ امتیازات سے آزاد تھا، اور وہاں کی حکومتیں عمومی نہ بھی ہوں تب بھی عام طور پر منصفانہ و معتدلانہ تھیں پھر بھی ایک اتنا بڑا طبقہ سیاسی حقوق سے محروم تھا کہ پیرس سے جس شورانگیزی کی تحریک ہوتی تھی اسے کافی موقع مل جاتا تھا یہاں کے لوگ آسایش و ذہانت میں بڑھے ہوئے تھے اور اپنے حکمرانوں کے بالمقابل دولت و امتیاز میں بھی کچھ بہت پست نہ تھے پس یہی وہ جماعتیں تھیں جنہیں انقلاب کے اصولوں کو وہ شیوع حاصل ہو گیا جو پرشیا کے موروثی نیم غلاموں اور رومانی سلطنتوں کے مطیع القیس کسانوں میں نہ ہو سکا۔ ۱۷۹۲ء میں ہی ایک فرانسیسی فوج جنیوا کی مملکت میں اس غرض سے داخل ہو گئی تھی کہ شہر کی عمومی جماعت کے ساتھ مل کر کام کرے۔ لیکن یہ تحریک برن کی سینات کی مستعدانہ کارروائی سے رک گئی اور برن کے فرانسیسی سفیر بارتھیلمی کی معاملہ فہمی اور سویز حکومت کے برگشتگی کے ہر ایک موقع کو بچا لے جانے کی دانشمندی سے بعد میں فرانس کے ساتھ حکومت متفقی کے دوستانہ تعلقات برابر قائم رہے۔ شمالی اطالیہ کے فتح ہو جانے پر بوناپارٹ کو سویزرلینڈ کے معاملات سے بایں طور بلا واسطہ تعلق پیدا ہو گیا کہ چند متنازعہ فیہ مسایل بہ حیثیت حکم کے اسے تصفیہ کے لیے سپرد کیے گئے۔ بوناپارٹ نے اس عقدے کا حل یوں کیا کہ ویلٹیلاین کے ضلع کو "جمہوریہ ماورائے آلپس" کے ساتھ ملحق کر دیا اور اس وقت سے وہ سویزرلینڈ کے عمومیت پسند سرگروہوں سے اس مسئلہ پر برابر مراسلت

کرتا رہا کہ فرانسیسی سویزرلینڈ میں دخل دیں جس کا اصلی مقصد یہ تھا کہ برن کا خزانہ ہاتھ آجائے اور ہالینڈ "جمہوریہ ماورائے آلپس" کی حکومتوں کے مانند ایک حکومت قائم ہوجائے جس کا تمام تر انحصار فرانس پر ہو۔

فرانس اور متفقیت سویزرلینڈ میں جنگ جون ۱۷۹۸ء۔

آخر الامر مسلح مداخلت کا وقت آگیا۔ ۱۵ دسمبر ۱۷۹۷ء کو ایک فرانسیسی فوج اسقفی باسل میں داخل ہوگئی اور یہ امر پیز ڈی واڈ کے لئے بغاوت کا اشارہ ہوگیا برن کی سینات نے عام مدافعت کا سامان کرنے کے لئے مشترکیت کی ڈائٹ کو طلب کیا۔ متفقیت کے حلف کی تجدید کی گئی اور متفقی فوج کے طلب کرنے کا حکم منظور ہوا۔ فرانسیسیوں نے اب یہ اعلان کیا کہ واڈ کی انقلابی جماعت پر اگر حملہ ہوگا تو وہ اس کی تائید کریں گے، لیکن اس پر بھی برن کی فوجیں آگے بڑھیں اور صلح عارضی کے ایک علمبردار کے اتفاقاً مارے جانے سے جمہوریہ فرانس اور حکومت برن کے درمیان جنگ کا اعلان ہوگیا۔ عمومی تحریکات فوراً ہی شمالی و مغربی صوبوں میں پھیل گئیں۔ برن کی حکومت نے فرانسیسی حملہ آوروں سے گفتگو کی کوشش کی مگر اسے یہ معلوم ہوگیا کہ موجودہ متفقی دستور سلطنت کے بالکلیہ فنا کر دینے کے سوا اور کوئی شرط قبول نہ ہوگی۔ پس مخاصمات کا سلسلہ شروع ہوگیا اور برن کی فوجوں نے جنھیں اکثر صوبوں کی امدادی افواج کی تائید حاصل تھی فرانسیسیوں کی پیش قدمی کے سامنے دلیرانہ مقاومت کی مگر یہ مقاومت بیکار رہی، اور فرانسیسی فوجیں ۶ مارچ ۱۷۹۸ء کو متفقی دار الصدر میں داخل ہوگئیں برن کا خزانہ جس کی مقدار آٹھ لاکھ پاونڈ کے قریب تھی اور مدتہائے دراز کی کفایت شعاری اور عمدہ انتظام سے جمع ہوا تھا وہ بوناپارٹ کی دوسری مہم کے ضروریات اور اس کے بسیار خوار سپاہیوں اور اجارہ داروں کے تمول کے واسطے لے لیا گیا۔ صوبوں کی حکومتوں خانقاہوں اور انفرادی اشخاص کے خلاف اغارت اور استیصال بالجبر کا ایک ایسا باقاعدہ سلسلہ جاری کیا گیا جس کی بیحیائی اور بیغیرتی اس سے بھی بڑھی ہوئی تھی

جو اطالیہ میں ظہور میں آئی۔ ملک پر جو مادّی نقصانات عائد کئے گئے تھے اس کے صلہ میں یہ مقام آرا ایک جدید "جمہوریہ ہلویتائی" کا اعلان کیا گیا جو واحد و غیر قابل تقسیم قرار دی گئی۔ اس میں تمام باشندگان سویزرلینڈ کو مساوی سیاسی حقوق عطا کئے گئے تھے اور مختلف النوع قدیم صوبجاتی اقتدار اعلیٰ کے بجائے ایک واحد قومی حکومت قائم کی گئی جو فرانس کے مانند ایک نظامت اور دو مجالس وضع قوانین پر مشتمل تھی۔

جو شہر اور اضلاع اس وقت تک شرکت حکومت سے محروم تھے انھوں نے اس تغیر کا خیر مقدم کیا جس سے انھیں یہ امید ہو گئی تھی کہ وہ اپنے سابقہ بالادستوں کی سطح پر آجائیں گے لیکن پہاڑی صوبوں نے اپنی اس آزادی کی حفاظت میں جو انھیں اپنے آباواجداد سے ورثہ میں ملی تھی اپنی روایتی شجاعت کے جوہر دکھائے مگر انھیں یکے بعد دیگرے مجبور ہو کر فرانس کی بڑھی ہوئی قوت کے سامنے سر جھکانا اور نئے دستور سلطنت کو قبول کرنا پڑا لیکن اس کے بظاہر بحال ہو جانے اور فرانس کے جملہ مقاصد کے حصول کے بعد ہی حملہ آوروں کی ستم شعاری و زیادتی نے ایک باہمت قوم کے صبر و تحمل کے پیمانہ کو لبریز کر دیا۔ جمہوریت کے حکام ایک فرانیسی کمشن کے حکم سے اپنے عہدوں سے نکال دیئے گئے تھے۔ یرغمال قبضہ میں کر لئے گئے اور آخر الامر فرانسیسی فوج کے سویزرلینڈ کے خالی کرنے کے لئے یہ شرط لگائی گئی کہ نئے انتظام کی وفاشعاری کا حلف لیا جائے۔ انٹروالڈن میں بغاوت پھوٹ پڑی اور ۱۸ ستمبر کو خلیج لوسرن کے مشرقی کنارے کے قریب موضع اسٹائز میں ایک ننھی بھر کسان فرانسیسی فوج سے مقابل ہوئے۔ تین دن تک یہ لوگ بے جگری کے ساتھ لڑتے رہے اور ان کی اس مقاومت نے فرانسیسیوں میں ظالمانہ انتقام کا شعلہ بھڑکا دیا۔ حریت کے اس نام نہاد جہاد میں خاندانوں کا قتل اور دیہاتوں کی آتش زدگی نے قدیم زمانے کی لڑائیوں کی وحشیانہ حرکات کی یاد تازہ کر دی۔

روما میں فرانسیسیوں کی سازشیں۔

روما میں سازشوں کی وجہ سے پاپائی سلطنتوں کے معاملات میں اس زمانہ میں فرانسیسیوں کی مداخلت کے لئے راستہ تیار ہو گیا۔ جس زمانہ میں سوئیزرلینڈ پر حملہ ہوا تھا روما میں فرانسیسی سفیر جوزف بوناپارٹ کی قیام گاہ عمومی شور انگیزی کا مرکز بنی ہوئی تھی جو لوگ اس کے پاس آمدورفت رکھتے تھے وہ شمالی اطالیہ کے حالات سے ایک بڑی حد تک ناواقف تھے، مگر خود روما کے متوسط و پیشہ ور طبقات میں انھیں بہت سے پیرو مل گئے مگر غریب اشخاص کا سواد اعظم اور نیز وہ بیشمار افراد جنھیں کلیسائی اخراجات سے تنخواہیں ملتی تھیں یا اس پر انکا انحصار تھا وہ بدستور قسیسیت اور پاپاہیت سے وابستہ رہے۔ فسادات کے احتمال سے حکومت نے سپاہیوں کی جماعتوں کو شہر میں گشت کرنے کا حکم دیدیا تھا۔ ۲۸ دسمبر ۱۷۹۷ء کو گشت کے سپاہیوں اور انقلابیوں کے ایک گروہ کے درمیان تصادم ہو گیا عام لوگوں اور سپاہیوں دونوں نے ان کی اچھی طرح مرمت کی اور یہ لوگ اپنے بچاؤ کے لئے جوزف بوناپارٹ کی اقامت گاہ "پلیزو کارسینی" میں جا گھسے یہاں ہنگامۂ شور و شر میں سفارت کا ایک رکن جنرل ڈیوفنٹ ایک پاپائی سپاہی کی گولی سے ہلاک ہو گیا۔

بس اب پاپائی حکومت کے خلاف فرانسیسیوں کو وہ عذر ہاتھ آگیا جس کے وہ متمنی تھے۔ جوزف بوناپارٹ نے فوراً ہی شہر کو چھوڑ دیا اور شمالی اطالیہ کے سرگروہ عسکر برتھیر کو روما کی طرف کوچ کر دینے کے احکام بھیجدیئے گئے۔ برتھیر شہریوں کی مرحبا اور کسانوں کی لعنت لیتا ہوا آگے بڑھا اور ۱۰ فروری ۱۷۹۸ء کو روما میں داخل ہو گیا واقعات نے دارالصدر میں تغیر کا میلان اس سے بہت زیادہ قوی کر لیا تھا جتنا ایک برس قبل بوناپارٹ کی آمد کے وقت موجود تھا۔ ٹالینٹینو کے معاہدے نے اقتدار پاپائی کے امتیاز و وقعت کو متزلزل کر دیا تھا فنون لطیفہ کے شہرۂ آفاق کاموں میں سے اتنی کثیر اشیاء کے جانے

دینے اور جدید وغیرہ ہر دلعزیز محصولوں کے عاید کئے جانے سے جسقدر
ان جبرستان فاتحوں کے خلاف نفرت پیدا ہوگئی تھی اسی قدر شکست خوردہ
حکومت کے خلاف بھی نفرت پیدا ہوگئی تھی تاآنکہ پادریوں اور ان کے
حشم و خدم میں بھی اراضی کلیسا کے ایک حصے کی فروخت اور قدیم پاپائی شان
دشوکت میں تخفیف کی وجہ سے کشیدگی اور بددلی پیدا ہوگئی تھی۔ خود اطالوی
کلیسا کے اندر ایک اصلاحی فریق ایسا موجود تھا جو پادریوں کے لئے
کسی قدر زیادہ خود مختاری کا دعویدار تھا اور روما کے مستقر مذہبی کے اس
فعل کو مردود قرار دیتا تھا کہ جملہ اختیارات اسی کے ہاتھ میں آجائیں
کچھ زمانہ قبل اس فریق کا سرگروہ پسٹویا کا اسقف رہچی تھا۔ گذشتہ
چھ برس کے اندر پوپ نے اپنے دنیاوی اختیار سے جس بری طرح
سے کام لیا تھا اس سے بہت سے لوگوں کی رائے یہ ہوگئی تھی کہ
کلیسا کے اس سرگروہ کو اگر دنیاوی فرمانروائی سے نجات دیجائے اور اسکی
وہی قدیمی حیثیت برقرار کردیجائے کہ وہ اساقفہ میں سب سے اول
اسقف ہو تو اس صورت میں وہ اپنے عہدے کے فرائض کو بہترین
طریق پر انجام دے سکے گا۔ پس روما میں پہنچنے پر جمہوری فوج نے شہر کو
انقلاب کے لئے طیار پایا۔ ۱۵ فروری کو ایک مستقل مجمع "فورم" میں
جمع ہوگیا اور "کیپٹال" کے سامنے آزادی کا درخت نصب کرنے کے
بعد پوپ کے اقتدار کو باطل قرار دے کر یہ اعلان کردیا کہ رومانی قوم
نے اپنی تنظیم ایک آزاد جمہوریہ کی صورت میں کر لی ہے۔ یہ قرارداد
برتھیر کے پاس بھیجی گئی جس نے رومانی دولت عامہ کو تسلیم کرلیا اور
شان قدیم کی سنجیدگی کے ساتھ شہر میں ایک جلوس نکالا۔ پوپ نے
خود کو ویٹیکن میں بند کرلیا۔ اس کے سوئیز محافظین برطرف کردے گئے
اور ان کے بجائے فرانسیسی سپاہی متعین ہوے اور ان کے
ہاتھوں اس اکاسی برس کی عمر کے "امام اعظم" کو بہت ہی ناملایم
اہانتیں برداشت کرنا پڑیں۔ اس کے بعد اس سے یہ خواہش کی گئی

کہ وہ اپنے دنیاوی اقتدار سے دست بردار ہو جائے اور جب اس نے اس سے انکار کیا تو اسے ٹسکینی بھیجدیا گیا، اور بعد میں آلپس کے پار ویلنس میں منتقل کر دیا گیا جہاں ۱۷۹۹ء میں اس کا انتقال ہو گیا اور مرتے وقت صرف ایک مذہبی شخص اس کے پاس تھا۔

اس آزاد شدہ دارالصدر میں اب لوٹ کا ایک سلسلہ شروع ہوا اور فرانسیسیوں نے اب تک جتنی لوٹ مار کی تھی یہ ان سب سے زیادہ شدید و باقاعدہ لوٹ تھی۔ روما کی دولت پیرس کے تمام دلالوں اور اجارہ داروں کو یہاں کھینچ لائی عجائب خانہ پوپ کی اقامت گاہ اور متعدد امرا کے محلات میں جتنی چیزیں ہٹانے کے قابل تھیں سب لے لی گئیں، جو چیزیں جمائی ہوئی تھیں اگر وہ بھی نقل کے قابل ہوئیں تو انھیں بھی کاٹ کر لے گئے۔ ویٹیکن میں جب پہلی مرتبہ قومی نظم کا اجتماع ہوا تو معلوم ہوا کہ دروازوں سے قفل غائب ہو گئے ہیں اور جب فرانسیسیوں کے حکم سے ڈلوفٹ کی موت سے استغفار کے طور پر نماز پڑھی جا رہی تھی تو دروازوں پر امن قائم رکھنے کے لئے جو سپاہی متعین کئے گئے تھے وہ اندر گھس گئے اور مقدس برتنوں کو اٹھا لے گئے۔ لیکن یہ عام قزاقی خود فوج کا اس درجہ کام نہ تھی جس قدر حکومت کے بھیجے ہوئے گماشتوں اور اجارہ داروں کا کام تھی۔ اس بے حد و حصر لوٹ کے دوران میں سپاہی تنخواہ و غذا کے محتاج تھے۔ ان حرکات سے فرانس کی جو بدنامی ہوئی آخر اس کا کچھ احساس فوج کے ادنےٰ سپاہیوں میں پیدا ہوا اور برتھیر کے جانشین میسنا کو سپاہیوں کے ان تعرضات سے مجبور ہو کر اپنی سپہ سالاری سے دست بردار ہونا پڑا جو انھوں نے اس نظم کے خلاف کئے تھے جسے میسنا نے علانیہ اپنی شخصی منظوری عطا کی تھی۔ اب صرف یہ باقی رہا کہ روما کی واپس آمدہ آزادی کو ایک جمہوری دستور سلطنت کی شکل میں متجسم کیا جائے اور یہ تو ایک لابدی امر تھا کہ یہ دستور سلطنت فرانسیسی نظامت اور مجالس وضع قوانین کا مثنیٰ ہو گا اور عملاً فرانسیسی سپہ سالار

کے زیرِ اقتدار رہے گا۔ روما نے طرزِ قدیم کے فقرات کی صورت میں انقلاب کو جو کچھ عطا فرمایا تھا اب اس سے بڑھ کر اسے واپس مل گیا۔ ناظمان کا لقب قونسل ہوا مجلس وضع قوانین کے حصے "سنیات" اور "ٹریبیونیٹ" کے نام سے موسوم ہوئے اور عدالت میں "پریٹر" اور "کویسٹر" کے ناموں کو پھر زندہ کیا گیا۔ اس خیال سے کہ اس دورِ جدید میں یادگارِ قدامت کی کوئی کسر باقی نہ رہ جائے ایک تمغہ رومانی جرات و شجاعت کی تمثال تزئین کے ساتھ مسکوک کیا کہ "بر تھیر بحال کنندہ شہر" اور "گال نجات دہندہ بنی نوع انسان" کے نام سویزرلینڈ اور وسط اطالیہ کی انہیں مبادرات کے دوران میں یہ ہوا کہ نظامت نے وہ فوجیں جمع کیں جنھیں لیکر بوناپارٹ مشرق کو جانے والا تھا۔ روانگی کا بندرگاہ ٹولون قرار پایا تھا اور اسی مقام پر ۱۹ مئی ۱۷۹۸ء کو بوناپارٹ نے ان جہازات کی کمان اپنے ہاتھ میں لی جن سے زیادہ مہیب بیڑا کبھی فرانس کے سواحل سے روانہ نہیں ہوا تھا۔ برطانیہ عظمیٰ کی جہازی قوت بحرِ روم میں ہنوز کمزور سی تھی سنٹ ونسنٹ کے بیڑے متعینہ قادس کا ایک حصہ نلسن کے زیرِ حکم کر دیا گیا اور ان سمندروں میں یہی کُل برطانوی قوت تھی۔ زبردست امداد قریب میں تھی مگر اس اثنا میں شدتِ موسم کی وجہ سے نلسن کو اس جگہ سے ہٹ جانا پڑا تھا جہاں سے وہ ٹولون پر نظر لگائے ہوئے تھا۔ ۱۹ مئی کو فرانسیسی جہازات سمندر میں چل نکلے۔ ان کا جائے مقصود ابھی تک سپاہیوں سے بھی مخفی رکھا گیا تھا۔ یہ بیڑا ۱۶ جون کو مالٹا کے سامنے نمودار ہوا۔ وہاں کے نائٹوں کی غداری سے بوناپارٹ اس حصارِ مستحکم پر قابض ہو گیا جس کے محاصرے تک کی وہ ہمت نہیں کر سکتا تھا۔ قلیل توقف کے بعد سفر پھر شروع کر دیا گیا۔ انگریزوں کے پاس اب امداد پہنچ چکی تھی مگر ان سے تصادم ہوئے بغیر یہ بیڑا اسکندریہ پہنچ گیا سپاہ بحفاظت ساحل پر اتر گئی اور اسکندریہ پہلے ہی حملہ میں زیر ہو گیا۔ پانچ دن بعد فوج قاہرہ پر بڑھی اہرام کے دامن میں مملوک سوار بوناپارٹ کے سپاہیوں پر حملہ آور ہوئے مگر کچھ حاصل نہ ہوا۔

مصر کو روانگی ۱۹ مئی ۱۷۹۸ء۔

اور فرانسیسیوں کا کچھ ایسا نقصان نہ ہوا۔ ان کی لشکر گاہ درہم برہم کردی گئی۔ قاہرہ پر قبضہ ہو گیا اور اب مصر میں کوئی ایسی فوج باقی نہ رہی جو حملہ آوروں کی کسی قسم کی شدید مخالفت کرسکتی۔ مگر جس قسمت نے بوناپارٹ کی فوج کو محفوظ طور پر مصری دار الصدر میں پہنچا دیا تھا اس کے لئے یہ مقدر ہو چکا تھا کہ اس کی قیمت بیڑے کی کامل تباہی سے ادا کرنا پڑے گی۔ نلسن رات میں فرانسیسیوں کے پاس سے گزر گیا تھا اس کے بعد بہت ہی ششں و پنج کے بعد اس نے یہ فیصلہ کیا کہ مصر کی جانب میں سفر کرنا چاہیئے۔ اسکندریہ میں اپنے شکار کے سامنے پہنچ کر وہ پھر تیزی کے ساتھ روڈز اور کریٹ کی جانب خیالی تعاقب میں نکل گیا۔ آخر الامر اسے وہ خبر ملی جس سے وہ دوبارہ اسکندریہ کی طرف گیا۔ وہاں اسے فرانسیسی بیڑا مل گیا۔ اس میں تیرہ جہاز تھے نو مصافی اور چار فریگیٹ اور یہ کل جہازات خلیج ابوکر میں لنگر انداز تھے۔ خود اس کا بیڑا آدمی اور توپوں کے اعتبار سے کسی قدر گھٹ کر تھا مگر اس نے جنگ کا آغاز اپنی فتح کے پورے تیقن کے ساتھ کیا۔ دوسرے بحری معرکے اس سے بہت زیادہ قوتوں کے ساتھ ہوئے ہیں مگر کوئی تباہی اس سے زیادہ کامل نہیں ہوئی جیسی (یکم اگست کو) جنگ نیل میں ہوئی۔ تیرہ جہازات جو نلسن سے مقابل ہوئے ان میں سے صرف دو جہازات اور دو فریگیٹ اس کے ہاتھ سے بچ کر نکل گئے۔ گیارہ ہزار افسروں اور سپاہیوں میں سے نو ہزار قید ہو گئے یا جنگ میں کام آئے۔ بوناپارٹ کی فوج امداد یا واپسی کی تمام امیدوں سے منقطع ہو گئی اور جمہوریت اپنی بہترین سپاہ اور اپنے سب سے بڑے سپہ سالار کے ساتھ مراسلات سے محروم کردی گئی۔

۱۷۹۸ء کا اتحاد۔

اب اگرچہ اسپین جمہوریت کی جانب ہو گیا تھا اور پرشیا نے گزشتہ دو برس کے تنبیہات کے باوجود اپنی غیر جانبداری سے حرکت کرنے سے انکار کردیا تھا پھر بھی روس اور

سلطنت عثمانیہ کی تائید میں اب فرانس کے خلاف ایک ایسا اتحاد پیدا ہوتا جا رہا تھا جو ۱۷۹۳ء کے اتحاد سے بہت بڑھا ہوا تھا۔ بلکہ کیتھرائن کے انتقال اور پال کی تخت نشینی سے یورپ کے توقعات میں نہایت ہی سخت تغیر پیدا ہو گیا تھا۔ اس وقت تک دربار روس کی حکمت عملی یہ رہی تھی کہ مغربی طاقتوں کے درمیان باخود ہا پیچیدگی پیدا کرتا رہے اور جمہوریہ فرانس کے خلاف اپنی کوششوں کو مواعید و تیقنات تک محدود رکھے پال کے دور میں رجعت کامل کے ایک وقفہ کے بعد یہ دعاوی حقایق سے بدل گئے[1]۔ یورپی معاقدے کی تجدید کے متعلق پٹ کے تجاویز کے ساتھ کسی بادشاہ نے پال سے زیادہ گرمجوشی کے ساتھ اتفاق نہیں کیا اور انگلستان کے اس وزیر کے ساتھ کوئی بھی اس بادشاہ سے زیادہ صدق دل کے ساتھ شریک کار نہیں ہوا۔ مصر کے قبضہ پر بوناپارٹ نے دوستی کا جو رنگ چڑھانا چاہا تھا حکومت عثمانیہ نے اس کی حقیقت کو اچھی طرح سمجھ لیا تھا۔ باب عالی نے جنگ کا اعلان کر دیا اور ۱۷۹۸ء کے موسم خزاں میں جو مراسلات جاری رہے ان کا نتیجہ یہ ہوا کہ روس انگلستان ترکی اور نیپلز[2] جمہوریہ فرانس کے خلاف باہمی تائید کی قرارداد میں متحد ہو گئیں۔

[1] برن بارڈی "تاریخ روس" (Geschichte Russlands) جلد دوم ۲ ۔ ۳۸۲۔

[2] یہ معلوم ہوتا ہے کہ دریائے نیل کی قاہرانہ فتح نے اہالی نیپلز کو واقعی مدہوش کر دیا تھا۔ لیڈی ہیملٹن مردوں کی طرح سے گر پڑی اور اسے جو سخت چوٹیں پڑیں ابھی تک (۱۵ ستمبر تک) ان سے پوری طرح بحال نہیں ہوئی ہے۔ مراسلات نلسن جلد ۳ صفحہ ۱۳۰ نلسن کی آمد پر بیگم مذکور چلا پڑی خدایا کیا یہ ممکن ہے۔ وہ میرے گود میں اس طرح گر پڑی گویا زندہ نہیں مردہ تھی۔ بعد میں نلسن نے جو مظالم کئے ان کے متعلق یہ کہا گیا ہے کہ اس جوش و خروش کے اثنا اپنے سر کے شدید زخم کی وجہ سے اس کے دل کا توازن جانے دیا تھا۔ میرا سر پھٹا جا رہا ہے اور ہمیشہ بیمار رہتا ہوں"۔ ۱۰ اگست "مجھے پھسلانے کے لئے میرے دوستوں نے اپنے تمام عنایات صرف کر دیئے"۔ ۲۵ ستمبر۔

ایک روسی فوج بحر ایڈریاٹک کی جانب اپنے طویل کوچ پر روانہ ہو گئی۔ آسٹریا کی نئی سپاہ ۱۷۹۹ء کے موسم بہار کی مہم کے لئے تیار ہو گئی مگر واقعی مخاصمات کے شروع ہو جانے کے قبل جتنا وقت بھی گزرتا تھا اس کا ایک ایک لمحہ انگریزی حکومت کے نزدیک عدم تیقن میں جا رہا تھا اور جنگ نیل کا فاتح اس احتیاط کو مضحکہ سمجھتا تھا جس نے اس وقت تک فرانسیسیوں کو یہ موقع دے رکھا تھا کہ وہ اطالیہ کے اندر اپنی سازشوں کا جال پھیلائیں اور اس احتیاط سے سسلی اور نیپلز کی بندرگاہیں خود نلسن کی شدید ضرورتوں کے لئے بند رہیں۔ ستمبر کے اختتام کے قریب نلسن خلیج نیپلز میں نمودار ہوا اور اسے ایسے شور حقارت سے سابقہ پڑا جو فرانسیسی انقلاب کے نہایت ہی غوغائی مناظر کی یاد دلاتا تھا۔[۱] جو حال بالعموم بادشاہی کا تھا وہی حال نیپلز کا تھا کہ غریب ترین طبقات اصلاح کے سخت ترین دشمن تھے اور نیز تعلیمیافتہ حصہ کے مقابلے میں جو آزادی کی امید میں لگ گیا تھا یہی لوگ ملکہ اور قسیسوں کے مستحکم حلیف تھے میری اینٹوانیٹ کی ہمشیرہ نے جاسوسی اور دار و گیر کا ایک نظم قائم کر کے اپنے عزیزوں کے مصائب کا جو انتقام خود اپنی رعایا سے لیا اس کی شدت انقلاب کی ہر ایک فتح کے ساتھ بڑھتی جاتی تھی ۱۷۹۸ء میں بہت سے لوگ ایسے تھے جو پانچ پانچ برس سے قید خانے میں پڑے سڑ رہے تھے اور نہ ان کے جرائم کی کبھی تحقیقات ہوتی تھی اور نہ ان کے اعزہ کو اتنا معلوم کرنے کی اجازت تھی کہ وہ مر گئے یا زندہ ہیں اداے بیان کا کوئی خاص طریقہ لباس کا کوئی خاص طرز، کسی مخبر کا ایک لفظ اس امر کے لئے کافی تھا کہ بے قصور شخص کو قید خانے میں ڈال دیا جائے اور ممکن تھا کہ وہاں انھیں

نلسن بمقام نیپلز ستمبر ۱۷۹۸ء

[۱] یہ جلیل القدر شہرۂ آفاق قوم کس قدر خوش قسمت ہے، اس کی کیسی شان ہے اور اس کے لئے کیا تسلی ہے میں آپکی بیحد ممنون و مشکور ہوں میں روئی اور میں نے بچوں اور شوہر کو پیار کیا اگر کسی نے کبھی بہادر نلسن کی تصویر بنائی تو اسے اپنے کمرے میں رکھنا نہایت پسند کروں گی۔ واہ واہ واہ میرے پیارے ہیلنڈی میں تیرے لئے دیوانہ ہوں"

تعذیب و عقوبت بھی ہو۔ شکوک و شبہات کے اس ظلم و ستم اور رشوت خواری و خرابی کی اس حالت کے درمیان جس نے سلطنت کی بری و بحری فوجوں کو بیکار محض بنا دیا تھا شاہ فرڈیننڈ اور اس کے حاشیہ نشین کبھی اس سے تھکتے نہ تھے کہ حق ربانی پر حملہ کرنے والوں اور روما کے فتح کرنے والوں کے خلاف سوانگ کی طور پر مریم اور سینٹ بانارس کے حضور میں الغیاث الغیاث کرتے رہیں۔ وہ دربار جس کی بزدلی کی مثال شاید کسی اور دربار میں نہ مل سکے وہ پولیس جس نے نیپلز کے ہر ایک باشندے کو یہ سکھا دیا ہو کہ وہ اپنے ہمسایہ کو غدار سمجھے، وہ نظم و نسق جس نے یورپ کی سب سے زیادہ قوی نسل کے لوگوں کو ایسا سپاہی بنا دیا ہو جس کی بزدلی و ذلت پسندی شہرہ آفاق ہو گئی ہو یہی لوگ نلسن کے وہ حلیف تھے جنہیں اس نے ایک برے وقت میں یہ ہمت دلائی کہ وہ اپنے کو اس وجہ سے ناقابل شکست سمجھیں کہ انھیں اس کی (نلسن کی) تائید حاصل تھی یہ شخص اگرچہ اپنی شدم دلی و وفاداری میں اعاظم رجال کے مثل تھا مگر اپنی ملاحوں کی نسبتی ناتجربہ کاری اور سہل انگیز خود بینی کی وجہ سے سیاسیات کے لئے موزوں نہ تھا (اسی کی ہمت افزائی کا اثر تھا کہ) ۲۱ر نومبر ۱۷۹۸ء کو شاہ فرڈیننڈ نے فرانسیسیوں کے خلاف اعلان جنگ کئے بغیر ایک اعلان اس مضمون کا شائع کیا کہ بادشاہ کا ارادہ ہے کہ پاپائی سلطنتوں پر قبضہ کرے اور پاپائی حکومت کو بحال کردے۔ اس اعلان نامہ میں فتح کے ہر قسم کے ارادے سے انکار کیا گیا تھا اور ان تمام لوگوں کو آزادانہ معافی دی گئی تھی جن سے کسی قسم کی بدعنوانی سرزد ہوئی ہو۔ دس دن بعد نیپلز کی فوج نے آسٹروی سپہ سالار میک کے تحت سرحد کو عبور کیا۔ اس شخص کے مدح سرا اسے یورپ کا سب سے بڑا سپاہی سمجھتے تھے[1]۔

---

[1] سر ڈبلیو ہیملٹن کا مراسلہ مؤرخہ ۲۸ر نومبر شامل دفاتر سسلی جلد ۴۴۔ اس کے وقت کے نیپلز کے اکثر اعلانات کے مسودات اصلی یہیں ملیں گے۔ ۱۷۹۳ء کی مہم کے بعد سے

فرانسیسی سپاہ کا حصہ کثیر جس کی تعداد تقریباً بارہ ہزار تھی وینکونا کے قرب وجوار میں مقیم تھا۔ روما اور درمیانی مقامات میں چھوٹے چھوٹے دستے متعین تھے۔ میک اگر سیدھے بالائی ٹائبر کی طرف بڑھ جاتا تو اس کی یہ طاقت اگر فرانسیسی فوج کے متفرق بازوں کو منہدم کر دینے میں ناکام بھی رہتی تو بھی وہ انہیں پیچھے ہٹنے پر مجبور کر دیتا لیکن بجائے اس کے کہ وہ اپنی پوری قوت کے ساتھ وسط اطالیہ کے اندر سے ہو کر گزرتا وہ اپنی فوج کے حصہ کو روما کی جانب لے چلا جہاں کوئی فرانسیسی فوج مقابلہ کرنے کے قابل نہیں تھی۔ اور کمزور منتشر دستے جزیرہ نما کی مشرق جانب روانہ کئے جہاں فرانسیسی فوج اچھی طرح مدافعت کرنے کی طاقت رکھتی تھی اہل نیپلز کے روما میں پہنچنے پر فرانسیسی سپہ سالار شانپیاں نے شہر کو خالی کر دیا صرف قصر سنٹ اینگلیو میں ایک ایک قلعہ نشین فوج چھوڑ گیا اور خود دارالصدر سے تیس میل شمال سویٹا کسٹلینا کی طرف ہٹ گیا۔ شاہ نیپلز روما میں ۲۹ نومبر کو داخل ہوا۔ مذہب کی بحالی کی تقریب یوں منائی گئی کہ شجر حریت کی جگہ پر ایک بہت بڑی صلیب نصب کی گئی، بہت سے یہودیوں کو ٹائبر میں غرق کر دیا گیا۔ جن لوگوں سے کسی

فرڈیننڈ کا روما میں داخل ہونا ۲۹ نومبر۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) میک ایک مشہور شخص بنا رہا ہے الحسن نے ندر لینڈز سے خانگی و سرکاری جتنے خطوط لارڈ گرنیول کو لکھے وہ سب اس شخص کی مبالغہ آمیز تعریفوں سے بھرے ہوئے ہیں جولائی ۱۷۹۶ء میں گیرہم نے اطالوی لشکر سے لکھا تھا کہ یہاں تمام لوگوں کی رائے یہ ہے کہ یورپ کا سب سے بڑا سپہ سالار میک ہے جو ۱۷۹۳ء میں انگلستان میں تھا۔ خدا کرے کہ وہ کوچ کر رہا ہو اور یہاں آجائے"۔ اور دوسری طرف میک نے بھی انگریزوں کی مدح سرائی میں کوتاہی نہیں کی۔

اگر میں نے اس عہد کے سہ گانہ وزارت (یعنی پٹ، گرنیوایل، ڈنڈاس) کو نہ دیکھا ہوتا میری امید اور میرا صبر زائل ہو جاتا۔ میرے دوست ان وزرا تک میری تعظیم و تکریم پہونچا دیجئے برطانوی حکومت برابر تھوگٹ پر یہ زور دے رہی تھی کہ وہ میک کو سپہ سالار اعظم بنا دے تھوگٹ جس نے میک کی اصلی قابلیت کا پورا اندازہ کر لیا تھا وہ اس سے برابر انکار کرتا رہا اور اس وجہ سے بہت کچھ ہدف ملامت بنا۔

قسم کی بدعنوانی سرزد ہوئی تھی اور جن کی معافی کا بادشاہ نے وعدہ کر لیا تھا ان میں سے بہت سے لوگوں کو قتل کر دیا گیا اور یہ دھمکی دی گئی کہ سنت انگلیو سے جتنی توپیں چلیں گی ہر توپ کے عوض میں شفا خانہ کے ایک فرانسیسی سپاہی کو گولی مار دی جائے گی۔[۱] خارج شدہ "امام اعظم" کی خدمت میں اس کے دشمنوں کی بدحالی کی اطلاع روانہ کی گئی۔ شاہ فرڈیننڈ نے لکھا کہ "خدا کے فضل و کرم اور سنٹ جانا ریس کی کرامت سے ہم آخر اپنی فوج کے ساتھ مقدس شہر روما میں داخل ہو گئے ہیں۔ جسے حال میں پلیدوں نے نجس کر دیا تھا اور جو اب صلیب اور میری تلوار کو دیکھ کر خوف سے بھاگے بھاگے پھر رہے ہیں پس حضور اقدس اب اپنے مسکن غربت کو ترک فرمائیں اور غدار لاریٹو کے مانند جناح ملائکہ پر سوار ویٹیکن میں نزول اجلال فرمائیں اور اسے اپنی متبرک موجودگی سے مطہر بنائیں"۔ ایک خط شاہ پڈمانٹ کو بھی روانہ کیا گیا جس پر فرڈیننڈ پہلے ہی یہ زور دے چکا تھا کہ وہ اپنے کسانوں کو ہمت دلائے کہ فرانسیسی سپاہیوں کو قتل کر ڈالیں اس خط میں یہ مرقوم تھا کہ اہالی نیپلز نے بسر کردگی سپہ سالار میک فرانسیسوں کے موت کی گھنٹی بجا دی ہے اور "کیپٹال" کی بلندی سے یورپ میں یہ اعلان کر دیا ہے کہ بادشاہوں کا زمانہ آگیا ہے۔

پڈمانٹ کے مراسلات دشمن کے ہاتھ میں پڑ گئے اور نقل و حمل کے معمولی وسائل پوپ کو ایسے وقت سے روما میں نہیں پہنچا سکتے تھے کہ وہ اپنے نجات دہندہ کے وہاں سے نکلنے کا مشاہدہ کرتا۔ فرڈیننڈ کی قصیدہ خوانیاں اس خبر سے بند ہو گئیں کہ اس کے جو کالم پاپائی سلطنت کے وسط و مشرق میں بڑھ رہے تھے وہ سب یا تو شکست کھا گئے یا گرفتار ہو گئے۔ میک اب اپنی خاص فوج کو لے کر سویٹا کسٹیلینیا اور ٹرنی میں فرانسیسیوں سے اس شکست کا انتقام لینے کے

میک کا شانپیانی کے ہاتھوں شکست کھانا۔ ۶-۱۳ دسمبر

[۱] والیوناٹ: موتمر راسٹاٹ Rastadter Congress صفحہ ۸۳۔

لئے بڑھا مگر اس کی ترتیب افواج ہمیشہ کی طرح اب بھی نادانشمندانہ تھی جہاں جہاں اس کی فوجوں کا دشمن سے سامنا ہوا ہر جگہ اس کی فوجوں کو ہزیمت نصیب ہوئی اور چونکہ اس نے ازراہ غفلت اپنے خط کوچ کے کسی ایک موقع کو بھی حلقہ بند یا محفوظ نہیں کیا تھا پس روما کے شمال میں ایک مٹھی بھر فرانسیسی سپاہیوں سے اس کے شکست کھا جانے سے تقریباً نیپلز کے دروازوں تک تمام ملک ہاتھ سے جاتا رہا۔ میک کی ہزیمتوں کی پہلی خبر کے ساتھ ہی روما کے فریق جمہوری نے فرانس کی طرفداری کا اعلان کر دیا۔ شاہ فرڈیننڈ نے راہ فرار اختیار کی۔ شانپیانی روما میں دوبارہ داخل ہو گیا اور چند دنوں کے توقف کے بعد نیپلز کی مملکت کی طرف بڑھا لیکن یہاں اسے ایک ایسے دشمن کے حملوں سے سابقہ پڑا جو اس فوج سے زیادہ خطرناک تھا جو فرانسیسیوں کو اطالیہ سے نکالنے کے لئے ترتیب دی گئی تھی۔ نیپلز کے کاشتکار جن کے لئے سپاہیوں کی وردی میں اور میک کے تحت احکام فرانسیسیوں سے آنکھ ملانا بھی دشوار ہو گیا تھا انہیں جب مذہبی جذبات کا واسطہ دیا گیا تو وہ خود اپنے ہی سرداروں کے تحت فوجی دستوں کے مانند اپنے گروہ بنا کر بڑی بہادری سے لڑے۔ شانپیانی کی فوج کے حصوں کو سخت نقصانات اٹھانا پڑے تاہم یہ حصے والٹرنو میں یکجا ہو جانے میں کامیاب ہو گئے اور گیٹا کا قلعہ جس کی مدافعت یہ بے ترتیب گروہ نہیں بلکہ باقاعدہ سپاہی کر رہے تھے وہ پہلی ہی صدا پر فرانسیسیوں کے حوالہ کر دیا گیا۔

میک اب کیپوا میں اپنی فوجیں خندقوں کے اندر لشکر گاہ میں جمع کر رہا تھا سارا ملک حملہ آوروں کے خلاف اٹھ رہا تھا۔ اور معرکوں میں شکست اٹھانے اور قلعوں کے ہاتھ سے نکل جانے کے باوجود نیپلز کی حکومت میں اگر ایک ذرہ برابر بھی ہمت ہوتی تو وہ اب بھی فرانسیسی فوج کو الٹ دیتی جس کی تعداد صرف اٹھارہ ہزار تھی۔ مگر حکومت نے جو اضطراب و شکوک اپنی رعایا میں پیدا کر دیے تھے اسے اب خود ان کا

خمیازہ بھگتنا پڑا۔ ہر جانب سے غداری کا شور بلند ہو گیا۔ دربار پر جمہورانہ بغاوت کا خوف طاری ہو گیا۔ پادریوں اور عوام الناس نے دربار پر فرانسیسیوں کے ساتھ سازش کا الزام لگا دیا۔ میک نے یہ تعرض کیا کہ سپاہی شکست کھا جانے کا عزم کر چکے ہیں سپاہیوں نے قسم کھا کر یہ کہا کہ میک نے ان سے دغا کی ہے۔ ۲۱ر دسمبر کی شب کو شاہی خاندان نلسن کے جہاز "وینگارڈ" پر چلا گیا اور ایک قلیل وقفہ کے بعد پلرمو روانہ ہو گیا اور دارالصدر کو ایک درباری پرنس پگنا ٹیلی کے حوالہ کر گیا جس کی کوئی شخص بھی اطاعت نہیں کرنا چاہتا تھا۔ تاہم شہریوں کے ایک دستہ محافظ نے جسے بلدیہ نے بھرتی کیا تھا امن قائم رکھا یہاں تک کہ یہ واضح ہو گیا کہ میک اور پگنا ٹیلی نے فرانسیسیوں سے التوائے جنگ حاصل کر لیا اور کیپوا اور قرب و جوار کے شہر حوالہ کر دیئے ہیں۔ پھر تو عوام وحشیانہ جنون سے بھڑک اٹھے قید خانوں کو کھول دیا اور سلاح خانوں سے ہتیار لے کر گداگروں اور آوارہ گردوں نے اپنی ایک فتنہ انگیز فوج بنالی اور ان کے ساتھ وہ ہزار ہا سربازاشخاص بھی شامل ہو گئے جو قید خانوں اور جہازوں سے چھوٹ نکلے تھے۔ پادریوں نے یہ سن کر کہ صلح کے لئے گفت و شنید جاری ہو گئی ہے ازسر نو غداری کا شور مچایا اور ملکہ کا یہ عادی مقولہ یاد دلا کر کہ تمام جنٹلمین

علہ۔ نلسن جلد سوم صفحہ ۲۱۰۔ ہیملٹن کا مراسلہ مورخہ ۲۸ر دسمبر ۱۷۹۸ء شامل دفاتر سسلی جلد ۴ ۲ "اس شبہ کا روکنا ناممکن ہو گیا کہ فرار کی غرض سے شاہی خاندان کا باہر نکل جانے کا ارادہ ہے۔ تاہم اس حد تک راز داری قائم رہی کہ ہم لوگوں نے ۲۰ر دسمبر کو شاہ و ملکہ کے جواہرات و نقدی کے خزانے کے معقول حصہ کا اعلیحضرت کے جہاز "وینگارڈ" پر منتقل کر لینے کا انتظام کر لیا اور لارڈ نلسن دوسرے روز ایک خفیہ راستہ سے محل میں گیا اور اپنی کشتیوں میں شاہ و ملکہ اور سسلی کے کل خاندان شاہی کو لے آیا۔ نیپلز میں بہت رات گزرنے تک یہ پتہ نہ چلا کہ شاہی خاندان فرار ہو گیا ہے ...... یوم میلاد مسیح کی صبح کو ہماری پلرمو پہنچنے کے چند گھنٹوں قبل بادشاہ کا ایک چھ برس کی عمر کا لڑکا شہزادہ البرٹ خوف یا تھکن سے شدید تشنج میں مبتلا ہو گیا اور لیڈی ہیملٹن کی گود میں انتقال کر گیا۔ ملکہ شہزادیاں اور خادمہ عورتیں سب اسقدر پریشانی میں مبتلا تھیں کہ کوئی مدد نہ دے سکیں"

انتہا پسند جمہوری ہیں صرف عام لوگ وفادار ہیں"۔ ان پادریوں نے انبوہ عوام کو قتل وہنگامہ پر ابھار دیا۔ ۱۵ر جنوری کی صبح کو گداگروں اور آوارہ گردوں کے غول در غول دروازوں سے نکلے کہ فرانسیسیوں پر جا پڑیں جواب شہر سے تقریباً نو میل کے فاصلہ پر تھے کچھ لوگوں نے سڑکوں کی حفاظت کے لئے قلعوں سے توپیں اتار لیں۔ تاہم جمہوری فریق اور اس معتد بہ جماعت نے جسے دربار اور اس کے حلفا قسیسین وعوام نے نیپلنز میں شور رستخیز برپا کر کے جمہوری بنا دیا تھا انھوں نے شانپیانی سے مراسلت جاری رکھی اور تباہی وقتل عام کے روکنے کا واحد ذریعہ انھوں نے یہی خیال کیا کہ فرانسیسی شہر میں داخل ہو جائیں۔ ایک خاص تدبیر ہے جو ۲۰ر کی شب میں عمل میں آئی انھوں نے قلعہ سینٹ المو پر قبضہ کر لیا اور ادھر فرانسیسی مضافات میں خونریز جدال وقتال میں سرگرم تھے۔ ۲۲ر کو شانپیانی نے حملہ کے دوبارہ جاری کرنے کا حکم دیا۔ سینٹ المو کے اندر کے سازشیوں نے فرانسیسی جھنڈا بلند کر دیا اور اپنی توپوں کا رخ عوام کی طرف پھیر دیا۔ قبل اس کے کہ شہر کے وسط میں موت وحیات کی آخری کشمکش شروع ہو گداگروں اور درویشوں کے سرگروہوں نے دوستی کے ان پیغاموں پر توجہ کی جو

فرانسیسیوں کا شہر میں داخلہ ۲۳ر جون ۱۷۹۹ء

شانپیانی نے انھیں کی زبان میں پیش کیا تھا اور ایک نیم وحشی قوم کی بے ربطی کے ساتھ شانپیانی کے سپاہیوں کو نعرہ ہائے حسرت کے ساتھ سینٹ جانارئیس کے گرجا میں لے گئے جس کے احترام وتحفظ کا شانپیانی نے وعدہ کیا تھا۔

شانپیانی نے اپنی فتح سے ایسی فرزانگی وبردباری کے ساتھ کام لیا جو فرانسیسی فاتحین میں شاذ و نادر ہی کہیں نظر آسکتی ہے اس نے عوام الناس کی وہم پرستی کو خندہ پیشانی سے قبول کیا اور روشن خیال اشخاص کی سیاسی امیدوں کی ہمت افزائی کی یعفرور دربار کے خلاف اور جمہوری حکومت کی تائید میں سخت تغیر خیال پیدا ہو گیا اور اس کے بعد فرانسیسی سپہ سالار نے ایک قومی مجلس قائم کی اور وہاں کے مربی ولی کے سامنے ازراہ تمسخر

سر اطاعت خم کیا۔ نیپلز کی بادشاہی "جمہوریہ پارتھینوپی" میں بدل دی گئی۔

جمہوریہ پارتھینوپی۔

نئے قوانین اور نئے تنظیمات لئے جن پر نیابتی جمعیت میں بحث ہوتی تھی نیپلز میں ایسی امیدیں اور ایسی دلچسپیاں پیدا کر دیں جن کا پہلے کہیں ذکر بھی نہیں تھا مگر فرانسیسی قبضہ کے لابدی حادثا یعنی جبر ستانی و افلاس اور لوگوں کے دلوں پر ان کے تلخ نتائج کے ظہور میں زیادہ توقف نہیں ہوا مضافات کے ہر مقام پر پادری بغاوت کا اشتعال دلا رہے تھے نئی حکومت کے عمال جنھیں معاملات عامہ کا کچھ تجربہ نہ تھا جہاں جاتے تھے ابتری و پریشانی برپا کر دیتے تھے۔ بچاس مختلف مقامات میں خانہ جنگیاں شروع ہو گئیں اور فراڈیاولا کے مانند شورش کے مقامی سرگروہوں نے جس بربریت کا اظہار کیا اس کا بدل ان فرانسیسی کالموں نے بہت ہی خوبی سے کر دیا جو ان شورشی اضلاع میں سے ہو کر گزرے تھے۔

آسٹریا و روس کے ساتھ جنگ مارچ ۱۷۹۹ء

جنگ کے رقبہ کو جنوبی اطالیہ کیجانب وسعت دینے میں فرانسیسی حکومت نے وقت کا انتخاب برا کیا تھا روسی فوج کا پہلا حصہ بسر کردگی سوبراف اس سے قبل موراویا میں پہنچ چکا تھا اور دربار وائنا اعلان جنگ کے لئے صرف اپنے موقع کا انتظار کر رہا تھا۔ روما اور نیپلز کی نئی قائم شدہ حکومتیں ایڈج پر فرانسیسیوں کی مدد تو کیا کرتیں خود فرانسیسیوں کو نئی حکومتوں کی تائید کے لئے روما و نیپلز فوجیں بھیجنا پڑیں فرانسیسی جو فوج سرحد پر لا سکتے تھے وہ اس سے پست درجہ تھی جسے آسٹریا نے دو برس کی تیاریوں میں مہیا کر لیا تھا روسیوں کے متعلق اپریل میں لمبارڈی میں پہنچنے کی امید تھی اور وہ ان لوگوں کے سے اعتماد کے ساتھ آئے جنھوں نے اپنی شکست و ہزیمت سے فرانسیسیوں کی شان بڑھانے میں کوئی مدد نہیں دی تھی فرانسیسیوں کی جانب میں اب سران لشکر کی بھی وہ مسلمہ فوقیت نہیں تھی جو اتحاد اول کی جنگ کے وقت میں تھی۔ سوبراف اور آرچ ڈیوک چارلس (ایک بوناپارٹ کو چھوڑ کر

جو مصر میں تھا) جمہوریت کے ہر سپہ سالار کے پورے مدمقابل تھے۔
فرانس کی حکومت عاملانہ میں بہت تنزل آگیا تھا۔ کارنٹ جلاوطنی میں تھا تنظیم کے جس کام کو اس نے اس مستعدی و بے غرضی کے ساتھ چلایا تھا وہ اس کے وہمی رشوت خوار جانشینوں کے تحت بالکل خراب ہو رہا تھا۔ ہوشیار سپہ سالار اور دلیر سپاہیوں کی جمہوریت میں کبھی کمی نہیں تھی مگر اس حاوی و غالب مرضی اور قومی جذبات کے اس ہیجان کا کہیں پتہ نہیں تھا جس نے حکومت میں وہ جوش پیدا کر دیا تھا جو مجلس عارضی کے وقت میں ظاہر ہوا یا جو دوبارہ نپولین کے تحت ظاہر ہوا۔

رقبہ جنگ میں سویزرلینڈ کے شامل کر لئے جانے کی وجہ سے جنگ میں اب ایک نئی خصوصیت و کیفیت پیدا ہوتی جا رہی تھی۔ پہلے اتحاد کی جنگ کے وقت سویزرلینڈ ایک غیر جانبدار ملک تھا مگر ۱۷۹۸ء کے واقعات نے رائن سے مغرب کے تمام سویزرلینڈ پر فرانس کو قابض بنا دیا تھا اور بعد میں ایک آسٹروی فوج نے گریزنز پر قبضہ کر لیا تھا۔ اب متخاصمین کے درمیان حد فاصل بلاشکست منیز سے ایڈریاٹک تک پھیلی ہوئی تھی۔ فرانسیسی فوجوں کا سلسلہ رسل و رسایل برابر ایک دوسرے سے ملا ہوا تھا اور ہر ایک حصہ کی نقل و حرکت میں دیگر حصص کی ضروریات کے موافق رد و بدل ہو سکتا تھا۔ دوسری طرف یہ بھی تھا کہ کسی ایک موقع پر اگر تباہی آئی تو دوسرے مواقع بھی خطرے میں پڑ جاتے کیونکہ ۱۷۹۶ء کے مانند کوئی غیر جانبدار ملک درمیان میں حایل نہ تھا جس سے دشمن کی جناحی حرکت کی روک ہو سکتی اور جنوبی جرمانیہ کی کسی فاتح آسٹروی فوج سے لمبارڈی کی فرانسیسی فوج کے وسایل آمد و رفت کی حفاظت ہو سکتی۔ اس معاملہ میں سویزرلینڈ کے راستوں کی اہمیت کو فرانسیسی حکومت سمجھتی تھی بلکہ اسے ضرورت سے زیادہ اہمیت دیتی تھی، اور اس وجہ سے حکومت نے اس کوہی معرکہ آرائی میں اس قدر طاقت صرف کر دی جس سے میدانوں میں اس سے بہتر نتیجے پیدا ہوتے۔

اس میدان کارزار میں دونوں طرف سے تین تین فوجیں نبرد آزما ہوتیں
رابن پر فرانس کی جانب سے ژوردن افسر اعلیٰ تھا۔ سویزر لینڈ میں میسینا
اور ایڈج پر شرر یہ آخری شخص جمہوریت کے سپہ سالاروں میں سب
سے کم قابل تھا۔ حلفا کی جانب سے آرچ ڈیوک چارلس جنوب جرمانیہ
میں سپہدار تھا لمبارڈی میں سویراف اور اس کی فوج کی آمد کے
انتظار میں کرے آسٹریوں کی قیادت کر رہا تھا۔ سوئزرلینڈ میں سپہداری
ایک سویز عہدہ دار ہوتز کو دیگئی تھی جس نے خارجی خدمات میں کچھ امتیاز
حاصل کیا تھا۔ فرانسیسیوں کی تجویز یہ تھی کہ میسینا کے تحت اپنے قلب
کو بڑھاتے ہوئے ٹرول میں لیجائیں اور پھر اپنی وسطی و جنوبی قوتوں کے
متحدہ حملے سے بالائی ایڈج پر آسٹریوں کو تباہ کردیں اور ادھر ژردن
قلب سے تعلق قایم رکھتے ہوئے ڈینیوب کے نیچے نیچے دباہوا
وانیا تک پہنچ جائے۔ اوایل مارچ میں فوج کشی کا آغاز ہوا۔ میسینا نے
رابن کے سرچشمہ کے مشرقی مواقع پر آسٹریوں پر حملہ کیا اور دشمن کو گرنیس
کے وسط تک دبا لے گیا۔ ژردن نے اشٹراسبرگ پر رابن کو عبور کیا اور
چالیس ہزار سپاہ کے ساتھ بلیک فارسٹ سے گزر گیا۔ اسے یہ احکام
مل چکے تھے کہ آرچ ڈیوک کی فوج کی قوت کتنی ہی بڑھی ہوئی کیوں نہ
ہو مگر وہ اس پر حملہ کردے فرانسیسی اور آسٹری فوجوں کا مقابلہ (۲۵ مارچ
کو) خلیج کانسٹینس کے سرے کے قریب مقام اسٹاکاک پر ہوا۔ بڑھی
ہوئی تعداد کی وجہ سے آرچ ڈیوک کو کامل فتح ہوگئی۔ ژوردان
کی نہ صرف پیش قدمی رک گئی بلکہ اسے مجبور ہوکر رائن سے
ورے ہٹ جانا پڑا۔ اب سویزرلینڈ اور اطالیہ میں
فوجوں کی قسمت کا حال جو کچھ بھی ہوتا مگر ڈینیوب کی
طرف سے وائنا پر بڑھنے کی تمام امیدوں کا خاتمہ
ہوگیا۔

مارچ ڈیوک چارلس کا بہ مقام اسٹاکاک میں ژوردان کو شکست دیدینا۔ ۲۵ مارچ

حملہ آوروں کی موجودگی سے آزاد ہوکر آسٹریوں نے اب اپنے

کو بنڈن میں راسٹاڈ کے دروازوں تک پھیلا دیا۔ یہاں فرانس و آسٹریا کی جنگ کے باوجود چھوٹی چھوٹی جرمانی سلطنتوں کے ایلچی ابھی تک فرانسیسی گماشتوں کے ساتھ سرگرم مشورت تھے۔ ۲۸ راپریل کو آسٹریوں کی جانب سے فرانسیسی ایلچیوں سے (جن کی تعداد اب تین ہوگئی تھی) یہ خواہش کی گئی کہ وہ چوبیس گھنٹوں کے اندر روانہ ہو جائیں انھوں نے بدرقہ کی درخواست کی مگر اس سے بھی انکار کر دیا گیا۔

راسٹاڈ میں فرانسیسی ایلچیوں کا قتل۔

ان کی گاڑیاں ابھی شہر کے دروازوں سے باہر ہی نکلی تھیں کہ آسٹروی سواروں کے ایک دستے نے ان پر حملہ کر دیا۔ دو فرانسیسی ایلچی قتل کر دیے گئے اور تیسرا مردہ سمجھ کر چھوڑ دیا گیا۔ آیا بین القوامی قانون کی یہ خوفناک خلاف ورزی محض بدمست سپاہیوں کی حرکت تھی جیسا کہ حکومت آسٹریا کا دعوی تھا یا کسی حد تک اعلیٰ ملکی عہدہ داروں کا اس سے تعلق تھا یا اس کا واسطہ ان فرانسیسی جلاوطنوں سے تھا جو قرب وجوار میں رہتے تھے یہ امور نامعلوم رہے۔ ارچ ڈیوک نے جو تحقیقات شروع کی اسے کابینہ نے اس خیال سے بند کر دی کہ ڈائٹ کی جانب سے زیادہ علانیہ تحقیقات کیجائے لیکن یہ تحقیقات وجود میں نہ آئی اور ۱۸۰۴ء میں حکومت نے آرچ ڈیوک کی تحقیقات سے متعلقہ تمام کاغذات فوجی بستوں میں سے نکلوا دیئے اس کے بعد سے پھر ان کاغذات کا پتہ نہ چلا۔

اگر اس وقت جنگ میں آسٹریا کا پہلو دبا ہوا ہوتا تو اس خبر سے فرانسیسی فوج کا غصہ جس درجہ بھڑک اٹھا تھا اس کی وجہ سے آسٹریا کو اس کی بہت گراں قیمت دینا پڑتی مگر فی الحال یہ معلوم ہوتا تھا کہ ہر شئے جمہوریت کے خلاف ہوتی جارہی ہے۔ ژوردان کو ابھی جرمانیہ میں شکست ہی ہوئی تھی کہ دریائے اڈج پر بمقام میگنینو ایک تباہ کن ہزیمت سے

جنگ میگنینو ۵ راپریل

اطالوی فوج کو پیچھے ہٹنا پڑا اور وہ ملان سے صرف چند میل پر رہ گئی۔ ادھر مسینا کو اپنے رفقا کی تباہیوں

کیوجہ سے خود اپنے فتوحات کے ثمرات سے محروم ہو کر سویزرلینڈ کا نصف مشرقی حصہ چھوڑ دینا اور دریائے لمنیٹ لیوسرن اور گوتھرو کے خط پر ہٹ آنا پڑا۔ چارلس اب جرمانیہ سے حرکت کر کے سویزرلینڈ میں آگیا مسینا نے اپنا مرکز زیورچ میں قائم کیا اور آرچ ڈیوک کے حملہ کا منتظر رہا۔ پانچ ہفتہ تک چارلس ساکت رہا۔ آخر ۴ر جون کو اس نے صدائے جنگ دی۔ اپنے سے بہت بڑھی ہوئی فوج کے مقابلہ میں دو دن تک جد و جہد کرنے کے بعد مسینا زیورچ کے خالی کرنے پر مجبور ہوگیا مگر وہ اٹلیبرگ کی پہاڑی سے زیادہ پیچھے نہیں ہٹا جو شہر سے صرف چند میل مغرب میں واقع ہے یہاں اس نئے مقام کو قلعہ بند کر کے وہ سختی کے ساتھ جما رہا اور آسٹروی سویزرلینڈ کے وسطی راستوں میں قایم ہو گئے اطالیہ میں فرانسیسی فوجوں پر تباہی پر تباہی آرہی تھی اور یہ معلوم ہوتا تھا کہ اس کا بالکلیہ خاتمہ ہو جائیگا۔

لمبارڈی میں سوبراف کی مہم اپریل ۔ جون

سوراف سترہ ہزار روسیوں کو لئے ہوئے وسط اپریل میں لمبارڈی میں آگیا۔ اس کی پہلی معرکہ آرائی اور پہلی فتح ۲۵ر اپریل کو ایڈا کے گزرگاہ پر وقوع میں آئی۔ اس کے بعد ملان حوالہ کر دیا گیا اور "جمہوریہ ماورائے الپس" منسوخ ہو گئی۔ مورو جس کے ہاتھ میں اب فرانسیسیوں کی کمان تھی وہ الیسنڈریا کی طرف ہٹ گیا جس سے اس کی غرض یہ تھی کہ جنیوا اور ٹیورن دونوں پر حاوی رہے مگر سوبراف کے اپنی رفتار کو دفعتہً بدل دینے سے روسی سارڈینیا کے دارالصدر میں اس سے قبل پہنچ گئے کہ اسے خطرہ کا اندیشہ بھی ہوتا اب فرانسیسی سپہ سالار آلپس کی اوپر کی سڑکوں سے منقطع ہو گیا اور وہ جنیوا کے اوپر کوہ اپینائینز پر جا رہا اور اس فوج کا انتظار کرنے لگا جس نے نیپلز پر قبضہ کیا تھا اور جو اب میکڈانلڈ کے زیر قیادت بسرعت تمام اس کی امداد کے لئے آرہی تھی اور اپنے کوچ میں ان منتشر دستوں کو بھی جمع کرتی جا رہی تھی

جو دریائے پو کے جنوب میں پھیلے ہوئے تھے میکڈانلڈ بہت تیزی کے ساتھ وسط اطالیہ سے ہو گزرا اور شروع جون میں کوہ اپینائینز کو پسٹوا کے اوپر قطع کرتا ہوا نکل گیا۔ اس کے بیس ہزار سپاہ کے ساتھ موڈینا میں آجانے سے یہ اندیشہ پیدا ہو گیا کہ اب پلہ فرانسیسیوں کی جانب جھکا چاہتا ہے۔ سویراف نے اپنے خطرے سے آگاہ ہو کر نہایت عجلت کے ساتھ ان تمام دستوں کو جمع کر لیا جو اسکے دسترس کے اندر تھے اور ٹربیا پر میکڈانلڈ کا مقابلہ کرنے کے لئے مشرق کی طرف چل پڑا۔ مورو بھی اسی جانب میں اپینائینز سے اترا مگر اس نے روسی سپہ سالار کی بھرتی کا اندازہ کم کیا تھا وہ آدھے راستے پر بھی نہیں پہنچا تھا کہ سویراف نے بمقام ٹربیا میکڈانلڈ پر حملہ کر دیا اور اس تمام جنگ میں تین دن کی سب سے زیادہ جانبازانہ معرکہ آرائی میں اسے شکست دے دی۔ (۱۸ر جون)[۱]۔

اب تمام جنوبی اطالیہ فرانسیسیوں کی قائم کردہ حکومتوں کے خلاف اٹھ کھڑی ہوئی کارڈنل ریوفو جوش مذہبی سے بھرے ہوئے کسانوں کا ایک گروہ لے کر جو فوج اہل اعتقاد کے نام سے مشہور تھی، وحشیانہ مظالم کے ساتھ اپولیا اور کلیبریا کا مالک بن گیا اور نیپلز کے سامنے نمودار ہوا جہاں گداگروں کی فوج قتل و غارت میں اہل اعتقاد کے ساتھ متحد ہونے کے لئے تیار کھڑی تھی۔ شہر کے اندر کی تائید کے اعتماد پر اور بندرگاہ میں بعض انگریزی و روسی جہازوں کی امداد پا کر ریوفو نے ۱۳ر جون کی صبح کو نیپلز کے مضافات پر حملہ کر دیا شہر کے

[۱] ڈینیلیوسکی "ملیوٹن" جلد دوم صفحہ ۲۱۴ مراسلہ از لارڈ ڈبلیو بنٹنگ از مقام صدر لشکر متحدہ بمقام پیاسترام ۲۲ر جون شامل دفاتر سلطنتہائے اطالوی جلد ۵۸۔ بنٹنگ اس جنگ سے چند دنوں قبل آیا تھا۔ اس وقت سے اس کے مراسلات کل شمالی اطالوی مہم پر حاوی ہیں۔

اندر اور باہر پانچ روز تک قتل وغارت کا سلسلہ جاری رہا ۱۹ رجون کو کارڈنل نے ہتیار رکھ دینے کی تجویز پیش کی۔ اسے ان جمہوریوں نے قبول کر لیا جو قلعہ پر قابض تھے۔ اس کے بعد گفت وشنید کا سلسلہ جاری ہوا۔ ۲۳ رجون کو شاہ نیپلز کی جانب سے ریوفو نے شرایط صلح پر دستخط کر دئے، اور ان شرایط کے ایماندارانہ عملدرآمد کی ضمانت کے طور پر برطانیہ عظمیٰ اور روس کے نمایندوں نے بھی دستخط کئے۔ یہ طے پایا تھا کہ جمہوری قلعہ گیر فوج اعزاز جنگ کے ساتھ کوچ کر جائے۔ ان لوگوں کی ذات وجائداد کی حرمت کی جائے گی۔ جو لوگ ملک سے باہر چلے جانا پسند کریں انھیں غیر جانبدارانہ جہازات ٹولون کو پہنچادیں اور وہ تمام لوگ جو وطن میں رہ جائیں وہ ہر طرح کی تکلیف وہی سے آزاد رہیں۔

قلعہ گیر فوج نے اس رات بیں قلعوں کو نہیں چھوڑا۔ دوسرے روز صبح کو جب فوجیں ان سہ مستولی کشتیوں پر سوار ہو رہی تھیں جو انھیں ٹولون کو پہنچانے والی تھیں تو عین اسی وقت میں نلسن کا بیڑا خلیج نیپلز میں نمودار ہوا۔ نلسن نے یہ اعلان کر دیا کہ باغیوں سے معاملت کرنے میں کارڈنل ریفو نے بادشاہ کے احکام کی خلاف ورزی کی ہے اور اس نے حوالگی کو کالعدم قرار دیدیا۔ یہ سہ مستولی کشتیاں جن میں جمہوری بھرے ہوئے تھے شاہ فرڈیننڈ کی آمد کے انتظار میں انگریزی جہازوں کے عقب میں باندھ دی گئیں امیر البحر کارانچولی نے حکومت جدید کے تحت عہدہ قبول کر لیا تھا اور اب اس کے زوال پر بھیس بدل کر بھاگ جانا چاہتا تھا۔ ۲۹ رجون کو وہ گرفتار ہوکر نلسن کے روبرو حاضر کیا گیا۔ نلسن نے حکم دیا کہ نیپلز کی ایک فوجی عدالت اس کے مقدمہ کی سماعت کرے اور اس کے بڑھاپے، اس کے رتبہ اور اس کی طولانی خدمت سلطنت کے باوجود اسے نیپلز کے ایک جہاز کے مستول سے لٹکا کر پھانسی دلوادی اور اس کے جسم کو سمندر میں پھنکوادیا۔ چند روز بعد شاہ فرڈیننڈ پلرمو سے آیا اور نلسن نے اپنے تمام قیدیوں کو بار بنی حکام کے حوالہ کر دیا۔ ستمگری کا ایک دور شروع ہو گیا۔

دور ہول و تخویف	بیشمار اشخاص قید خانوں میں ڈال دئیے گئے۔ فوجی عدالتوں نے نیپلز کی قوم کے بہترے اشخاص کو پھانسی پر لٹکا دیا۔ یہ عدالتیں کیا تھیں ایسے کمیشن تھے جن کا قانون

یہ تھا کہ جو لپسند آجائے وہ کرو۔ سو سے زاید احکام موت کی تعمیل خود نیپلز کے اندر ہوئی، ضبطی، جلاوطنی اور قید نے ہزارہا خاندانوں کو برباد کر دیا۔ نیپلز کی قانونی سزاؤں کی یہ ایک خصوصیت تھی کہ جس حکومت کی زبان پر ہمہ وقت مذہب حق کے الفاظ جاری رہتے تھے اس نے ایسے مردوں اور عورتوں کو فنا کر دینے کے لئے منتخب کیا جو اخلاق اور علوم و فنون میں سب سے زیادہ ممتاز تھے اور ترقی و دولتمندی کے لئے ایسے لوگوں کا انتخاب کیا جو اپنے وحشیانہ حرکات ناشایستہ کے لئے مشہور تھے۔ موت کی اس گرم بازاری میں نلسن نے جو حصہ لیا وہ اس کی شہرت پر ایسا دھبا بن گیا جسے زمانہ مٹا نہیں سکتا۔[1]

[1] مراسلات نلسن جلد سوم صفحہ ۷۴ ۴۔ سر ڈبلیو ہملٹن کا مراسلہ مورخہ ۱۴ر جولائی شامل دفاتر سلطی جلد ۴۵۔ ہافرٹ: ملکہ کیرولینا Konigin Karolina صفحہ ۳۸ جلاوطنی کے تفصیلات کا مجموعہ جلد پنجم صفحہ ۱ میں ہیں ہیملٹن کے بیان کے مطابق نلسن کی حوالگی کو ناجائز قرار دینے کے قبل ہی قلعہ کے بعض جمہوریت پسند واقعی اپنے گھروں کو چلے گئے تھے جب ہم نے ۲۴ر جون کو خلیج میں لنگر ڈالا تو قصروں کی حوالگی کسی حد تک عمل میں آچکی تھی۔ چودہ بڑی کشتیاں قصروں سے نیپلز کے ان نہایت ہی نمایاں و مجرم باغیوں کو سوار کر اچکی تھیں جنھوں نے ٹولون کو جانا پسند کیا تھا دوسرے باغیوں کو بھی اپنے وطنوں کو واپس جانے کی پہلے ہی اجازت مل چکی تھی اگر ایسا تھا تو نلسن کا یہ حیلہ کہ حوالگی عمل میں نہیں آئی تھی بعد کا ایک خیال تھا۔ ملفرٹ کو اس بارے میں غلطی ہوئی کہ وہ ۸ر جولائی کے خط یا اعلان کے نسبت جس نے معاہدہ کو روک دیا تھا یہ کہتا ہے کہ وہ جعلی تھا۔ یہ خط بالکل اصلی تھا نلسن نے اسے بادشاہ کے نام سے شایع کیا تھا اور وہ ہیملٹن کے مراسلہ میں شامل ہے۔ ہیملٹن نے خود اپنی اور اپنی بیوی کے نسبت جس جوش مسرت کا اظہار کیا اور ان واقعات میں ان دونوں نے جو حصہ لیا اسے پڑھکر رنج ہوتا ہے "مختصر یہ کہ لارڈ نلسن نے اور میں نے بشمول اما معاملات کو اس خوشگوار نزاکت تک پہنچا دیا ہے۔ اما درحقیقت ملکہ کی جانی دوست ہے آپ یہ تصور کر سکتے ہیں کہ جب ہم تینوں

فرانسیسیوں نے لمبارڈی کو واپس لینے کی آخری امید کو میکڈانلڈ کے تحت نیپلز کی فوج کے آگے بڑھنے پر معلق کر رکھا تھا۔ ٹربیا کی جنگ نے اس امید کو ہوا میں اڑا دیا اور خود اس امر میں شک و شبہ پیدا کر دیا کہ آیا فرانس حملہ سے بچ جائیگا یا نہیں۔ سیوراف دل سے یہ چاہتا تھا کہ قبل اس کے کہ میکڈانلڈ اس شکست سے سنبھل سکے وہ خود مورو پر حملہ کر دے اور اسے ساحلی سڑک کیطرف سے مغرب جانب فرانس کے اندر پہنچا دے۔ اگر سیوراف کو خود اپنی رائے پر چلنے کا موقع ملا ہوتا تو اغلب یہ تھا کہ فرانس کی اطالوی فوجوں میں سے جو بقیۃ السیف رہ گئے تھے وہ بھی بالکلیہ ہلاک ہو جاتے اور روسی لائینز یا مارسلیز پر بڑھ آتے۔ مگر ۱۷۹۳ء کیطرح اس وقت بھی جمہوریہ فرانس دشمنوں کے آپس کے مناقشات کی وجہ سے بچ گئی۔ آسٹریا نے جنگ کی تجدید محض فرانس کی دست درازیوں کے روکنے کی غرض سے نہیں کی تھی بلکہ اس کا مقصود اطالیہ کے اندر خود اپنی مملکت کا بڑھانا تھا۔ یہ منصوبے روس سے پوشیدہ رکھے گئے تھے، اور تھیوگٹ نے رازداری کی نہایت سخت شرط کے ساتھ ان مقاصد سے برطانی سفیر کو کسی قدر آگاہ کر دیا تھا۔ ۷ اگست کو لارڈ منٹو نے اپنی حکومت کو آسٹروی دربار کے ارادوں سے مطلع کیا۔ اس نے لکھا کہ شہنشاہ کی تجویز یہ ہے کہ وہ پڈمانٹ کو اپنے قبضہ میں رکھے اور سیوائے کے اس تمام حصے کو لے لے جو فوجی نقطہ نظر سے اہمیت رکھتا ہے۔ مجھے اس میں بھی شک نہیں ہے کہ اگر نائیس اس کے ہاتھ آجائے

اطالیہ میں آسٹریا کے منصوبے

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) متفق ہو جائیں تو کونسا اصلی کام انجام پائیگا۔ کم از کم اتنا تو ضرور ہے کہ میں اپنی سفارتی زندگی کو شان و نیک نامی کے ساتھ ختم کروں گا۔ آپ خود دیکھیں گے کہ شاہ نیپلز نے اس جہاز سے اپنے، لندن کے ایلچی کو کیا لکھا ہے وہ اپنی بادشاہی کی واپسی شاہ انگلستان کے بیڑے لارڈ نلسن اور میری وجہ سے قرار دیتا ہے" (۲۸ اگست) ہیملٹن یہ بیان کرتا ہے کہ ۱۲ ستمبر کو نیپلز کے قیدخانے میں جو لوگ تھے ان کی تعداد آٹھ ہزار سے اوپر تھی۔

تو وہ اسے بھی اپنے قبضہ میں رکھنا چاہتا ہے جس سے دریائے وار اس کے اور فرانس کے درمیان حد فاصل ہو جائے گی۔ یہ معلوم ہوتا ہے کہ جمہوریہ جینوا کی تمام مملکت پر بھی سخت نظر لگی ہوئی ہے .... مجھے یہ بھی احتمال ہے کہ پاپائی ممالک کو بھی شہنشاہ اپنے قبضہ میں رکھیگا.... ..... ٹسکینی کے متعلق جو منصوبے ہوں میں ابھی تک ان پر قابو نہیں حاصل کر سکا ہوں[۱]۔ فرانس کی دست اندازی کے خلاف حقوق یورپ کی مخالفت کے جو معنی آسٹریا سمجھتی تھی وہ یہ تھے۔ مگر زار نے کوہستان کا رپتھین کے اس جانب سے اپنی فوجوں کو اس غرض کے لئے نہیں بھیجا تھا۔ مہم کے آغاز کے وقت سے وائینا کی فوجی کونسل کے ساتھ سیوراف کا برابر تصادم ہوتا رہتا تھا[۲]۔

---

[۱] کاسلری جلد چہارم دفاتر آسٹریا۔ جلد ۵۶ لارڈ منٹو حال ہی میں سر مارٹن اڈن کے بجائے سفیر ہوا تھا انگریزی حکومت آمادہ تھی کہ خاندان ہیپسبرگ کو وہ سب کچھ عطا کر دے تاکہ اس سد راہ کی تقویت ہو سکے جسے صرف وائینا ہی کے فوجی ذرایع و وسایل فرانس کی آیندہ اولوالعزمیوں میں حائل کر سکتے تھے" گرینول بنام منٹو مورخہ ۱۳ مئی ۱۷۹۹ء پٹ اور گرینول اگرچہ شاہ پڈمانٹ کے حقوق کا کسی قدر لحاظ محسوس کرتے تھے مگر وہ شاہان ہیپسبرگ کو جمہوریہ جینوا کے حوالہ کر دینے پر اسطرح آمادہ تھے جس طرح بوناپارٹ وینس کے حوالہ کر دینے پر آمادہ تھا۔ حقیقت یہ ہے کہ یہ لوگ جینوا کی سلطنت کی تباہی کو علانیہ خوشی کے ساتھ دیکھتے تھے کیونکہ وہ بہت آسانی سے فرانس کے اثر میں آگئی تھی انھیں خاص فکر یہ تھی کہ اگر آسٹریا وینس و جینوا اپنے قبضہ میں رکھے اور لگہارن کو بھی حاصل کر سکے تو وہ انگلستان کو ایک پر نفع تجارتی معاہدہ عطا کر دیگی۔ گرینول بنام منٹو مورخہ ۸ ہر فروری ۱۸۰۰ء کاسلری جلد پنجم صفحات ۲-۱۱۔

[۲] لارڈ ملگریو بنام گرینول ۱۲ ستمبر ۱۷۹۹ء دفاتر فوج سویزرلینڈ جلد ۸۰۔ سیوراف نے مجھ سے نہایت ہی دل کھول کر باتیں کیں۔ اس نے آغاز کلام اس طرح کیا کہ وہ بہت ہی ضعیف العمری میں اپنے کنج عزلت سے بلایا گیا جہاں اس کی دولت اور اس کے اعزاز نے اسے ایسی حالت میں پہنچا دیا تھا کہ تحریکات خود غرضی سے اس میں کوئی طمع نہیں پیدا ہو سکتی تھی اپنے

سیوراف اس رائے پر جما ہوا تھا کہ دشمن کے تعاقب میں ذرا بھی وقفہ نہ ہونا چاہئے اور آسٹریا کی کونسل قلعوں کے سر کرنے پر مصر تھی۔ پہلے جو امر محض خوبی رائے کا اختلاف معلوم ہوتا تھا وہ متحدہ فوجوں کے پڈمانٹ میں داخل ہونے کے بعد اپنے اصلی سیاسی رنگ میں نمودار ہوا۔ زار دل و جان سے یہ چاہتا تھا کہ انقلاب کے لوگوں کو پامال کردے اور فرانس نے جن حکومتوں کو الٹ دیا ہے انہیں بحال کردے۔ سیوراف کی فوجیں جس وقت ٹیورن میں داخل ہوئیں اس نے معاً خاندان سیوائے کی بحالی کا اعلان کر دیا اور سارڈینیا کے تمام عہدہ داروں کو بادشاہ کی جانب سے لڑنے کے لئے طلب کیا لیکن وائنا کے ایک خط نے اس کی کارروائی میں خلل ڈال دیا جس میں یہ مطالبہ کیا گیا تھا کہ سیاسی معاملات کو وزارت وائنا کے ہاتھوں میں چھوڑ دے[ا] آسٹروی کابینہ روسیوں سے اطالیہ

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) اپنے فرمانرواں کے عقیدت کیش اور خدا کے لئے جوش نے اس کے دل کو امید اور فتوحات کی توقع سے بھر دیا تھا۔ مگر اب اس نے خود کو بہت ہی مختلف حالات میں پایا۔ اس نے یہ دیکھا کہ تھیوگٹ کے چاپلوس اور جاسوس اسے گھیرے ہوئے اس یہ لوگ اس پر جان دینے والے اور اس کے بندہ فرمان ہیں۔ فوج ایسی ہے جو مدافعت کے طرز کی عادی ہے اور جہاں خود اس کا نظم اس کی اجازت دیتا ہو وہاں بھی وہ اپنی کامیابیوں کے تعاقب سے ڈرتی ہے۔ مزید برآں اسے وائنا کی حکومت کی روک ٹوک کا بھی مقابلہ کرنا پڑتا ہے جو مباورت سے کارہ ہے وغیرہ وغیرہ"۔

[ا] ۔ بلیوٹن:۔ جلد دوم صفحہ ۲۰۔ جلد سوم صفحہ ۱۸۶ ، منٹو ۱۰ اراگست ۱۷۹۹ء۔ دفاتر۔ آسٹریا۔ جلد ۵۶
"میں نے اس موضوع (پڈمانٹ) کا ذکر چھیڑا ہی تھا کہ مجھے یہ محسوس ہوا کہ میں نے ایک بہت ہی نازک نقطہ پر ہاتھ رکھ دیا ہے۔ ایم۔ ڈی۔ تھیوگٹ کا انداز خاموشانہ و با اخلاق طرز سے بدل کر بہت ہی گرمجوشانہ ہو گیا جس میں کسی قدر تیزی و تندی بھی ملی ہوئی تھی وہ فوراً ہی زور زور سے بولنے لگا اور جوش سے بھر گیا۔ شاہ سارڈینیا کو دعوت پہنچنے پر لعن طعن کرنے لگا...... وہ پڈمانٹ کی فتح کو یہ سمجھتا ہے کہ آسٹریا نے ایک دشمن کے ملک کو فتح کیا ہے۔ وہ اس سے انکار کرتا ہے کہ شاہ سارڈینیا حلیف یا دوست بلکہ غیر جانبدار بھی سمجھا جا سکتا ہے

میں جس قدر کام لینا چاہتا تھا وہ اس وقت تک اس کام کو انجام دے چکے تھے اور تھیوگٹ کی پہلی خواہش یہ تھی کہ وہ اپنے اس تکلیف دہ حلیف سے خود کو آزاد کرلے سیوراف اپنے ہر مراسلہ میں آسٹروی حکومت کے خلاف غیظ و غضب کا اظہار کرتا رہا اور اس لئے اپنا استعفا پیش کر دیا۔ اس کے شکایات نے زار کو اسی امر پر مائل کیا کہ وہ ایک نئی فوجی تجویز قبول کرے جس کی تائید انگریزی حکومت نے بھی اس امید میں کی تھی کہ اس سے سیوراف اور آسٹروی کونسل کے اختلافات کا خاتمہ ہو جائیگا۔ سینٹ پیٹرس برگ میں اس امر پر اتفاق ہو گیا کہ فرانسیسی فوجیں جس وقت تباہ ہو جائیں گی اسی وقت اطالوی قلعوں کے سر کرنے کا کام بالکلیہ آسٹریا کے حوالہ کر دیا جائے گا اور سیوراف ایک دوسری روسی فوج کے ساتھ مل کر جو اب بہت دور نہیں رہ گئی تھی سویزرلینڈ کی فتح کو مکمل کرے گا۔ اور پھر براہ جنیوا فرانس پر حملہ آور ہو گا اور آرچ ڈیوک چارلس اس کی تائید میں ہو گیا۔ اس کے ساتھ ہی برطانیہ اور روس کی ایک متحدہ فوج ہالینڈ پر حملہ کرے گی۔

جنگ کی نئی تجویز۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) اور اس کے دربار پر بدعہدی کے ہزاروں الزامات لگانے کے علاوہ وہ اس واقعی مخالف پر اعتبار کرتا ہے جو اس دربار نے جمہوریہ فرانس سے کیا تھا جس کی وجہ سے شاہ سارڈینیا نے شہنشاہ کی قلمرو لمبارڈی کے ایک جزو پر تصرف کر لیا ہے اور میرا خیال ہے کہ یہ جرم آسانی سے فراموش نہ ہو گا۔ میں ان حالات کو اس غرض سے بیان کرتا ہوں کہ دربار وانیا اس بحث میں جس حد تک اپنے جوش خروش کو شامل کر دیتا ہے وہ ظاہر ہو جائے"۔ منٹو نے تھیوگٹ کے طعن و تشنیع کا جواب اس عجیب خیال کے ساتھ دیا کہ "شاید کہ اس موجودہ غیر معمولی دور میں اس جنگ کا سب سے زیادہ قرین عقل مقصد یہ تھا کہ ملکی و سیاسی دونوں زندگیوں میں اخلاقی اصول کے استحکام کو بحال کر دے اور انصاف کا یہ اصول اس کے دل میں عارضی سہولت کے ان خیالات سے مقدم رہے گا جو معمولی وقتوں میں اس کی نظر سے فروگزاشت نہیں ہو سکتے تھے"۔ اس پر تھیوگٹ نے یہ کہا کہ "شہنشاہ روس اپنی اس تجویز سے باز آ گیا ہے کہ شاہ سارڈینیا کو فوراً واپس بلایا جائے اور اس واپسی کے وقت کو شہنشاہ کے اوپر چھوڑ دیا ہے۔ اس مراسلہ کے حاشیہ پر اس جملہ کے سامنے پنسل سے لارڈ گرنیول کے ہاتھ کا یہ لکھا ہوا ہے کہ "میرا خیال یہ ہے کہ یہ صحیح نہیں ہے"۔

اس تجویز پر اگر اس کی ابتدائی شکل میں عمل ہوتا تو اس سے فرانش کا مٹنے کی جانب سے (جدھر فرانس قلعوں سے بہت ہی کم محفوظ ہے۔) ایک نہایت ہی مہیب فوج فرانس پر آ پڑتی مگر آخری وقت میں وائینا میں اس تجویز میں ترمیم کردی گئی۔ ہالینڈ میں انگریزی روسی فتح کی توقع نے آسٹروی وزیر کے خیالات کو پھر بلجیم پر مرکوز کر دیا جسے پانچ برس قبل اس قدر بے فکری سے چھوڑ دیا تھا مگر اب تھوگٹ کو یہ امید ہو گئی تھی کہ وہ اس پر پھر قبضہ کر لے گا اور بویریا یا کسی اور ملک کے ساتھ اس کا معاملہ ہو جائے گا۔ اس نے لکھا تھا کہ "شہنشاہ اپنی رعایا کی التجا سے کانوں کو بہرا نہیں کر سکتا وہ اس پر رضامند نہیں ہو سکتا کہ ندرلینڈز کا معاملہ اس کے اتفاق کے بغیر طے ہو جائے"[1]۔ اس سفیہانہ و مضر ارادے کا اثر یہ ہوا کہ آرچ ڈیوک چارلس کو یہ حکم پہنچا کہ وہ اپنی فوج کا بیشتر حصہ سویزرلینڈ سے نشیبی رائین کو بھیج دے، اور صرف پچیس ہزار آدمی اس نئی روسی فوج کی تائید کے لئے وہاں رکھے جو سپہ سالار کارسیکاف کے تحت سیوراف کے ساتھ ملنے کے لئے شمال سے آ رہی تھی۔ یہ نئے احکام جس وقت ارچ ڈیوک کے پاس پہنچے اس کے دل میں اسی وقت تباہی کا خطرہ پیدا ہو گیا اور اس نے اپنی حکومت کو متنبہ کر دیا کہ فوج کے اس عام ردوبدل سے مسینا کو جواب تک زیورچ کے اوپر جما ہوا تھا مہلک ضرب لگانے کا موقع مل جائے گا۔ وائینا اور سینٹ پیٹرس برگ کے مابین اب جتنے مراسلات بھی

---

[1] ایک مکالمہ میں جس کا ذکر اڈن کے مراسلہ مورخہ ۳ اگست (دفاتر۔ آسٹریا جلد ۵۵) میں ہوا ہے زبانی بھی قریب قریب یہی کہا تھا۔ "بظاہر یہ معلوم ہوتا تھا کہ تھوگٹ کے دل میں یہ شبہ گزر رہا تھا کہ ممکن ہے کہ ندرلینڈز کو پرشیا کے توسع کا ذریعہ بنا لیا جائے اور اسی شبہ کو لئے ہوا اس نے جواب دیا۔ اس طاقت کے متعلق یہ حسد و تنفر اس وقت اس سے زیادہ قوی ہے جتنا اس سے قبل کبھی ہم نے دیکھا ہو۔ اغلب ہے کہ اس کے دل میں کچھ خیال یہ بھی رہا ہے کہ وہاں ٹسکنی کے ڈیوک اعظم کو قائم کر دے"۔

ہو رہے تھے ہر ایک سے آسٹریا کی طرف سے زار کا شک وشبہ بڑھتا جاتا تھا۔ پوپ اور شاہ نیپلز کو یہ یقین ہو گیا تھا کہ ان کے ممالک کے متعلق بھی تھیوگٹ نے ویسی ہی منصوبے قایم کر رکھے ہیں جن کا اظہار پڈمانٹ کے معاملہ میں ہو چکا ہے؎۱۔ انھوں نے زار سے حفاظت کے لئے التجا کی۔ زار نے ایک یورپی موتمر کی رائے دی جس سے دول کو ایک دوسرے کے ارادوں

؎۱ تھیوگٹ کی مملکتی حکمت عملی نے واقعتاً اس سے یہ تجویز پیش کرا دی کہ پاپائیت نہ صرف دنیاوی طاقت کی حیثیت سے بلکہ مذہبی ادارے کی حیثیت سے بھی منسوخ کر دی جائے۔ تھیوگٹ بہت زور کے ساتھ یہ دلیل لایا کہ بغیر پوپ کے کام چلنا ممکن ہے اور ہر فرمانروا اپنے قومی کلیسے کی سرگردہی کا فرض اسی طرح اختیار کرے جس طرح انگلستان میں ہے۔ میں نے کہا کہ پروٹسٹنٹ ہونے کی حیثیت .... سے میری نسبت یہ خیال نہیں کیا جاسکتا کہ میں اسقف روما کے اقتدار کو ضروری سمجھوں گا لیکن مذہبی خیال کی موجودہ حالت کے اعتبار سے اور ان معاملات میں دو دین سے ایک امر کے ہونے کے خیال سے کہ مذہب رومن کیتھولک باقی رہے یا خود عیسائیت ہی معدوم ہو جائے میں اگرچہ پروٹسٹنٹ ہوں مگر عقلیت کے دیوتا کے مقابلہ میں پوپ کو ترجیح دیتا ہوں لیکن حال یہ ہے کہ فتح یا حصول مملکت کے مقابلہ میں جب عام نوعیت کے دلائل پیش کئے جاتے ہیں تو بیرن تھیوگٹ کشادہ دلی سے اسے سننا نہیں چاہتا" منٹو بنام گرینول مورخہ ۲۲ اکتوبر ۱۷۹۹ء۔ دفاتر آسٹریا جلد ۷، ۵/۔ یہ بھی عجیب امر ہے کہ آسٹریا کے متعلق جو شکوک و شبہات دربار نیپلز میں موجود ہیں وہ نلسن کے مراسلہ سے ظاہر ہو گئے ہیں۔ نلسن (۲۰ اگست کو) منٹو کو وائینا میں لکھتا ہے "میں آپ کو مہذب دنیا کا واسطہ دیتا ہوں کہ ہمیں مل کر کام کرنا چاہئے اور اپنی زندگی کا بہترین کام یہ سمجھنا چاہیئے کہ کسی طرح تھیوگٹ کو پھانسی پر لٹکا دیا جائے۔ چونکہ آپ تھیوگٹ کے پاس ہیں اس لئے آپ کی نظر غایر اس بدمعاش کے افعال کی تہ کو پہنچ گئی ہوگی..... تھیوگٹ خفیہ سازشوں میں لگا ہوا ہے....... براہ کرم اس مردود پر نظر رکھیں اور آپ کو بہت جلد معلوم ہو جائے گا کہ جو کچھ میں کہتا ہوں وہ صحیح ہے..... ہم ان تین بدکرداروں کو پھانسی دیدیں اور پھر سب کچھ درست ہو جائیگا" سیوراف اس سے زیادہ تھیوگٹ کا مدح خوان نہیں تھا۔ وہ لکھتا ہے کہ "وہ میز کا کیڑا وہ راستا کا الو اگر سکندر بیگ کی تلوار بھی اپنے پاس رکھتا ہو تو بھی وہ اپنی گندی میز پر بیٹھکر کسی فوج کی رہنمائی کس طرح کر سکتا ہے"۔ (۳ ستمبر)۔

سے واقفیت ہو جائے۔ آسٹریا نے اس تجویز کو منظور نہیں کیا لیکن شاہ سارڈینیا پوپ، بادشاہ نیپلز کو نقصان پہنچانے کے ارادے سے ہر طرح پر انکار کرتے ہوئے تھیوگٹ نے یہ تسلیم کیا کہ آسٹریا اپنی اطالوی سرحد کے درست کرنے کی دعویدار ہے یعنی وہ پڈمانٹ کے ایک ٹکڑے اور رومانی ریاستو کے شمالی حصہ کے الحاق کی دعویدار ہے۔ زار نے اس کا جواب یہ دیا کہ اس نے ایک جبیرہ دست حکومت کے روکنے کے لئے ہتھیار اٹھایا ہے اور وہ اسے روا نہ رکھیگا کہ دوسری حکومت اس کی جگہ لے لے۔

بہر نوع، اس وقت تو متحدہ فوجیں اطالیہ میں فرانسیسی فوج کے خلاف جو جنیوا کو احاطہ کرنے والے حصہ کوہستان اپنائینز پر قابض تھی بالاتفاق کارروائی کرتی رہیں۔ اس فرانسیسی فوج کو کمک پہنچ گئی تھی اور اب وہ جوبرٹ کے تحت کردی گئی تھی جو جمہوریت کے سپہ سالاروں میں سے ایک نہایت ہی نوعمر اور بہت ہی جوشیلا سپہ سالار تھا۔ جوبرٹ نے یہ عزم کر لیا کہ روسیوں پر اس سے قبل ہی حملہ کردے کہ منٹوا کے سقوط سے محاصرہ کن فوج میدان میں سیوراف کی فوج سے آکر مل جائے مگر لمبارڈی سے اسے جو اطلاع ملی اس نے اسے دھوکا دیا۔ اگست کے دوسرے ہفتہ تک وہ اس امر سے بےخبر تھا کہ منٹوا کا سقوط دو ہفتے پہلے ہی ہو چکا ہے۔ وہ ٹارٹونا میں سیوراف پر حملہ کرنے کے لئے پہاڑوں سے اترا اور اس کی فوج سیوراف کی فوج کے قریب قریب برابر تھی۔ نووی پہنچنے پر اسے معلوم ہوا کہ منٹوا کی فوج بھی اس کے بالمقابل تھی (۱۵ اگسٹ) مگر اب واپس ہونے کا وقت نہیں رہا تھا جوبرٹ صرف یہ کرسکتا تھا کہ اپنے سپاہیوں کے سامنے جمہوری جوش و انہماک کی مثال پیش کرے۔ سیوراف نے خود مع

جنگ نووی ۱۵ اگسٹ

کوتے (فاتح منٹوا) کے حملہ کا آغاز کیا اور جس وقت روسیوں کی طاقت جواب دیا چاہتی تھی عین اسی وقت میں آسٹریا کی دوسری فوج کے دفعتہً حملے نے جنگ کا فیصلہ کر دیا۔ جوبرٹ اس شکست کو آخر تک دیکھنے کے لئے زندہ نہیں رہا جس سے فرانس کے گیارہ ہزار آدمیوں کا نقصان

ہوا۔[1]

متحدہ حکومتوں نے اپنی تجویزوں کو اس طرح مرتب کیا تھا جس سے بڑی بڑی فتح سے بھی کوئی نتیجہ نہیں نکل سکتا تھا۔ فرانس میں داخل ہونے کے بجائے سیوراف کو مجبور کیا گیا کہ وہ پلٹ کر سویزرلینڈ میں جائے، اور آسٹروی بدستور پڈمانٹ کے قلعوں کا محاصرہ کئے رہیں سویزرلینڈ میں سیوراف کو ایک ایسے دشمن سے معاہدہ کرنا تھا جو اس کی آمد سے پہلے سے آگاہ ہو چکا تھا اور فوجی کارروائی و شجاعت کا کوئی ذریعہ باقی نہ چھوڑا تھا کہ ان دونوں روسی فوجوں کے اتحاد کو روک دے جو اب جنوب و شمال سے بڑھ رہی تھیں قبل اس کے کہ سیوراف اطالیہ کو چھوڑ سکے مسلسل شاطرانہ حملوں نے مسینا کو وسطی آلپس کے کل پیچ در پیچ راستوں کا مالک بنا دیا تھا اور سیوراف اور اس فوج کے درمیان جس سے ملکر وہ کام کرنا چاہتا تھا ہر ایک وسیلہ آمدورفت کو بند کر دیا تھا۔ آسٹروی کابینہ کی حماقت نے فرانیسی سپہ سالار کے مساعی کو تائید فرید پہنچادی۔ کارسیکاف اور روسیوں کا نیا حصہ افواج ابھی شافہاس میں پہنچا ہی تھا کہ آرچ ڈیوک چارلس وایناء کے احکام سے مجبور ہو کر ۳۱ ستمبر کو شمال کی طرف پھر گیا اور روسیوں کی تائید کے لئے صرف ہوز کی سپاہ کو چھوڑ گیا جو چھ صوبوں میں منتشر تھی۔[2] کارسیکاف زیورچ کی طرف بڑھا۔ مسینا ایوالیمیرگ میں اپنی پرانی

---

[1] اے۔ بنٹنگ۔ ۱۶ راگسٹ ازمیدان جنگ۔ وفاتر سلطنتہائے اطالیہ جلد ۵۸۔ اس کا خط ان الفاظ پر ختم ہوتا ہے "میں جناب والا سے اس ظاہری حالت کے لئے معافی چاہتا ہوں (یہ مراسلہ ایک باریک اطالوی کاغذ پر تھا اور بالکل ہی پڑھا نہ جاتا تھا) ہمیں (یعنی سیوراف کے عملہ کو) یہ مصیبت آئی کہ ہمارا اسامان کاسکوں نے لوٹ لیا۔

[2] ہر ایک لایق سپاہی پر آرچ ڈیوک کے ہٹ جانے کی تباہ کن مصیبت عیاں تھی، نہ صرف یہ کہ سویزرلینڈ میں ہماری تمام ترقیوں کا خاتمہ ہو گیا بلکہ جو مقامات ہمارے قبضہ میں ہیں ان کا قایم رکھنا بھی نہایت خطرے میں پڑ گیا۔ آسٹریوں اور روسیوں میں جس قسم کا حسد اور بے اعتقادی موجود ہے اس کا تصور بھی نہیں ہو سکتا۔ میں یہ دعویٰ نہیں کرتا کہ میں یہ رائے دوں کہ سویزرلینڈ

(بقیہ بر صفحہ آئندہ)

جگہ پر قایم رہا۔ یہی وقت تھا کہ سیوراف نے آلپس کے اندر کوچ شروع کیا اور کوہی بارکش جانوروں کے نہونے کی وجہ سے (جس کا آسٹریوں نے وعدہ کیا تھا) اسے سخت تکلیف و تعویق پیش آئی اور یہ اندیشہ اس کے دل میں لاحق ہو گیا کہ اس کے پہنچنے کے قبل کارسیکاف کو کوئی ایسا نقصان پہنچ جائے گا جسکی تلافی نہ ہو سکے گی۔

اطالوی خلیجوں سے دو سڑکیں وسطی سویزرلینڈ کو جاتی ہیں ایک سڑک خلیج میگور کے سرے سے شروع ہوکر گوتھرڈ کو قطع کرتی ہوئی خلیج لیوسرن کے کنارے پر ختم ہوتی ہے۔ دوسری سڑک اسپلوجن کو قطع کرتی ہوئی خلیج کومو سے رکینو واقع وادی رائن کو جاتی ہے ۱۷۹۹ء میں گوتھرڈ توپخانہ کے لئے موزوں نہ تھا لیکن سیوراف نے اسے خود اپنے آگے بڑھنے کے لئے اس غرض سے پسند کیا کہ وہ بسرعت ممکنہ میسنا کے عقب میں جا پڑے۔ وہ بلنزونا سے ۲۱ ستمبر کو روانہ ہوا اور نہایت سرفروشانہ طرز پر فرانسیسیوں کی ان بیرونی چوکیوں سے جو گوتھرڈ کے تنگ پہاڑی راستوں میں متعین تھیں لڑتا اور ان کے اندر سے اپنا راستہ نکالتا ہوا خلیج لیوسرن کے قریب اسٹارف میں پہنچ گیا۔ یہاں پہنچ کر اسے معلوم ہوا کہ وہ مغربی سڑک جدھر سے وہ دشمن کے وسایل آمد و رفت پر ضرب لگانا چاہتا تھا اس کا کہیں وجود ہی نہیں ہے۔ پس اس تجویز کو چھوڑ کر سیوراف سیدھا اس ضلع کی طرف چلا جہاں اس کا رفیق خیمہ زن تھا۔ اس نے ایک پگ ڈنڈی کا راستہ اختیار کیا جو سات ہزار فٹ کی بلندی سے ہوکر شمال مشرق جانب وادی میوٹا کو جاتا تھا۔ اس ویران قطعہ کے اوپر سے ہوکر روسیوں نے اپنا راستہ نکالا اور جس عزم و ثبات نے میوٹا تک

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) میں فوج کا بہترین مفید انتظام کیا ہوگا مگر یہ یقینی ہے کہ اس وقت جو انتظام ہے اس سے بدتر کوئی انتظام نہیں ہو سکتا۔" کرنل کرافورڈ انگلستان کا فوجی ایلچی مورخہ ۵ ستمبر ۱۷۹۹ء دفاتر افواج سویزرلینڈ جلد ۹۔۷۔ کارسیکاف کی بعد کی کارروائیاں کرنل رمیسے اور لارڈ مل گریو کے مراسلات میں بیان ہوئی ہیں ایضاً جلد ۸۔۱۸ آرچ ڈیوک چارلس سے جو گفتگوئیں ہوئیں وہ مسٹر وکہیم کے مراسلات میں بیان ہوئی ہیں ایضاً جلد ۷۷۔

پہنچادیا اسی عزم و ثبات سے وہ اس جگہ بھی پہنچ سکتے تھے جہاں انھیں اپنے اہل ملک سے ملنے کی توقع تھی۔ مگر وقت گزر گیا تھا۔ سیوراف ابھی پہاڑیوں ہی میں پھنسا ہوا تھا کہ مسینا، زیوریچ کے خلاف بڑھ گیا۔ کارسیکاف کی فوج کو بالکلیہ منہزم کردیا اور اس کے تمام سازوسامان اور توپخانے کے ایک بڑے حصہ کے نقصان کے ساتھ اسے رقبۂ جنگ سے باہر نکال دیا۔

زیوریچ کی دوسری لڑائی
۲۶ ستمبر

سیوراف کو تباہی کی پہلی خبر میوٹا میں ملی لیکن وہ اب بھی مشرق کی جانب بڑھتا گیا اور اگرچہ اس کے پاس گولہ بارود تقریباً بالکل نہ رہا تھا پھر بھی اس نے اس فوج کا منہ پھیر دیا جس کی کمان مسینا بذات خاص کر رہا تھا اور پریگل کے اوپر کی سڑک کو سنگینوں کے زور سے صاف کر کے یکم اکتوبر کو گلیرس میں آگیا۔ یہاں پہنچکر اسے کارسیکاف کی تباہی کا پورا حال معلوم ہوا۔ اب آگے بڑھنا یا پیچھے ہٹنا تباہی کے مرادف تھا۔ سیوراف کی فوج کے لئے اب یہی ایک راستہ کھلا رہ گیا تھا کہ وہ ایک ویران اور برف پوش پہاڑی ملک کے اندر سے بھاگتی ہوئی وادی رائن میں اس جگہ پہنچ جائے جہاں یہ دریا گرینز کی شمالی بلندیوں کے نیچے سے بہتا ہے۔ اس کارِ خطر نے اس مہم کو وہ تاج شہرت عطا کیا جس سے یورپ تحیر میں پڑ گیا۔ اس وقت کے کوہ آلپس کے سفر کرنے والے ان قصوں سے کسی قدر بدگمان سے ہو جاتے ہیں جن میں ان منازل کے متعلق جو اس زمانہ میں باعث مسرت و فرحت بنے ہوئے ہیں خوف و دہشت کے تمام الفاظ کام میں آجاتے ہیں۔ مگر سیوراف کی فوج یعنی ایک فاقہ کش و آبلہ پا انبوہ کا چٹانوں کے ان ویرانوں میں گزرنا جن پر کسی نے قدم نہ رکھا ہو اور جن پر موسم خزاں کی تازہ گری ہوئی دو دو فٹ برف پڑی ہوئی ہو اس میں اور اس زمانہ کے آلپس کے بڑے سے بڑے پرصعب کارنمایاں میں کوئی نسبت ہی نہیں ہے[1]۔ یہ کامیابی نقصان

سیوراف کی بازگشت

---

[1]۔ کرنل کلنٹن (انگریزی اٹاچی متعینہ افواج سیوراف) کے مراسلات ان رنگ آمیز بیانوں کے بالکل مغائر ہیں جو اس بازگشت کے متعلق عام تاریخوں میں ملتے ہیں۔

(بقیہ برصفحہ آئندہ)

اور مصیبت کے ساتھ حاصل ہوئی مگر اس سے فوج ایک نہایت ہی خطرہ کے مقام سے ایک محفوظ مقام پر آ گئی۔ البتہ اس کے بعد پھر اس فوج نے حملہ کی تجدید نہیں کی۔ سیوراف اور آرچ ڈیوک چارلس کے درمیان اتحاد کے تجاویز کا نتیجہ صرف یہ ہوا کہ ایک دوسرے پر آواز ے کسے جاتے اور ایک دوسرے کو دھمکی دیجاتی تھی۔ پس یہیں سے اس جنگ میں روسیوں کے اتحاد عمل کا خاتمہ ہوگیا۔ فرانسیسیوں نے آغاز مہم سے جس قدر ممالک ضایع کر دے تھے وہ اب پھر ان سب کے مالک بن گئے۔

۱۷۹۹ء کے گرمی کے مہینوں میں زار نے آسٹریوں کے خلاف اپنا غصہ اس طرح اتارا کہ کابینہ برطانیہ کے ساتھ متفق ہو کر ہالینڈ کے خلاف ایک مشترک مہم کی تجویز قرار دی۔ یہ قرار دیا گیا تھا کہ پچیس ہزار انگریزی اور سترہ ہزار روسی فوجیں (جو

ہالینڈ کے خلاف برطانوی و روسی مہم اگسٹ ۱۷۹۹ء

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) سب سے زیادہ نازک حصہ کے متعلق وہ صرف اس قدر کہتا ہے کہ "۶ کو فوج کوہ پینکس سے گزری مگر گزشتہ ہفتہ میں جو برف گری تھی اس سے یہ دور خطرناک ہوگیا تھا اور اس فوج میں بہت سے گھوڑے اور خچر ضایع ہو گئے" وہ سیوراف اور اس کے عہدہ داروں کے متعلق بہت ہی ادنیٰ رائے ظاہر کرتا ہے۔ "مارشل بالکل ہی از کار رفتہ ہوگیا ہے اور کسی قسم کی برداشت شدایہ کے قابل نہیں ہے وہ کسی کو روا نہیں رکھتا کہ اس کی فوج کی بے انضباطی کا اس سے ذکر کیا جائے۔ وہ اپنی فوج میں اس وجہ سے ہر دلعزیز ہے کہ وہ انکی اوباشیوں کی قسم کی روک نہیں کرتا۔ اس کے عمدہ اوصاف میں اب صرف اس کی دیانت رہ گئی ہے" دفاتر افواج سویزرلینڈ جلد ۸۔ سیوراف اور کارسیکاف کی متحدہ نقل وحرکت اس طرح مرتب ہوئی تھی گویا سویزرلینڈ ایک کھلا ہوا ملک تھا اور مسینا کی فوج محض بھیڑوں کا گلہ تھی یہ تجویز آسٹری کرنل ویراتھر کی مرتب کی ہوئی تھی یہ وہی شخص تھا جس نے بعد میں جنگ آسٹرلز کا نقشہ تجویز کیا تھا۔ سیوراف سے اس تجویز کا حال سن نے کے بعد لارڈ ملگزبو نے جو کوئی بڑا طباع شخص نہیں تھا لندن کو اس کی قطعی ناکامی کی بابت لکھا تھا اور جو واقعات پیش آئے اس نے تقریباً ان سب کی پیشین گوئی کر دی تھی۔

برطانوی جہازوں میں آئیں، جمہوریہ بٹیویا میں فرانسیسیوں پر حملہ کریں اور خارج شدہ "اسٹاٹہولڈر" کے حق میں شورش برپا کریں۔ جولائی میں پھر کینٹ کے ساحلی شہر جنگ کے شور سے گونجتے رہے اور ۱۳ر اگست کو پہلا انگریزی حصہ فوج تعدادی بارہ ہزار بسر رالف ابرکرامبی کے تحت ڈیل سے روانہ ہوا۔ دو ہفتوں تک ساحل ہالینڈ کے گرد چکر لگاتے رہنے کے بعد فوجیں راس ہلڈر پر اتریں ہالینڈ کی ایک فوج کو تودہائے ریگ پر شکست ہوگئی اور انگریزوں نے قلعہ ہلڈر پر قبضہ کر لیا جو ٹکسل کی لنگر گاہ پر حاوی تھا۔ اس کے عین بعد ہی ہالینڈ کے بیڑے کے عہدہ داروں میں "اسٹاٹہولڈر" کے حق میں تحریک برپا ہوگئی۔ کپتانوں نے آرنج کا جھنڈا بلند کر دیا اور اپنے جہازوں کو انگریزوں کے جانب لے آئے۔

اس مہم کا یہی پہلا اور آخری نتیجہ تھا۔ روسی امدادی فوج اور ایک دوسرا انگریزی حصۂ فوج وسط ستمبر میں ہالینڈ پہنچا اور ان کے ساتھ ہی ڈیوک یارک بھی آیا جس نے ابرکرامبی کے ہاتھ سے کمان لے لی۔ دوسری جانب فرانس سے کمک روزانہ آتی رہی یہاں تک کہ دشمن کی فوجیں بسرکردگی سپہ سالار برون قوت میں حملہ آوروں کے برابر ہوگئیں۔ ۱۹ر ستمبر کو الکمار میں ایک جنگ ہوئی جس میں متحدین کو کچھ جزوی کامیابی حاصل ہوئی مگر کوئی مستقل نفع نہیں پہنچا اور ۲ر اکتوبر کو اسی قسم کی ایک فتح حاصل ہوئی جس کا انجام فاتحین کی بازگشت پر ہوا کرتا ہے ایک برے نتیجے کے لئے کبھی اس سے زیادہ اچھے اسباب جمع نہ ہوئے ہوں گے۔ روسیوں کی نقل وحرکت یا تو ضرورت سے زیادہ تیز ہوتی تھی یا ضرورت سے زیادہ سست۔ خندقوں نے قواعد فن جنگ کو بیکار کر دیا تھا یہ بھی انکشاف ہوا کہ ہالینڈ کی آب وہوا صحت کے لئے ناموزوں ہے اور اہل ہالینڈ میں اپنے "اسٹاٹہولڈر" کے واپس بلانے کا ادنی میلان بھی موجود نہیں ہے مسلسل اتفاقات بد کا نتیجہ یہ ہوا کہ یارک نے متحدہ افواج کی بازگشت کی قیمت وہ ادا کی جو غیر مشروط حوالگی کے مساوی تھی لیکن یہ اتفاقات بد ایسے تھے کہ نلسن کے بیڑے کا ایک معمولی ادنی درجہ کا افسر یا مسینا کی فوج کا ایک معمولی

دفعہ دار انھیں پہلے سے سمجھ لیتا غرض کہ یارک کو اس شرط سے اپنے جہازوں پر دوبارہ سوار ہونے کی اجازت دیدی گئی کہ برطانیہ عظمیٰ آٹھ ہزار فرانسیسی و ہالینڈی اسیروں کو واپس دیدے اور ہلڈر میں خود برطانیہ کے سپاہیوں نے جو فوجی تعمیرات کئے تھے انھیں پوری درستی کی حالت میں حوالے کر دے۔ یارک نے اس مہم کو جس طرح چلایا روسی افسروں نے اس کے خلاف سخت شکایات کئے اس پر یہ الزام لگایا گیا کہ جنگ میں روسی دستوں کو قربان کر دیا اور خود اپنے آدمیوں کو بچانے کے لئے عام شکست کی صورت پیدا کر دی۔ یہ الزام بے بنیاد تھا یارک جہاں ہو وہاں بیوفائی و بد عہدی کی ضرورت ہی کیا تھی۔ انگریزی فوج کے موروثی عہدہ داروں کی عدم قابلیت تو نظم فطرت کا جزو ہو گئی تھی وزارت پر جب ناکامی کا بار پڑا تو اس نے اس تباہی کے اصلی سبب کی طرف سے آنکھیں بند کر لیں۔ پارلیمنٹ کو یہ یاد دلایا گیا کہ انگریز جو فوجی کارروائی بھی کریں گے اس میں شکست کا ہونا نہایت ہی اغلب تھا جب کہ پرشیا و آسٹریا کو اتنے دنوں تک صرف مصیبت کا سامنا رہا ہے ایسی حالت میں انگلستان کو کامیابی کی توقع نہ رکھنا چاہیئے۔ نلسن کے زیر قیادت انگریز ملاح دوسرے قوموں کے جہازرانوں پر وہ فوقیت دکھا رہے تھے جو شکاری کو اپنے شکار پر ہوتی ہے مگر اس سے کوئی وجہ اس امر کی نہیں پیدا ہو سکتی تھی کہ ساحل پر جتنی بہنی و جرارت کا کوئی نتیجہ کیوں نکلے قوم اگر چاہتی تھی کہ اس کے سپاہی غیر مفتوح رہیں تو اسے چاہیئے کہ اپنے سپاہیوں کو ملک کی حفاظت کے لئے وطن کے اندر ہی رکھے۔ فریق مخالف کی جانب سے بھی اس نظم کے خلاف کوئی اعتراض نہیں اٹھایا گیا جس نے انگریزوں کی جانوں اور ان کے فوجی اعزاز کو خاندان شاہی کی وقعت پر قربان کر دیا تھا مگر انگریزی روسی مہم کی یہ برہمزدگی روس کے بہ نسبت انگلستان میں زیادہ بے فکری سے دیکھی گئی۔ زار نے اپنے بدقسمت سپہ سالاروں کو برطرف کر دیا مگر یارک وطن واپس آکر نیو مارکٹ میں گھوڑے دوڑانے لگا اور اپنی داشتہ عورت کے ساتھ کمیشن کے معاملات طے کرنے اور سینٹ جیمز پارک میں اپنے

فوجی دستے حاصل کر لیے۔

یہی وہ ساعت تھی جب فوجی کامیابی کا رخ جمہوریت کی جانب پھر رہا تھا کہ وہ انقلاب واقع ہوا جس نے بونا پارٹ کو فرانس کا مطلق العنان حکمران بنا دیا۔ جب سے کہ حکومت نے فرکٹڈیر ۱۷۹۷ء میں شاہ پرستوں پر حملہ کیا تھا اس وقت سے نظامت اور فرقہائے مختلفہ باہمی رواداری کے اصول میں کچھ بھی ایک دوسرے سے قریب نہ ہوئے تھے اور نہ پارلیمنٹی کثرت کی مرضی کے ساتھ انھوں نے صلح آمیز اتفاق کیا تھا۔ نظامت جس پر حد سے بڑھے ہوئے جیکوبن (انتہا پسند) اور آئین پسند دونوں نے حملے کر رکھے تھے وہ اب بھی اتنی قوی تھی کہ ہر فریق کو باری باری سے کچل ڈالے۔ ۱۷۹۸ء کے انتخابات جنھوں نے انتہا پسندوں کو تقویت دیدی تھی وہ بھی اسی طرح بے تامل منسوخ کر دیئے گئے تھے جس طرح سال ماسبق میں شاہ پرستوں کے انتخابات منسوخ کئے گئے تھے۔ جب جرمانیہ و اطالیہ میں شکست کی وجہ سے حکومت کی نسبت عام بے اعتباری پیدا ہو گئی اس وقت یہ ہوا کہ آئین پسند فریق نے ۱۷۹۹ء کے انتخابات میں بہت بڑی کثرت سے استحکام حاصل کر کے خود نظامت پر حملہ کرنے کی جرأت کی۔ اس وقت غیر ممالک کے فتوحات حکومت کی خرابیوں پر نکتہ چینی کے لئے سپر بنے ہوئے تھے۔ مگر اطالیہ ہاتھ سے نکل گئی۔ جب سپہ سالاروں اور سپاہیوں کی تنخواہیں رک گئیں اور نہ ان کے پاس کپڑے رہے نہ انھیں کمک پہنچتی تھی اس وقت نظامت کے خلاف ایک عام شور برپا ہو گیا اور قوم نے یہ عزم کر لیا کہ ایک ایسی حکومت کا خاتمہ کر دے جس کی زیادتیوں اور جرتابیوں کا نتیجہ فوجی تباہی کے سوا اور کچھ نہیں ہوا تھا۔ ۱۷۹۹ء کے موسم بہار میں فرانس کی وہ تباہیاں جو نتیجہ تھیں اس امر کا کہ حکومت فوجوں کی مناسب قوت کو قائم نہ رکھ سکی تھی وہ فی الواقع دستور سلطنت کے نقائص سے متعلق نہ تھیں ان کا سبب کچھ تو انفرادی ارکان نظم ونسق کی بے شرمانہ معاملت تھی اور کچھ سبب یہ تھا کہ سنہ ۱۷۹۲ء کے مجلس عارضی کے کمشنروں کے مانند کوئی کارکن جماعت ایسی نہ تھی جو مقامی حکام پر (جنھیں ۱۷۸۹ء کے تغیرات نے منفرد و آزاد کر دیا تھا) حکومت

مرکزی کی نگرانی کو قایم رکھتی ۔ لیکن موجودہ سیاسی نظم کی وجہ سے بھی بہت سی غلطیاں تھیں اور آئین پسند جنھیں اب دوسرے مرتبہ مجلسوں میں کثرت حاصل ہوگئی تھی وہ ایک ایسے نظم کو طول دینے پر آمادہ نہ تھے جس نے اول ہی سے ان کی کثرت کو مذاق بنا دیا تھا ۔ ابے سائیس کے گرد ایک فریق ایسا جمع ہوگیا جو کسی نہ کسی ایسے تغیر کا ارادہ کئے ہوئے تھا جس سے فرانس کو ایک ایسی حکومت حاصل ہو جائے جو حقیقتاً اس کے بہترین عناصر کی نمائندہ ہو ۔ یہ

سائیس کے تجاویز ۱۷۹۹ء

تغیر کیا ہوتا اس کے نسبت بہت کم اشخاص کچھ کہہ سکتے تھے مگر یہ معلوم تھا کہ سائیس جو ۱۷۸۹ء میں پیش پیش رہا تھا اور جس نے ۱۷۹۵ء کے دستور سلطنت کو اس کی تیاری کے وقت سے مطعون کر دیا تھا اس نے ایک تجویز شرح و بسط کے ساتھ تیار کی ہے جس کے نسبت وہ یہ سمجھتا ہے کہ وہ ان تمام نقایص سے پاک ہے جو سابقہ تجاویز کی بربادی کا باعث ہوئے ہیں ۔ اصلاح کی پہلی کارروائی کے طور پر سائیس خود نظامت کے ایک خالی ہونے والے عہدے پر منتخب کر دیا گیا ۔ بیرا اس سائیس سے مل گیا ۔ تین بقیہ ناظم جو جیکوبن (انتہا پسند) اور پیرس میں مقبول عوام تھے انھیں ان کی جگہوں سے علیحدہ ہو جانے پر مجبور کیا گیا ۔ سائیس کو اب اپنے تجاویز کے چلانے کے لئے صرف ایک سپاہی کی ضرورت تھی اس کا پہلا خیال جوبرٹ کی جانب منتقل ہوا مگر جوبرٹ نووی میں مارا جا چکا تھا ۔ مورد کو قانون کے خلاف ہاتھ اٹھانے میں شش و پنج تھا ۔ سپہ سالار برنڈوٹ جو جنگ و انتظام ملکی دونوں میں ممتاز تھا اس نے کسی سے دوسرے درجہ پر رہ کر کام کرنے سے انکار کر دیا اور حقیقت یہ ہے کہ کوئی ہر دلعزیز و حوصلہ مند سپاہی اگر حکومت پر حملہ کرنے کے لئے تیار ہوتا تو اس کے لئے سائیس کی تائید کچھ لازمی نہ تھی سائیس اور اس کے دوستوں کا اتفاق ایک ایسے فریق کا اتفاق ضرور تھا جسے اخلاق اور خدمات سابقہ کا وزن حاصل ہو مگر کسی مبادرت پسند سرگروہ کے لئے دوسرے مشہور اشخاص اور زبردست اغراض موجود تھے اور تمام فرانس اس حکومت کے زوال کا انتظار کر رہا تھا جس کی کارروائی کا نتیجہ صرف یہ ہوا تھا کہ وطن میں ابتری برپا ہوگئی

تھی اور بیرون ملک میں شکستیں نصیب ہوئی تھیں۔

یہ تھی اس وقت کی سیاسی صورت حال جب ۱۷۹۹ء کے موسم بہار میں بوناپارٹ شام کے قلعہ سینٹ جین ڈی ارک (عکہ) کے سامنے سے حیران و پریشان ہوکر مصر کو واپس آیا اور آغاز جنگ کے بعد سے پہلی مرتبہ اسے یورپ کی خبریں ملیں۔ اس نے دیکھ لیا کہ اب اس کا موقع آگیا ہے۔ اس کی فوج کی آخری تباہی لابدی ہو چکی تھی اور اس نے یہ عزم کر لیا کہ خود فوج سے علیحدہ ہوکر اپنی ذات سے فرانس کے سامنے ذہانت و قوت کا وہ اقتدار اعلیٰ پیش کرے جس کے لئے تمام قوم متمنی تھی۔ ۱۰ اکتوبر کو بوناپارٹ کا ایک مراسلہ کونسل پنج صد میں پڑھا گیا جس میں مقام ابوکر میں ترکوں پر فتح حاصل ہونے کی خبر دی گئی تھی کئی مہینے بعد مصر کی فوج کے متعلق یہی پہلی خبر آئی تھی۔ اس سے اس سپہ سالار و فوج کے بابت مسرت آمیز جوش بھڑک اٹھا۔ جن کے نسبت یہ یقین کیا جاتا تھا کہ ایک نفرت انگیز حکومت نے انھیں جلاوطنی میں بھیجدیا ہے۔ اس سے ان مسلسل فتوحات کی یاد تازہ ہو گئی جن میں ایک شکست سے بھی خلل نہیں پڑا تھا اور وہ صلح بھی نظروں کے سامنے آگئی جس سے فرانس کو اس سے زیادہ وسیع مملکت حاصل ہو گئی تھی جو اس کے کسی بادشاہ نے حاصل کی ہو۔ جب کہ ہر شخص کے دل میں بوناپارٹ کا خیال بسا ہوا تھا قوم نے دفعتاً یہ سنا کہ خود بوناپارٹ ساحل پراونس پر آپہنچا ہے۔ برنیگڑ اپنے سوانح ذاتی میں لکھتا ہے میں اس دن اپنے مطالعہ کے کمرے میں بیٹھا ہوا تھا اور تیس چالیس اشخاص اور تھے۔ دفعتاً یہ خبر آئی کہ بوناپارٹ مصر سے واپس آگیا ہے۔ ان الفاظ کے سنتے ہی کمرے کا ہر شخص گھبرا کر کھڑا ہو گیا اور سب ایک ساتھ بہت دیر تک خوشی سے

بوناپارٹ کا مصر سے واپس آنا اکتوبر ۱۷۹۹ء

چلاتے رہے۔" برنیگڑ نے جس ہیجانی جذبہ کی تصویر کھینچی ہے سارے فرانس کی یہی حالت تھی بوناپارٹ کی ابتدائی شہرت پر جن امور سے تاریکی پڑتی ہے وہ اس وقت تقریباً نامعلوم سے تھے۔ اس کی بطالت اس کی سرد مہری اور اس کے بے مہر دل کا حال صرف اس کے شرکار جرم یا دور دراز کے مظلومین ہی کو معلوم تھا۔ وینس کے برباد

کر دینے کے مانند اس کی نہایت ہی کھلی ہوئی غلطیاں بھی سیاسی ضرورت کے عذر کے تحت آجاتی تھیں یا ان پر پاگیا زانہ سزاوہی کا پردہ ڈال دیا جاتا تھا۔ فرانس کی امیدوں اور اس کے تخیل میں بوناپارٹ وہی جمہوریت کا نو عمر بیداغ و ناقابل شکست بطل اعظم تھا۔ جس نازک وقت نے دوسرے لوگوں پر حملہ اعتماد کو ساقط کر دیا تھا اس نازک وقت کے دوران میں بوناپارٹ کی شہرت برابر بڑھتی جا رہی تھی۔ فریقوں کے از کار رفتہ مسند نشینیاں اس کے سامنے ہیچ ہو گئے تھے یہاں تک کہ سچے جمہوریت پسند جو کسی سپاہی کی حکمرانی سے خایف تھے انھوں نے بھی یہ اقرار کر لیا تھا کہ ہمیشہ ایسا نہیں ہوتا کہ قوم اپنی نجات کا جو طریقہ منتخب کر لے اسی سے اس کو نجات ملے۔ بوناپارٹ جس وقت سے فرو جس میں اترا اسی وقت سے وہ فرانس کا مالک ہو گیا تھا۔

سائیس اور بوناپارٹ کی سازش

سائیس نے یہ دیکھ لیا کہ اگر کسی شخص کے وسیلہ سے وہ اس موجودہ دستور سلطنت کو الٹ سکتا ہے تو بس وہ شخص صرف بوناپارٹ ہے لیکن سائیس اور اس سپاہی کے مابین جسے وہ اپنی تائید عطا کیا چاہتا تھا ہم خیالی اس قدر کم تھی کہ بوناپارٹ نے سائیس کی تجویز کو صرف اس وقت قبول کیا جب اسے یہ اطمینان ہو گیا کہ اقتدار اعلے کے حاصل کرنے میں نہ پیرس اس کی مدد کرے گا اور نہ برنیڈوٹ ایک مرتبہ اس کا تیقن ہو جانے کے بعد بوناپارٹ اور سائیس ایک دل ہو گئے یہ قرار پایا کہ سائیس اور اس کا دوست ڈیوکاس اپنے عہدہ ہائے نظامت سے استعفا دیدیں، اور باقی تین نظما عہدوں سے نکال دیے جائیں مجالس یا ان کا وہ حصہ جو اس سازش کا طرفدار ہو ایک نئے دستور سلطنت کے تیار کرنے کے لئے ایک ”نظم سہ گانہ“ کا تقرر کر دے جو بوناپارٹ سائیس اور ڈیوکاس پر مشتمل ہو۔ اگرچہ اس کی کوئی قرارداد نہیں ہوئی تھی مگر یہ سمجھ لیا گیا تھا کہ بوناپارٹ اور سائیس خاص اشخاص ہوں گے مجلس قدما ایک بڑی حد تک سازشیوں کی شریک کار تھی۔ اس سازش کی کامیابی میں دقت حایل ہونے کا گمان غالب اگر تھا تو پیرس کے

عوام الناس کی طرف سے تھا۔ حملہ کے خلاف احتیاط کی نظر سے یہ عزم کر لیا گیا تھا کہ مجلسوں کے اجلاس سنٹ کلاوڈ میں منتقل کر دیئے جائیں۔ بوناپارٹ نے پیرس کے تقریباً تمام سپہ سالاروں اور فوجوں کی تائید حاصل کر لی تھی۔ اس کے بھائی لیوسن کو (جو اب "مجلس پنج صد" کا صدر تھا) یہ امید تھی کہ وہ خود اپنی مجلس کی کارروائی کو (جس میں سازشیوں کی قلت تھی) بیکار کر دے گا۔

۱۸ اربرومیر ۱۷۹۹ کی ضرب کاری۔

۹ نومبر (۱۸ اربرومیر) کو صبح سویرے سپہ سالاروں اور افسروں کا ایک مجمع بوناپارٹ کے مکان کے سامنے مجتمع ہوا۔ اسی وقت میں مجلس قدما کا ایک حصہ بھی جمع ہوا اور حکم یہ نافذ کر دیا کہ اس میقات کے اجلاس سنٹ کلاوڈ کو منتقل ہو جائیں، اور پیرس کی تمام افواج کی سپہ سالاری بوناپارٹ کو عطا کر دی۔ یہ حکم بوناپارٹ کے مکان پر بھیجا گیا اور وہاں فوجوں کے مجمع کے سامنے پڑھا گیا جنہوں نے تلواریں گھما کر اسے قبول کیا۔ بوناپارٹ نے اس وقت فوجوں کو اپنی اپنی جگہ متعین ہو جانے کا حکم دیا۔ پیرس سے استعفاء لے لیا اور باقی دو ناظموں کو لکسمبرگ میں گرفتار کر لیا۔ رات میں پیرس کے اندر بہت شور مچا رہا۔ دو ناظموں کی گرفتاری اور فوجی قوت کی نمائش نے سازش کی اصلی نوعیت کو ظاہر کر دیا اور ان لوگوں کو مقاومت پر برانگیختہ کر دیا جنہیں اب تک خطرے کی کوئی بہت بڑی وجہ نہیں معلوم ہوتی تھی مجالس کا انعقاد سنٹ کلاوڈ میں دوسرے روز دو بجے دن کو ہوا۔ جو کچھ پیش آنے والا تھا "قدما" اس کے لئے تیار تھے مگر "مجلس پنج صد" نے شریک جرم ہونے کے تجاویز کو سننے سے انکار کر دیا اور دستور سلطنت کی وفاداری کا حلف اٹھایا۔ بوناپارٹ خود مجلس قدما کے اندر داخل ہوا اور بہت ہی تند و پریشان الفاظ میں یہ اعلان کیا کہ وہ جمہوریت کو غیر مرئی خطرات سے بچانے کے لئے آیا ہے۔ اس کے بعد وہ اس مجلس سے نکل کر "پنج صد" کے ایوان میں داخل ہوا اور مسلح فوج محافظ اس کے جلو میں تھی۔ سنگینیوں کو دیکھتے ہی غیظ و غضب کا ایک شور برپا ہو گیا۔ ارکان بوناپارٹ پر ٹوٹ پڑے اور اسے ہال سے باہر نکال دیا بوناپارٹ کے بھائی نے اب صدارت کی

کرسی چھوڑ دی اور باہر سپاہیوں سے جاملا جن کے سامنے اس نے صدرِ مجلس کی حیثیت سے تقریر کی۔ سپاہی جواب تک مذبذب میں تھے وہ اب لیوسن کے اس غیر فوجی اقتدار اور اس کی دغا شعار فصاحت سے متیقن ہو گئے۔ طبل بجانے کا حکم دیدیا گیا اور بڑھتی ہوئی سنگینوں کے سامنے سے فرانس کے آخری نمایندے دروازوں اور کھڑکیوں میں سے گھس گھس کر بھاگے۔

سائیس کی تجویز دستور سلطنت

سائیس جس دستور سلطنت کو اب فرانس پر عاید کرنا چاہتا تھا اس کے جزو کل کو اس نے دور ہول و تخویف کے اختتام پر مرتب کیا تھا۔ چونکہ یہ دستور سلطنت اس وقت سونچا گیا تھا اس لئے اس میں ان تمام خدشات کے علامات موجود تھے جو ۱۷۹۵ء کے دستور سلطنت میں صورت پذیر ہوئے ۱۷۹۳ء میں قانونی زیادتیاں ہوئیں اور "دونڈ ریمیر" کے واقعات سے شاہ پرستوں کی جس رجعت کا ثبوت ملا ان سے فرانس کو آیندہ محفوظ رکھنے کے لئے سائیس اور ۱۷۹۵ء کے واضعان قانون دونوں نے کوششیں کی تھیں۔ یہ صاف ظاہر ہو گیا کہ عمومی انتخاب سے ہر وقت یہ امکان موجود تھا کہ مجلس میں شاہ پرستوں کو کثرت حاصل ہو جائے ۱۷۹۵ء کے دستورِ سلطنت سے اس خطرے کا رفعداد ہو گیا کہ ارکان مجلس عارضی کے اختیار کو بڑھادیا سائیس اس پر اس طرح غالب آیا کہ عمومی انتخاب کو بالکلیہ حذف کر دیا اس نے قوم کو اس کے سوا اور کوئی حق نہیں دیا کہ وہ پانچ لاکھ اشخاص کا انتخاب کر دے جو کمیونوں میں عہدوں کے اہل سمجھے جائیں گے اور وہ خود ایک چھوٹی جماعت پچاس ہزار کی منتخب کریں جو صوبوں کے عہدوں کے اہل سمجھے جائینگے۔ یہ پچاس ہزار اپنی باری میں پانچ ہزار کا انتخاب کریں جو حکومت اور مجلس وضع قوانین میں جگہ پانے کے اہل سمجھے جائیں گے، لیکن واقعی تقرر انتخاب کنندگان کی جانب سے نہیں بلکہ حکام عاملانہ کی جانب سے ہوگا۔ اس طرح پر بدعقل انبوہ عوام کو ان کے پرانے ستانیوالے قسیسوں اور شاہ پرستوں اور امرا کے واپس لانے کے اختیار سے محروم کر دیا گیا تھا اور اب یہ اطمینان تھا کہ وہ بدتر سے بدتر جو کارروائی چاہیں کریں اس پر بھی مزید احتیاط کی نظر سے سائیس نے یہ تجویز کی کہ ہر ایک فرانسیسی جو ۱۷۸۹ء

گے بعد سے مجلس وضع قوانین کے لئے منتخب ہوا ہو اس کا شمار آئندہ دس برس کے لئے پانچ ہزار صاحبان امتیاز میں ہو گا۔

بار بنی رجعت عمل کے خلاف جو تحفظات ہمیا کئے گئے وہ یہ تھے کہ ایک واحد مجلس کے بے تکان رائے دے دینے سے فرانس کو جن خرابیوں سے سابقہ پڑا تھا اس صورت کے دوبارہ واقع ہونے کے خلاف سائیس نے مجلس وضع قوانین کو اتنے ہی ایوانوں میں تقسیم کر دیا جتنے مدارج کسی قانون کے منظور ہونے میں پیش آتے ہیں۔ پہلا ایوان یعنے کونسل آف اسٹیٹ (مجلس سلطنت) کا کام یہ تھا کہ حکام عاملانہ جو کارروائیاں تجویز کریں ان کی شکل وصورت مرتب کرے ایک دوسرا ایوان جو "ٹریبیونیٹ" کے نام سے موسوم تھا اس کا کام یہ تھا کہ جو کارروائیاں اس طرح مرتب کی جائیں ان پر بحث کرے اور ان اعتراضات کا تیقن کرے جو ان پر عاید ہو سکتے ہوں تیسرا ایوان جو "جماعت تشریعی" کے نام سے مشہور رہا اس کا کام یہ تھا کہ کونسل اور ٹریبیونیٹ کے نمایندوں کی بحث سننے کے بعد خاموشی کے ساتھ ان کارروائیوں کی موافقت یا مخالفت میں فیصلہ کر دے۔ اس کے بعد سائیس نے جیکوبن (انتہا پسند) اور بار بنی دونوں کے خلاف آخری ناقابل فتح دمدمہ کے طور پر ایک سینیات قائم کی جس کے ارکان مادام الحیات ہوں اور ان کو یہ اختیار ہو کہ ہر ایسے قانون کو کالعدم کر دیں جن میں ایوانوں نے دستور سلطنت کے اندر مداخلت کی ہو۔

اب صرف ایک جماعت عاملانہ کا اختراع باقی رہا سائیس نے اپنے دستور سلطنت کے اور حصوں میں روما سے یونان سے اور وینس سے خیالات اخذ کئے تھے مگر جماعت عاملانہ کے معاملہ میں اس نے برطانیہ عظمیٰ کے سیاسی نظریات کو ترقی دے کر انھیں سے کام لیا۔ اس نے یہ تجویز کی کہ حکومت دو قناصل اور ایک والئی اعظم پر مشتمل ہو شاہ انگلستان کی طرح والی قناصل کا عزل ونصب کرے مگر بذات خود انتظام ملک میں عملی حصہ نہ لے۔ قناصل کے اختیارات علی الترتیب معاملات امن وجنگ تک محدود رہیں۔ سائیس کا یہ دستور سلطنت اگرچہ ہر اعتبار سے بے جوڑ سا تھا مگر اس کی نسبت فی الواقع سمجھا یہ جاتا تھا کہ

ایک معاملہ کو چھوڑ کر اور ہر اعتبار سے اس سے وہی نتیجہ نکلے گا جو سائیس کے مدنظر تھا اس کا مقصود یہ تھا کہ (محشرستان فرانس کے رستخیز کا) اس طرح خاتمہ کرو کہ ہر ایک عنصر کو ایسے اختیار سے محروم کر دے جس سے دفعۃً تغیر واقع ہو سکتا ہو۔ اس کے جسم سیاسیہ کے اعضا یعنی کاونسل جو صرف مسودہ قانون مرتب کر سکتی ہو ٹربینونیٹ، جو صرف بحث کر سکتی ہو مجلس تشریعی جو صرف رائے دے سکتی یعنی لا و نعم کہہ سکتی ہو۔ یہ سب کسی قسم کی ضرر رسانی کے لئے ناکارہ تھیں۔ اور خود قوم کی سیاسی ہستی اسی وقت باطل ہو جاتی تھی جس وقت کہ اس نے اپنے پانچ لاکھ ممتاز افراد کا انتخاب کر دیا۔

سائیس و بونا پارٹ

اس حد تک بونا پارٹ کے مقاصد کے لئے اس سے زیادہ کوئی شئے موزوں نہیں ہو سکتی تھی اور اس حد تک بونا پارٹ نے خاموشی کے ساتھ سائیس کی تجویز کو قبول کر لیا مگر اس کے بعد جو ہونا تھا اس کے متعلق سپہ سالار بہادر کی خود اپنی بھی کچھ تجویز تھی۔ سائیس خود ان کے کام کو اپنے انتہائے پرواز تخیل تک بڑھاے مباحثہ اور صامت و خاموش ایوان کے درمیان تقسیم کر سکتا تھا مگر جس وقت کہ اس نے اپنے انتشاری طریق کو جماعت عاملانہ پر عاید کیا اسی وقت بونا پارٹ نے اس ضعیف البنیان استدلال کو پرکاہ کی طرح اڑا دیا اور اس کے اس ایوان خیالی کے اندر ایک مطلق العنان شخصی حکمرانی کا مجسمہ واقعہ نصب کر دیا یہ مخلوق وہم الکٹر دوالی) اور اس کے متاجر قناصل اس صاحب اقتدار سے کچھ مناسبت نہ رکھتے جیسے فرانس بطور اپنے سرگروہ اعلیٰ کے دیکھنا چاہتا تھا۔ بونا پارٹ چلا اٹھا کہ "آیا ایسی مضحکہ خیز شئے کبھی کوئی ہوئی ہے۔ کوئی ذی ہوش اس عہدے کو قبول کرے گا"

سائیس کا اس نزاکت کے ساتھ اس توازن کا قایم کرنا بالکل بے کار گیا۔ اس کے نظریات نے فرانس کے لئے ایسے شاندار تماشے مہیا کر دیے جنھوں نے ایک شخص واحد کی مرضی کے نیچے قوم کے فنا ہو جانے کو پوشیدہ کر دیا۔ ۱۷۹۹ء میں فرانس کو عاملانہ حکومت کا جو قالب نصیب ہوا وہ وہی تھا جیسے بونا پارٹ نے ایک مطلق العنان مرکزی اقتدار کے تصور سے اخذ کیا تھا۔ قنصل

اول نے تمام عاملانہ اقتدار کو اپنی ذات واحد میں مجتمع کر لیا۔ اس کے ساتھ دو رفیق کار شامل کر دئے گئے تھے جن کا کام صرف مشورہ دینا تھا۔ کونسل آف اسٹیٹ (مجلس سلطنت) کا مآل صرف یہ ہوا کہ فرانس کے بلند ترین اصحاب خبرت و فطنت حاکم اعلیٰ کی خدمت کے لئے مہیا ہو گئے اور ان کی وجہ سے اس کے اقتدار اعلیٰ میں کوئی خلل نہیں پڑا و وزارت سلطنت اور صوبوں کے تمام اعلیٰ عہدے قنصل اول کے نامزد کردہ لوگوں سے بھر گئے اور کوئی قانون اس کی خواہش کے بغیر تجویز نہیں ہو سکتا تھا۔

۱۷۹۱ء و ۱۷۹۹ء کے تنظیمات کا مقابلہ

۱۷۸۹ء کی مجلس قومی نے فرانس کو جو تنظیمات عطا کئے اور نظم قنصلی میں جو تنظیمات اسے پیش کئے گئے ان دونوں میں اتنا بین و قطعی تفاوت تھا کہ موجودہ الفاظ کے عالم سے باہر یہ تفاوت کہیں نظر نہیں آسکتا۔ مقامی رسم و رواج اور قدیم قانون کے باقیات جس سے انگلستان اور ممالک متحدہ امریکہ کے مختلف عمومیات کے درمیان فرق نرم ہو جاتا ہے ان کا فرانس کے قطعی و حتمی طرز کے اس سیاسی نظم میں کہیں نام و نشان بھی نہ تھا جو ۱۷۹۱ء اور ۱۷۹۹ء میں ڈھالے گئے تھے۔ مجلس ترکیبی نے تعمیر جدید کے شروع کرنے کے قبل میدان کو صاف کر دیا تھا اس کی تعمیر جدید حقوق انسان پر مبنی تھی جو انتخاب عمومی کے ذریعہ سے مقامی حکومت خود اختیاری کے ہم معنی تھا اس میں کمیونوں کے انتظام کا ایک ایسا نظم اختیار کیا گیا تھا جس سے وہ اس درجہ مکمل طور پر ایک دوسرے سے آزاد ہو گئے تھے کہ غیر ملکی ناقدین فرانس کی حالت کو یوں بیان کرتے تھے کہ وہ چالیس ہزار جمہوریات میں منقسم ہو گیا ہے، اور جب ۱۷۹۳ء میں ایک جدید مرکزی حکومت کے قائم کرنے اور دار الصدر سے صوبوں میں کمشنروں کے بھیجنے کی ضرورت لاحق ہوئی تو یہ نکتہ چینی فی الواقع صحیح ثابت ہو گئی۔ ۱۷۹۱ء کے دستور سلطنت میں جمیع اساقفہ، عہدہ داران افواج قومی سب کے سب عمومی انتخاب کے تابع تھے۔ وزیر جنگ کے لئے دشوار تھا کہ کمیونوں کے میر (صدر) کی اجازت لئے بغیر ایک دستہ فوج کو ایک گاؤں سے دوسرے گاؤں میں

۱۷۹۹ء کی مرکزیت

بھیج سکے۔ اس کے برعکس ۱۷۹۹ء کے دستور سلطنت میں تمام اقتدارات سرگروہ سلطنت سے حاصل ہوتے تھے۔ مرکزیت کا ایک ایسا نظم نافذ ہو گیا تھا کہ شاہان فرانس کے دور میں اس کی کوئی نظیر نہیں مل سکتی وہ تمام امور جو شاہی اقتدار کی روک تھام کا کام دیتے تھے مثلاً قانونی پارلیمنٹیں، برٹنی اور لینگیوڈاک کی صوبجاتی اسٹیٹس (پارلیمنٹ)، علمائی و کلیسائی شخصیات کے حقوق یہ سب محو و فنا ہو گئے تھے امتیازات خاص کے انبار بے ترتیب (جنھوں نے بار بار شاہی میں تعدیل پیدا کر دی تھی) اور انقلاب کے عمومی مجالس سب کے بجائے حاکموں کا ایک سلسلہ قائم ہو گیا جو صفہائے فوجی کی تربیت کے مانند منضبط و علی الاطلاق تھا۔ ۱۷۹۱ء کے دستور سلطنت کے موافق جس جگہ مقامی نمایندوں کی جماعت صوبے کے کاموں کے چلانے کے لئے مجتمع ہوتی تھی اب وہاں ایک "پریفیٹ" (صوبہ دار) ہوتا تھا جس کا تقرر قنصل اول کرتا تھا اور وہ بھی قنصل اول ہی کے مانند مطلق العنان ہوتا تھا اور صرف ایک نامزد شدہ کونسل اپنے مشورے سے اس کی مدد کرتی تھی اور اس کونسل کا انعقاد سال میں دو ہفتوں کے لئے ہوتا تھا۔ "پریفٹ" کے تحت ایک عہدہ دار اور اسی قسم کی ایک کونسل ضلع کا مقامی کام انجام دیتی تھی۔ یہاں تک کہ چالیس میر (صدر) اور ان کی (کمیونی) کونسل سب کے سب بالواسطہ یا بلاواسطہ سرگروہ سلطنت کی طرف سے مقرر ہوتے تھے۔ فرانس میں کوئی صاحب اختیار ایسا نہ تھا جو دیہات کے ایک پل کی مرمت کر سکے یا قصبہ کی سڑکوں پر روشنی کر سکے مگر یہ کہ اس کا تقرر مرکزی حکومت کی طرف سے ہوا ہو یہ بھی نہ تھا کہ قنصل اول کا اختیار نظم و نسق تک محدود ہوتا نظم عدالت کے اعلیٰ اور ادنیٰ ارکان کے علاوہ بقیہ تمام ججوں کو بھی وہی نامزد

کرتا تھا اور اپنے حسب مرضی انھیں ادنیٰ واعلیٰ جگہوں پر تبدیل کر دیتا تھا۔

یہی کیفیت اس نظم کی جو ایک بڑی حد تک خود فرانسیسی قوم کی پسندیدگی پر مبنی تھا اور جس نے قومی خصلت میں اور بھی زیادہ گہری طور پر ایک موجود کل وحاوی کل طاقت پر انحصار کرنے کی رضامندی پیدا کر دی تھی۔ اپنی قرین عقل تنظیم اپنی پابندی اور اعلیٰ ارباب علم وتجربہ کو اپنے قبضہ قدرت میں رکھنے کے باعث حکومت کا یہ نظم ملک کو جلیل القدر و عاجلانہ فوائد پہنچانے میں ناکام نہیں رہ سکتا تھا۔ اس نظم کے متعلق بالعموم خود فرانسیسی بھی یہ خیال کرتے ہیں کہ یہ سیاسی دانش کی نفیس ترین پیداوار ہے۔ اس حکومت خود اختیاری کے مقابلہ میں جو اس وقت اور اس کے بعد بہت زمانہ تک انگلستان میں قائم رہی فرانس کی اس مرکزیت کو تساہل و تہاون اور اجتماع ضدین کے مقابلہ میں ترقی ذہانت کی فوقیت حاصل رہی، لیکن جو قوم بھی انتظامی قوتِ کار کے لئے مقامی آزادی اور اس سے متعلقہ جملہ حظ وانتفاع کو ترک کر دیتی ہے اسے اس کے لئے بہت ہی گراں و بے اندازہ قیمت دینی پڑتی ہے۔ حق عامہ کے نفاذ میں کوئی عملدر آمد ایسا نہیں تھا کہ جس نے بعد کی فرانسیسی نسل کو کسی عام غاصب کی خود کاری کے خلاف مسلح کر دیا ہو۔ نپولین کے وضع کردہ تنظیمات کو اس تصنیف وتخریب سے جو ایک نہ ایک وقت جملہ مطلق العنانیوں کو غارت کر دیتی ہے کوئی غیر فانی شباب محفوظ نہیں رکھ سکتا تھا۔ جس مورخ نے قنصلیت کے سیاسی نظم کے لئے تعریف و توصیف کا ہر ایک لفظ صرف کر دیا تھا وہ اس وقت تک زندہ رہا کہ اس نے خود بہ حیثیت سرگروہ سلطنت کے بالاعلان یہ کہا کہ فرانس کی پہلی ضرورت تفوق اختیار کی تھی[1]۔

[1] ایم۔ تھیرز۔ ۲۱ فروری ۱۸۷۲ء۔

دس برس کی بیچینی کے بعد یہ غیر ممکن تھا کہ فرانسیسی قوم کو کوئی حکومت بھی اس حکومت سے زیادہ گوارا ہوتی جس نے اپنے نسبت یہ اعلان کردیا تھا کہ وہ کسی فریق یا کسی رائے کی نمائندہ نہیں ہے بلکہ وہ خود فرانس کی نمائندہ ہے۔ قوم کے کسی جزو نے قنصلیت کے قایم کرنے میں فتحمندی نہیں حاصل کی تھی اور کسی جزو کو اس سے کوئی شکست بھی نصیب نہیں ہوئی تھی۔ خود اپنے علوِ مرتبیت کے ساتھ نپولین نے ملکی تصادم کے بند ہونیکا اعلان کردیا تھا۔ ایک حکومت ایسی پیدا ہو گئی تھی جس نے سب کو خدمت کی صلادی جو سب سے خدمت لینا سب کو انعام دینا اور سب میں مصالحت کرا دینا چاہتی تھی۔ قنصل اول کے ابتدائی کاموں سے مصالحت باہمی کی ایک حکمت عملی کا اظہار ہوتا تھا۔ جس سے اس کو یہ توقع تھی کہ وہ تمام فرانس کو اپنے گرد جمع کر لے گا۔ یرغمال کا قانون جس کے تحت مقامی شاہ پرستوں کی شورشوں کے انتظام کے طور پر سیکڑوں خاندان نظر بند تھے، اسے منسوخ کر دیا گیا اور قیدیوں کو ان کی رہائی کی خبر سنانے کے لئے نپولین بذات خاص ٹمپل میں گیا۔ جلاوطنوں کی فہرست میں سے کثیر التعداد اشخاص کے نام خارج کر دیے گئے اور جن لوگوں نے واقعتاً اپنے ملک کے خلاف کوئی کام نہیں کیا تھا بعد میں ان کے لئے بھی معافی کا راستہ کھول دیا گیا۔ سلطنت کے عہدہ داروں کے انتخاب میں بھی بوناپارٹ نے تمام فریق کے لوگوں کی رضا حاصل کرنے کی خواہش کا اظہار کیا۔ ایک شاہ کش کیمبسرس قنصل دوم مقرر ہوا اور لوئیس شانزدہم کا ایک پرانا عہدہ دار اس کا رفیق بنایا گیا۔ وزارت سینیٹ اور کونسل آف اسٹیٹ (مجلس سلطنت) میں قوم نے یہ دیکھ لیا کہ ہر ایک پیشۂ زندگی اور ہر ایک سیاسی جماعت سے مسلمہ قابلیت

کے لوگ منتخب کیئے گئے تھے۔ فرانس کی کسی حکومت کے ارکان میں اتنے نام ونمود کے قابل وتجربہ کار اشخاص شامل نہیں تھے۔ صرف ایک صفت شرط لازمی تھی یعنے خدمت واطاعت کے لئے کمربستہ رہنا۔ جس ذہنی عظمت نے بونا پارٹ کے دل میں یہ خیال جمادیا تھا کہ فرانس کی تمام قوتوں کو متحد کر لینا چاہیے اس میں اس اخلاقی فیاضی کا گذر نہیں تھا کہ وہ اپنی ذات کے ساتھ مخالفت کو معاف کر دے یا اس قوت عمل کے ساتھ رواداری برتے جو اس کے سوا کسی اور کی بلند حوصلگی کے تحت کام کرتی ہو۔ وہ اقتدار کو بہترین ہاتھوں میں دیکھنا چاہتا تھا۔ وہ قابلیت کی جستجو میں رہتا اور اسے ترقی دیتا تھا مگر اس شرط خفی کے ساتھ کہ اس کی روش اسی کے زیر ہدایت رہے۔ اس حد کے باہر قابلیت اس کی دوست نہیں دشمن تھی۔ بونا پارٹ ایک طرف تو یہ فخر کرتا تھا کہ اس نے قابلیت کی ترقی کے لئے دروازے کھول دیئے ہیں دوسری طرف اس نے پیرس کے تمام آزاد اخباروں کو دبادیا اور میڈیم ڈی اسٹیل کو اس بنا پر جلاوطن کردیا کہ اس کے مہمان جب تحریر سے مجبور ہو گئے تو آزادی کے متعلق مکالمات کیا کرتے تھے۔ انقلاب کے قدیم دشمن شاہ پرستوں اور پادریوں کے خلاف بھی اس کی مراعات ایسی ہی طرفدارانہ اور ایسی ہی جچی تلی ہوئی تھی۔ ونڈی کے امرا اور برٹنی کے توہمات کے متعلق اس میں پیرس والوں کی قدیم نفرت کا مطلق اثر نہیں تھا بلکہ وہ اہل برٹنی کی وفاداری وپرہیزگاری کو رعایا کے لئے عمدہ اوصاف سمجھتا تھا مگر جب انھوں نے اطاعت میں قصور کیا تو اس نے مغرب میں اپنے سپہ سالاروں کو یہ حکم دیا کہ وہ ان کے دیہاتوں کو جلا ڈالیں اور ان کے سرداروں کے سروں کے لئے انعام مقرر کر دیں۔ انصاف رواداری نیک اعتقادی یہ وہ اوصاف تھے کہ بونا پارٹ کے نزدیک

خود اس کے آلہ ہائے کار اور اس کے حلفا کے دائرے سے باہر ان کا کوئی وجود نہیں تھا۔

بوناپارٹ کی حکومت خودسری کا اثر فرانس سے باہر

فرانس کے خارجی تعلقات کے معاملہ میں بیباک سے بیباک شخص کے لئے بھی اب یہ ممکن نہیں رہا تھا کہ فرانس کا تطاول جس حد کو پہنچ چکا تھا اس کو اور آگے بڑھا سکتا۔ تاہم بوناپارٹ کی سربلندی کا بہت ہی گہرا اثر ان سلطنتوں پر پڑا جن کی قسمت کا پانسہ فرانس کے دست قدرت میں تھا۔ نہ صرف یہ کہ ایک ایسی طبیعت کا شخص جو تمام بنی نوع انسان کے نسبت یہ سمجھتا تھا کہ وہ سب کے سب اس کی بساط کے مہرے ہیں وہ شخص ایک ناقابل مقاومت فوجی قوت کا رہبر ہو گیا تھا بلکہ جس دن سے فرانس نے بوناپارٹ کے سامنے سر تسلیم خم کیا اسی دن سے ان سیاسی تغیرات نے جو فرانسیسی فوج کے ساتھ ساتھ قدم بڑھائے چلتے تھے کچھ اور ہی رنگ اختیار کیا۔ بلجیم، ہالینڈ، صوبجات راین، سس الپاین دوراے اُلپس) روما اور پارتھنوپ (نیپلز) تمامی جمہوریات کیسے ہی ظلم و جور کے حالات کے ساتھ کیوں نہ وقوع میں آئے ہوں مگر اتنا تو تھا کہ ظاہری اشکال کے اعتبار سے حاوی اقتدار اعلیٰ سب جگہ برقرار رکھا گیا تھا۔ اصلی اختیار فرانس سپہ سالاروں اور کمشنروں کے ہاتھ میں ہو مگر حریت کے صلائے عام کتنی ہی غیر صادقانہ طور پر کیوں نہ بلند کی گئی پھر بھی اس سے ایسی امیدیں اور آرزوئیں پیدا ہو گئی تھیں جو بجائے خود غیر صادق نہیں تھیں۔ اطالیوں کے تقریبات حصول آزادی، شجرہائے حریت، وطن پرست مجالس کی فصاحت و بلاغت ان سب سے حکومت خود اختیاری کے جذبۂ فطری کا شیون بہت کم نظر آتا تھا مگر ان سے اتنا تو ظاہر ہوتا تھا کہ زمانہ ماضی سے ایک فریق قایم ہو گیا ہے، اور ۱۷۹۶ء اور

۱۸۹۹ء کا درمیانی وقفہ درحقیقت ان امیدوں کا زمان آفرینش تھا جو اس کے بعد سے اطالیہ کی آزادی و اتحاد کی عملی شکل میں ظہور پذیر ہوئے تھے جب تک فرانس میں خود مجلسوں کی ہنگامہ خیزی دیہاتوں اور قصبوں کے انتخابات جاری تھے اس وقت تک اس کے لئے یہ ناممکن تھا کہ وہ آلپس کے دوسرے جانب جمہوریات قایم کرے اور ان میں جمہوری تنظیم و رواج کی کچھ نہ کچھ تخم افشانی نہ ہونے دے مگر جب تمام طاقت ایک شخص واحد کے اندر مرکوز ہو گئی، جب تحریری و تقریری الفاظ سلطنت کے خلاف جرم ہو گئے جب قدیم بلدیات کے شور و غوغا کے بجائے محرروں کی ایک جماعت اپنے سر دفتر کے تحت خاموشی و انضباط کے ساتھ کام کرنے لگی تو پھر فرانسیسی اثر کی پیش قدمی کے معنی یہ نہیں رہے کہ حکومتوں کے مقابلہ میں عمومی قوتوں کی تائید کی جائے گی۔ بوناپارٹ نے حکومت کی جو شکل فرانس کو عطا کی تھی وہی شکل وہ فرانس کے زیر دستوں کو بھی عطا کرنا چاہتا تھا پس اس طرح ان اقوام میں جن پر قنصلیت کا براہ راست اثر پڑا تھا۔ اقتدار کے مغلوب ہو جانے کے بجائے اسے بہت زیادہ تقویت حاصل ہو گئی تھی۔

فرانس نے بیرون ملک میں عمومیت کا جوش پیدا کرنا ترک کر دیا مگر شاہی نظم کے تحت مساوات کو ترقی دیتا رہا۔

چنانچہ بویریا اور چھوٹی جرمانی سلطنتوں میں بھی یہی ہوا۔ بوناپارٹ نے جذبۂ انقلاب کے جس جزو کو خود وطن میں قبول کیا تھا یعنی امتیازات کی برطرفی، حقوق جاگیری کی منسوخی، قانون کے سامنے تمام مراتب و مدارج کی مساوات اور خدمات ملکی میں تمام لوگوں کا داخلہ اس جزو کو اس نے راین کے پار بھی پہنچا دیا۔ لیکن فرانس کے زیر دست سلطنتوں میں معاشری نظم کی اس ہمواری اور متروک الایام امتیازات کے بجائے نظم

واتحاد کی اس برقراری نے قوم کے تفوق کے لئے نہیں بلکہ تاج کے تفوق کے لئے راستہ صاف کیا۔ جو اختیار مشخصہ جماعتوں نائبیٹوں اور پادریوں سے نکال لیا گیا تھا۔ وہ عوام کے نمایندوں کو نہیں بلکہ کابینی وزرا اور ان عہدہ داروں کو دیا گیا جن کی ترتیب فرانس کے دایرۂ حکمرانان کے نمونہ پر ہوئی تھی فرانسیسوں نے اپنے انقلاب کے پہلے دور میں یورپ میں حریت و حکومت خود اختیاری کی جو روح حلول کرنا چاہی تھی اس سے اب وہ خود دست بردار ہو گئے تھے۔ حق عمومی کا وہ اعتقاد جس نے ۱۷۸۹ء کے تغیرات اور شاہ جوزف کے مساعی میں فرق کر دیا تھا وہ انقلاب کے طوفان میں غرق ہو گیا۔

بااین ہمہ بونا پارٹ کے جن تدابیر نے ۱۷۸۹ء کے آزادانہ و بیغرضانہ جذبہ کو ٹھکرا دیا تھا اسے محض ایک کارسکی سپاہی کی عیاری یا ازمنہ وسطیٰ کے کسی صاحب جودت کی اپنی وقت سے بڑھی ہوئی بلند پروازی نہ قرار دینا چاہئے۔ خود اپنے انتہائی خود سرانہ یا انتہائی روایت پسندانہ جذبہ کو تا حد غایت پورا کرنے کے بعد بونا پارٹ نے اپنی پیدا کردہ سلطنتوں میں ایسے خیالات جاری وساری کر دئے تھے کہ فرانسیسی انقلاب کے قبل یورپ کے بڑے سے بڑے صاحبان ابداع نے اپنے کام کی بنیاد انھیں خیالات پر رکھی تھی۔ فریڈرک اور جوزف نے جس کام کی تکمیل کی تھی یا جس کام کی تکمیل میں ناکام رہے تھے وہ مغربی جرمانیہ میں اس وقت پورا ہو گیا جب اس کے فرمانروا قنصل اول کے زیر دست ہو گئے۔ بوناپارٹ فرانسیسی انقلاب کا بچہ نہیں تھا۔ وہ ان مطلق العنان قانون سازوں کا آخری اور سب سے بڑا شخص تھا جنھوں نے غیر آزاد دور میں کام کئے تھے۔ اس کے تحت فرانس نے وہ شے کھو دی جو خاص الخاص فرانس کی معلوم ہوتی تھی اور اس لئے نہایت ہی زور کے ساتھ ترقی کی ان شکلوں کو آگے بڑھایا جو خود اس میں اور بقیہ یورپ میں مشترک

تھیں۔ بوناپارٹ نے کسی آبادی کو حریت تک نہیں پہنچایا مگر امتیازات کے فنا کر دینے، نسب کے قانونی فرقوں کے منسوخ کر دینے اور سلطنت کے ایک حکمران کے تحت تمام شخصی و جماعتی اقتدار کو ہموار کر دینے سے اس نے زمانہ مابعد کی اس تعقلی آزادی کے لئے راستہ تیار کر دیا جب سلطنت کی حکومت خود قومی مرضی کی نمائندہ ہو جانے والی تھی۔

باب پنجم

بوناپارٹ کا آسٹریا و انگلستان کی طرف دست سبقت بڑھانا۔ جنگ کا جاری رہنا۔ سینا کا جینوا میں محصور ہو جانا۔ مورو کا جنوبی جرمانیہ پر حملہ کرنا۔ بوناپارٹ کا کوہ سنٹ برنرڈ کو قطع کرنا اور آسٹریوں کے عقب میں وارد ہونا۔ جنگ مرنگو۔ آسٹریوں کا منسیو کے عقب میں ہٹ جانا۔ آسٹریا و انگلستان کے درمیان معاہدہ۔ آسٹریا کا جنگ کو جاری رکھنا۔ جنگ ہوہنلنڈن۔ صلح لیونیویل۔ انگلستان اور شمالی معاقدہ بحری کے درمیان جنگ۔ جنگ کوپن ہیگن۔ پال کا قتل۔ بحری جنگ کا خاتمہ۔ انگریزی فوج کا مصر میں داخل ہونا۔ فرانسیسیوں کا اسکندریہ میں شکست کھانا۔ ان کا قاہرہ اور اسکندریہ میں خود کو حوالہ کر دینا۔ انگلستان و فرانس کے مابین مبادی صلح پر لندن میں دستخط ہو جانا اور اس کے بعد صلح امینز کا موکد ہونا۔ پٹ کی حکمت عملی متعلقہ آئرلینڈ اور اس کی کنارہ کشی۔ صلح کے متعلق مباحثات۔ بر اعظمی صلح کے دوران میں بوناپارٹ کی دست درازیاں۔ ہالینڈ، اٹلی سویزرلینڈ۔ فرانسیسی و روسی اثر کے تحت جرمانیہ کا بندوبست۔ کلیسائی سلطنتوں اور آزاد شہروں کا انفساخ

اس کے اثرات۔ ایٹین۔ فرانس تحت حکومت قنصلی۔ ضابطہ دیوانی۔ صلح پاپائی۔

بوناپارٹ کا آسٹریا اور انگلستان کی طرف دست سبقت بڑھانا ۱۷۹۹ء

حکومت قنصلی کے قایم ہو جانے سے فرانس کو فریقون کے مناقشات سے امن حاصل ہو گیا۔ قوم کو غیر ملکی جنگ و جدل سے امن حاصل کرنے کی خواہش بھی کم نہ تھی اور اگرچہ قنصل اول بذات خود بہت بے صبری کے ساتھ آیندہ مہم کی تیاری کر رہا تھا مگر اس کی حکمت عملی کا اقتضا یہ تھا کہ وہ خود کو فرانس اور یورپ کے مابین ثالث کی حیثیت سے نمایاں کرے۔ معمولی سیاسی صورتوں کی پروانہ کر کے بوناپارٹ نے خود اپنے نام سے شہنشاہ فرانسیس اور شاہ جارج سوم کے نام خطوط روانہ کئے اور اس امر پر اظہار افسوس کیا کہ جو قومیں طبعاً متحد ہیں ان پر جنگ نے کیسے کچھ مصایب نازل کئے ہیں، اور صلح کے متعلق گفت و شنود جاری کرنے کے لیے اپنے شخصی اشتیاق و اضطراب کا اظہار بھی کیا۔ آسٹریا کا جواب حسن خلق کو لیے ہوئے تھا اور اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ بوناپارٹ کی طرف سے یہ خواہش ہوئی کہ معاہدہ کیمپو فارمیو کی بنیاد پر صلح کے لئے معاملت کی جائے۔ اس قسم کی تجویز بوناپارٹ کے اصلی ارادوں کی بہترین شہادت تھی۔ آسٹریا نے لمبارڈی کو دوبارہ فتح کر لیا تھا اور جمہوریت کی فوجوں کو دریائے ایڈج سے ہٹا کر نائیس سے چند میل کے اندر پہنچا دیا تھا۔ پس ایک ایسی صلح کی تجویز کرنا جس سے صرف وہ حالت بحال ہو جائے جو زمانہ جنگ میں تھی محض تمسخر تھا پس آسٹروی حکومت نے یہ ظاہر کیا کہ وہ اپنے حلفا کی اتفاق رائے کے بغیر معاملت کرنے سے معذور ہے۔ لیکن انگلستان کی طرف سے قنصل اول کے ان پیامات مودت کا جواب دو ٹوک اور سخت تھا۔ اس میں جنگ کے اسباب کو ایک ایک کر کے شمار کیا گیا اور اس بے اطمینانی کو دکھایا گیا تھا جس کی وجہ سے انگلستان ایک انقلابی حکومت کے ساتھ نامہ و پیام کرنے سے مجبور تھا، اور اگرچہ صلح کی شرط کی حیثیت سے خاندان بار بن کی بحالی پر اصرار نہیں کیا گیا تھا مگر یہ

کہا گیا تھا کہ برطانیہ عظمیٰ کے نزدیک فرانس کی صدق نیت اور ٹھیک برتاؤ کی کوئی ضمانت اس سے زیادہ قابل پذیرائی نہیں ہو سکتی کہ قدیم خاندان کو واپس بلا لیا جائے۔[1]

سلطنتوں کے کاغذات میں غلطی رائے کے اعتبار سے بہت ہی کم تحریریں اس انگریزی اعلام نامہ سے زیادہ نمایاں ہو گئیں اس کا مقصود یہ تھا کہ حصول صلح کے طور پر شاہان بار بن کے واپس بلانے کے لیے فرانس سے سفارش کی جائے اس سے بونا پارٹ کو یہ دکھانے کا موقع مل گیا کہ انگلستان فرانسیسی قوم کے معاملات میں زیادتی کی حد تک دخل انداز ہونا چاہتا ہے اور شاہان بار بن اپنے ملک کے دشمن کے ہاتھ سے اپنی واپسی و بحالی چاہتے ہیں۔ پیرس سے پٹ کی حکومت کو جو جواب دیا گیا وہ اس انداز کا تھا جس انداز میں ایک بلند حوصلہ قوم (جس نے حال میں اپنے حکمراں کو نکال دیا تھا) اس قوم کو جواب دیتی جس نے ایک صدی قبل اپنے حکمرانوں کو نکالا تھا۔ یہ کہا گیا کہ فرانس کو ایک نا قابل خاندان کو برطرف کر دینے کا ویسا ہی معقول حق حاصل ہے جیسا برطانیہ عظمیٰ کو ہے۔ اگر ٹیلر نیڈ کا جواب شاہ جارج کو یہ یقین دلانے میں ناکام رہا کہ ہار بنون کے بحال کرنے کے قبل اسے چاہیے کہ وہ خود خاندان اسٹوراٹ کے حق میں اپنے تخت کے حقوق سے دست بردار ہو جائے لیکن اس جواب کو اس امر میں کامیابی ہو گئی کہ فرانس نے جو زیادتیاں کی تھیں ان کی طرف سے خیالات کو ہٹا کر انگریزوں کے پیش کردہ دعاوی کی طرف منعطف کر دے، مگر اس یقین کی کوئی حد نہیں ہے کہ اس سے واقعات کی حقیقی رفتار میں کوئی فرق پڑا۔ برطانی کابینہ نے جن غلطیوں کی وجہ سے اپنے بیان مدعا کو کمزور کر دیا تھا ان کے باوجود فرانسیسی حکومت اچھی طرح واقف تھی کہ انگلستان نے لئے جنگ کے اسباب کیا ہیں۔ فرانسیسی قوم کے عامۃ الناس اب کیا خیال رکھتے تھے یا کیا خیال نہیں رکھتے تھے اس معاملہ کی

---

[1] پارلیمنٹی تاریخ۔ جلد سی و چہارم ۱۱۹۸۔ تھبو گٹ "خلاصہ" جلد دوم ۴۴۵۔

نوعیت اب بہت ہی خفیف ہو گئی تھی۔

فوجوں کی حالت محل وقوع

جنگ جاری رہی۔ سرما ورن ۱۸۰۰ء کا موسم بہار اس مہم کے پرزور مگر پوشیدہ تیاریوں میں گزر گئے جس کا مقصد آسٹریوں کو اطالیہ سے نکالنا تھا۔ پڈمانٹ میں آسٹریوں نے مہینوں بیکاری میں ضائع کر دئے اگر وہ اس وقت سے کام لیتے تو جنیوا ان کے ہاتھ میں آجاتا اور بوناپارٹ کی فوج کے میدان میں آنے کے قبل ہی اطالیہ کی فتح مکمل ہو جاتی۔ اپریل کے قبل یہ نہ ہوا کہ آسٹریوں کا سپہ سالار میلاس جنیوا کے جانب سے کوہ اپنیاینز پر فرانسیسیوں کے مواقع پر حملہ کرتا۔ کوہستان کی معرکہ آرائیوں میں دو ہفتے اور گزر گئے۔ قبل ازیں کہ فرانسیسیوں کا موجودہ سپہ سالار مسینا جنیوا میں بند ہو گیا اور خشکی و تری دونوں جانب سے اس نے خود کو محصور پایا۔ بوناپارٹ عنقریب جس فوج کی قیادت کیا چاہتا تھا وہ ڈجان اور جنیوا کے درمیان پڑی ہوئی تھی اور فصل اول کی آمد کا انتظار کر رہی تھی۔ کنار رائن پر اسٹرابرگ سے شافہاسن تک ایک لاکھ سپاہ موروَ کے تحت جرمانیہ میں داخل ہونے کے لئے تیار تھی۔ موروَ کو یہ کام سپرد ہوا تھا کہ وہ بالائے ڈینیوب سے آسٹریوں کو پیچھے ہٹائے اور اس طرح سوئزرلینڈ کے اندر سے ہو کر بوناپارٹ کی فوج پر حملہ آوری کو ناممکن بنا دے۔ موروَ کی فوج سب سے پہلے حرکت کرنے والی تھی۔ ایک آسٹروی فوج جو موروَ کی فوج سے کمتر نہ تھی رائن کے اس گھماؤ کے اندر خیمہ زن تھی جو بیڈن اور ورٹمبرگ پر حاوی تھا۔ موروَ نے رائن کے مختلف مقامات سے عبور کیا اور پے بہ پے شاطرانہ نقل و حرکت سے اپنے حریف کرے کو اس روش پر لایا کہ اس نے بلیک فارسٹ کے اندر سے ہو کر جانے والے تمام راستوں پر قبضہ کر لیا مگر خاص وہ راستے کھلے رہ گئے جن سے ہو کر شمالی فرانسیسی فوج فی الواقع گزرنے والی تھی۔ مسلسل معرکوں کا نتیجہ یہ ہوا کہ موروَ جنوب ڈینیوب میں الم تک قابض ہو گیا جہاں کرے نے اپنے خندقوں سے محصور لشکرگاہ میں پناہ لی ان معرکوں

میں فرانسیسی سپہ سالار نے اپنی کاردانی اور شکست خوردہ آسٹریوں نے اپنی شجاعت کے جوہر دکھائے۔ موروؔ کو اُس کے ہدایات کے موافق اس حد سے آگے بڑھنے کی ممانعت تھی آسٹروی فوجوں کو اطالیہ کو جانے والی سڑکوں سے علیحدہ کر دینے سے اس کا کام پورا ہو گیا تھا۔

بوناپارٹ کا آلپس کو قطع کرنا مئی ۱۸۰۰ء

اب بوناپارٹ کی فوج حرکت میں آئی۔ اس کا جائے مقصود ہنوز راز میں تھا آسٹریا کے سپہ سالاروں کو اس کی موجودگی تک میں شبہ تھا۔ ۶ مئی کو قنصل اول خود جنیوا میں آیا اور فوج کی کمان اپنے ہاتھ میں لی۔ یہ فوج اب جس مہم میں در آنا چاہتی تھی اس سے بوناپارٹ نے یہ مقصد رکھا تھا کہ جنگ میں چشم یورپ نے اب تک جو عجیب سے عجیب امر دیکھا ہے یہ کام ان سب سے بڑھ جائے۔ کوہستان آلپس میں ہینبال اور سیوراف کی نبرد آزمائیوں نے کوہستانی جنگ آوری کے خیالات اس کے ذہن میں بسا دئے تھے۔ فطرت پر ایک ایسی فتح حاصل کرنا جو ان دونوں کی فتحوں سے زیادہ اثر انداز ہو لمبارڈی کی کی آسٹروی فوجوں کی موجودہ حالت کے اعتبار سے میدان کی ایک فتح کا پیش خیمہ ہو گی جس کے اثرات دشمن پر بے نظیر ہونگے۔ اس کے بجائے کہ وہ شاہی سڑک کے طرف سے بڑھ کر جنیوا کو خلاص دلاتا بوناپارٹ نے یہ ارادہ کیا کہ کوہستان آلپس کو قطع کر کے آسٹریوں کے عقب میں جا پڑے۔ اس صورت میں ایک شکست بھی آسٹریوں کو منٹوا کے رسل و رسائل سے منقطع کر دے گی اور نتیجہ اس کا یہ ہو گا کہ یا تو آسٹریا کی فوج خود کو حوالہ کر دے گی یا اپنا تمام فتح کردہ ملک اسے خالی کر دینا پڑے گا۔ پس بوناپارٹ اپنی فوج کو پہاڑوں کے اندر لے چلا سینٹ برنرڈ والا راستہ اگرچہ گاڑیوں کے گزر کے لایق نہ تھا مگر ایک ایسے سپہ سالار کے لئے جسے مہندسی سامان و ماہران کے ہر طرح کے وسایل حاصل تھے وہ بہت ہی کم دشواری کا باعث ہوا اور اسی سڑک پر سے ہو کر فوج نے کوہ آلپس کو قطع کیا۔ توپیں گاڑیوں پر سے اتار دی گئیں اور مجوف درختوں کے اندر رکھکر پہاڑ پر کھینچی گئیں۔

ہزاروں خچروں نے سامان حرب اور ضروریات کو منتقل کیا۔ مرمت کے لیے پہاڑ کی دونوں جانب کی ڈھال پر کارگاہیں بنا دی گئیں اور سینٹ برنرڈ کی خانقاہ میں اتنا سامان جمع کر دیا گیا کہ سپاہی جب چھ روز (۱۵۔۲۰ مئی) کے مسلسل سفر کے بعد اس حصہ کوہ پر پہنچے تو وہ ان کے لئے کافی ہوا۔ سینٹ برنرڈ کا یہ انقطاع انضباط، دوربینی اور خوش انتظامی کی ایک شاندار کامیابی تھی۔ فوجی مبادرت کی حیثیت سے اس میں وہ خطرہ وہ تکلیف اور اندیشہ ناگہانی کچھ بھی نہیں تھا جن سے مینا اور سویراف کی مہم اس قدر دلچسپ بن گئی تھی۔

بوناپارٹ نے اپنے دشمن کی عدم تیاری کا بہت ہی صحیح اندازہ کیا تھا۔ فرانسیسی فوج کا طلایہ ڈورا بلٹی کی وادی سے ابوری اور جیبو سیلا کے قلیل التعداد آسٹروی دستوں پر آگرا۔ میلاس کو جنیوا سے فرانسیسیوں کی روانگی کی خبر ہو گئی تھی مگر اس کا کچھ اثر نہ ہوا اور وہ چند ہزار آدمیوں کو لیکر ٹیورن میں آیا تاکہ اطالیہ کے راستے پر مقابلہ کرے۔

> بوناپارٹ نے آسٹری فوج کو شرقی لمبارڈی سے منقطع کر دیا۔

مہم کے آغاز میں میلاس خود ایک فرانسیسی ڈویژن کے تعقب میں مابیس کو بڑھ گیا تھا اور جنیوا کے محاصرہ کرنے والی فوج کو جنرل اوٹ کی تفویض میں چھوڑ گیا تھا۔ ٹیورن پہنچنے پر اسے اپنے خطرے کا پورا پورا احساس ہوا اور اس نے اوٹ کو یہ حکم بھیجا کہ وہ جنیوا کے محاصرے کو اٹھا دے اور جتنے دستے بھی وہ جمع کر سکے ان سب کو لیکر اس سے آملے۔ لیکن اوٹ یہ چاہتا نہ تھا کہ جو شکار اس کی گرفت میں آتا جا رہا تھا اسے اس وقت میں چھوڑ دے۔ وہ ۵ جون تک اپنی جگہ سے نہ ہلا تا آنکہ مینا نے قحط کی انتہائے سختی سے مجبور ہو کر جنیوا کو محاصرین کے حوالہ کر دیا۔ مگر مینا کی اس پر استقلال برداشت مصائب نے ایک جنگ کے فتح کر لینے کا پورا کام دیا۔ اوٹ کی تاخیر سے میلاس بوناپارٹ کی نقل و حرکت کے روکنے سے بالکل بے قابو ہو گیا اور اس وقت بوناپارٹ جنیوا کی طرف کوچ کرنے کے بجائے جس کی توقع فرانسیسیوں اور آسٹریوں

دونوں کو تھی مشرق کی جانب پلٹا اور اپنی فوج کو آسٹریوں اور ان کے قلعوں کے درمیان داخل و حایل کر دیا۔ بوناپارٹ بذات خاص (۲ر جون کو) ملان میں داخل ہوا۔ لینس اور میورائٹ، پو اور ایڈا کے قلعوں پر قبضہ کرنے کے لئے بھیجے گئے۔ جو آسٹروی دستہ پیاسترا کی حفاظت کر رہا تھا وہ مغلوب ہو گیا اور پو کے شمالی جانب کے ملک سے میلاس کے رسل و رسایل بالکلیہ منقطع ہو گئے۔ آسٹروی سپہ سالار کے لئے اب اس کے سوا کوئی چارۂ کار باقی نہ رہا کہ وہ فرانسیسیوں کی صف کو توڑ کر نکل جائے یا بھاگ کر جنیوا میں پہنچے۔

فرانسیسیوں کا قلب اب اسٹریڈلا میں تھا جو پاسنزا اور اسینیڈریا دونوں سے نصف راستہ پر تھا۔ آخرالامر اوٹ میلاس سے الیسنڈریا میں آ ملا۔ مگر آسٹروی فوج اس قدر منتشر تھی کہ اسی ہزار آدمیوں میں سے میلاس کے تحت صرف تینتیس ہزار آدمی تھے۔ بوناپارٹ کی فوج تعداد میں برابر تھی اس کو اندیشہ صرف یہ تھا کہ میلاس اپنے آخری خط مراجعت سے کام لے اور بغیر کسی معرکہ آرائی کے بھاگ کر جنیوا پہنچ جائے۔ لیکن اس کے برخلاف آسٹروی سپہ سالار جس نے بشمول سوراف نووی میں جو بڑی پر شاندار فتح حاصل کی تھی وہ جم کر جنگ کرنے کا عزم کر چکا تھا۔ وہ الیسنڈریا میں بوناپارٹ کی آمد کا منتظر رہا۔ ۱۲ر جون کو بوناپارٹ آسٹریڈیلا سے مغرب کی جانب بڑھا۔ دوران کوچ میں دشمن کی کوئی خبر نہ ملنے سے اس کی تشویش ساعت بہ ساعت بڑھتی جاتی تھی کہ مبادا میلاس اس کے ہاتھ سے بچ نکلے۔ آخر ۱۳ر جون کو جب اس کا طلایہ اسینیڈریا کی دیواروں کے قریب تک پہنچ گیا اور دشمن کہیں نظر نہ آیا تو پھر اسے تاب ضبط نہ رہی اور اس نے ڈیسائی کو حکم دیا کہ جنوب کی جانب نووی کے طرف بڑھ جائے اور جنیوا کی سڑک پر قابض ہو جائے۔ ڈیسائی اپنے ڈویژن کو لیکر روانہ ہو گیا۔ دوسرے روز صبح سویرے میلاس کی ساری فوج الیسنڈریا سے نکل کر میرنگو میں

جنگ میرنگو ۱۴ر جون سنہ ۱۸۰۰

فرانسیسیوں کی کمزور شدہ صف پر ٹوٹ پڑی۔ یہ حملہ ایسا ہوا کہ جو کچھ سامنے آیا سب کو بہالے گیا۔ سات گھنٹے کی جنگ کے بعد میلاس کام سے چور ہو کر الیسنڈریا کو واپس آیا اور فتح کامل کی خبر روانہ کر دی۔ لیکن ڈسائی توپوں کی آواز سن کر پلٹ پڑا تھا اور عین ہی وقت تھا کہ وہ میدان میں نمودار ہوا اور یہ اعلان کر دیا کہ اگر ایک معرکہ میں شکست ہو گئی ہے تو دوسرے معرکہ میں کامیابی ہو سکتی ہے۔ دفعتاً سواروں کے حملہ کر دینے سے آسٹریوں میں اضطراب برپا ہو گیا کیونکہ انھیں جنگ کے فتح ہونے اور دشمن کے مغلوب ہو جانے کا یقین ہو چکا تھا۔ پورے پورے دستوں نے ہتھیار ڈال دئے اور بھاگ کھڑے ہوئے۔ اور دن کے ختم ہوتے ہوتے فتحمند آسٹریوں کے قلب لشکر میں سے جو کچھ باقی رہا تھا وہ بارمینڈا کے دلالوں میں مغرور سواروں اور پیادوں کا ایک مجمع آمدہ انبوہ تھا۔ تباہی کے اس طرح دفعتہً پیش آجانے اور فوج کی حالت کے مایوس کن ہو جانے کی وجہ سے میلاس حواس باختہ ہو گیا اور اس نے ایک

التوائے جنگ کی شرائط

التوائے جنگ سے اتفاق کر لیا جو بلا شرط حوالگی سے بھی زیادہ مہلک تھا۔ آسٹروی منچیو کے عقب میں ہٹ گئے اور شمالی اطالیہ میں جتنے قلعے اس دریا سے مغرب میں واقع تھے وہ سب فرانسیسیوں کے لئے چھوڑ دئے۔ صرف ایک جنگ نے فتوحات و محاصرات کی ایک پوری مہم کا نتیجہ پیدا کر دیا۔ بوناپارٹ کی تمام کامیابیوں میں میرنگو کا تصور سب سے زیادہ شاندار تھا اگرچہ اس کے سر کرنے میں اس جلیل القدر سپہ سالار کی ذہانت ایک لمحے کے لئے اسے دھوکا دے گئی پھر اس خطرہ و ابتری کے ان طولانی ساعتوں کو اس کی کامیابی کی شان و شکوہ کو تیرہ و تار کرنے کا موقع نہ ملا۔ ہر ایک مراسلہ جس میں جنگ کے اصلی واقعات کی اطلاع درج تھی وہ یا تو بدل دیا گیا یا دبا دیا گیا۔ فرانسیسی قوم کے سامنے جو صورت حالات پیش کی گئی اس سے قنصل اول کی ناقابل فتح طباعی و قوت کے

سامنے لوگوں کے سر اور زیادہ جھک گئے۔[1]

آسٹریا کا جنگ کو جاری رکھنا

میلاس کے لشکرگاہ کے بہ نسبت وائنا میں فوجی صورت حالات پر زیادہ سکون قلب کے ساتھ نظر ڈالی گئی۔ التوائے جنگ کی شرایط کو عام طور پر مطعون کیا گیا اور انگلستان کے ساتھ ایک معاہدہ ہو جانے سے آسٹریا کی حکمت عملی میں کسی فوری تغیر کا ہونا رک گیا۔ اس کے رو سے برطانی مالی امداد اور پڈمانٹ کے ایک حصہ کے خفیہ وعدے کے عوض میں آسٹریا اس امر کی پابند ہو گئی کہ فروری ۱۸۰۱ء کے اختتام کے قبل فرانس سے جداگانہ صلح نہ کرے مرنگو کی خبر آنے سے چند گھنٹے پہلے اس معاہدے پر دستخط ہوئے تھے۔ یہ تھیوگٹ کا کام تھا جس نے ترقی پذیر عام مقبولیت اور تقریباً ہمہ گیر مخالفت کے باوجود ہنوز شاہ پر اپنا اثر قایم کر رکھا تھا، تاہم رائے عامہ نے شہنشاہ کو کم از کم اتنا کرنے پر مجبور کر دیا کہ وہ فرانسیسی شرائط صلح کی تحقیق کرے۔ ایک ایلچی پیرس کو روانہ کیا گیا اور چونکہ انگلستان کی رضامندی کے بغیر کوئی صلح نہیں ہو سکتی تھی۔ اس لیے انگلستان و فرانس کے درمیان بحری التوائے جنگ کے قایم کرنے کے لئے مشاورت کی مجلسیں منعقد کی گئیں۔ لیکن قنصل اول نے جن مراعتوں کا مطالبہ کیا انگلستان نے ان سے انکار کر دیا اور ستمبر میں گفت و شنود کا سلسلہ ٹوٹ گیا مگر اس تین مہینے کے وقفے نے وزیر کے اقتدار کو کمزور اور ان سازشوں کو تیز کر دیا جو ہر ایک اہم نازک موقع پر آسٹریا کی کارروائی کو مفلوج کر دیتی تھیں۔ آخرالامر ادھر تو تھیوگٹ برطانیہ سے مالی امداد لے رہا اور جنگ کے نہایت ہی پر زور طور پر جاری رکھنے کے لئے انتظامات کر رہا تھا ادھر شہنشاہ نے اپنے وزیر سے معاملت کو پوشیدہ رکھ کر حلفہائے

---

[1] "محکمہ جنگ کی یادداشت ۱۸۲۶ء" (Memorial due Depot dela Guerre)
جلد چہارم صفحہ ۲۲۸ ہٹنگ کا مراسلہ مورخہ ۱۶ جون سلطنتہائے اطالوی جلد ۵۹۔

الم و الگنو سناٹ موروؔ کی فوج کو حوالہ کر کے ایک نیا التوائے جنگ خرید کر لیا۔[1]

[1] تھیوگٹ "خلاصہ" جلد دوم ۲۲۷-۲۸۱-۲۹۳۔ منٹو کا مراسلہ مورخہ ۲۴ ستمبر ۱۸۰۰ء۔ آسٹریا جلد ۶۰۔ شہنشاہ جنگ کے پرزور طور پر جاری رکھنے کے لئے انگلستان سے معقول مالی امداد بھی لیتا جا رہا تھا اور اس کے ساتھ ہی عین اسی وقت میں پس پردہ اور بذات خاص مشترک دشمن کی نہایت درجہ مکروہ اطاعت کا سرانجام بھی کرتا جاتا تھا۔ بیرن تھیوگٹ کل تمام دن اس واقعہ کے متعلق نہایت پریشان رہا جس کے پیش آنے کا اسے بوجوہ اندیشہ لگا ہوا تھا اگرچہ ہنوز تیقن نہیں ہوا تھا تاہم اسے اب بھی خفیف سی امید اس وجہ سے تھی کہ بظاہر یہ ناممکن معلوم ہوتا تھا کہ کوئی شخص ایسی بدنامی و حماقت کا ارتکاب کرے گا اس نے جب آج مجھے اس معاملہ کی اطلاع دی تو میں نے کبھی خود اسے یا کسی دوسرے شخص کو اس سے زیادہ متاثر نہیں دیکھا میں نے کہا کہ چونکہ ان قلعوں کا صدق نیت کی ضمانت کے طور پر مطالبہ کیا ہے تو اس اصول پر شہنشاہ فوج کا ہتیار اور گولہ بارود بھی حوالہ کر سکتا تھا۔ بیرن تھیوگٹ نے اس پر یہ اضافہ کیا کہ سپاہیوں کی بندوقیں لے لینے کے بعد ان کے جسم سے کپڑوں کے اتار لینے کی بھی درخواست ہوگی اور شہنشاہ اگر دنیا کو اس امر سے آگاہ کرنے کی زحمت نہ کرے کہ وہ اپنے تاج کی مدافعت کرے گا تو ایسے لوگوں کی کمی نہ ہوگی جو اس کے سر سے تاج اور شاید اس کے ساتھ اس کا سر بھی اتار لیں گے۔ اس پر اتنا اثر ہوا کہ جب اس لئے میرا ہاتھ پکڑ کر یہ ظاہر کیا اس خیال سے اس پر کتنا زبردست اثر ہے کہ اس نے مجھے اس معاملہ میں شامل کیا اور میں نے اس کے مشوروں پر جو اعتماد کیا تھا اس سے یہ کام لیا گیا تو اس کے آنسو نکل پڑے اور وہ فی الواقع رونے لگا۔ میں ان جزئیات کو اس غرض سے بیان کرتا ہوں تاکہ یہ مصدق ہو جائے کہ ان کمزور کارروائیوں کا ہر ایک حصہ یا تو اس کی رائے کے خلاف اختیار کیا گیا یا اس سے پوشیدہ رکھ کر اور اس کے جاری کردہ ہدایات کے خلاف ان پر عمل کیا گیا۔" آسٹریا کے اختتامی طور پر زیر و زبر

۱۵؍ستمبر کی ایک مجلس کے بعد تھیوگٹ نے ایک خط لکھا تھا جس سے کسی قدر کیفیت اس شور و شر کی معلوم ہوتی ہے جو اس موقع پر خود شہنشاہ کے حضور میں پیش آیا۔ تھیوگٹ نے اپنا استعفا پیش کیا جو منظور ہو گیا اور جدید التوائے جنگ کا بانی لہر باک عہدۂ وزارت پر مقرر کر دیا گیا۔ مگر برطانی سفیر کی ملاقاتوں نے کمزور شہنشاہ کو مجبور کر دیا کہ دنیا میں اشاعت کے دوسرے ہی دن وہ اس تقرر کو منسوخ کر دے۔ وائنا میں کوئی شخص اس قابل نہیں تھا جو اس خالی جگہ کو پر کرتا اور تھوڑے سے وقفہ کے بعد اس معمر وزیر نے پھر اس عہدے کے فرایض اپنے ذمہ لئے مگر اس کے ساتھ ہی علانیہ طور پر اس لقب کو اختیار نہیں کیا۔ التوائے جنگ کا بقیہ زمانہ اس فوج کو تقویت دینے میں صرف کیا گیا جو مورو کے مقابلہ میں تھی جسے اب وائنا پر بڑھنے کے احکام مل چکے تھے۔ آرچ ڈیوک جان کو (جو اٹھارہ برس کا ایک شاہی ماہر جنگ تھا) فرانسیسی فوج کے گھیر لینے اور اس کے رسل و رسایل کو منقطع کر دینے کے لئے ایک نقشہ مہیا کیا گیا۔ مورو دریائے الیسر پر پڑا ہوا تھا اور آسٹروی دریائے رن کے خط پر قایم تھے۔ التوائے جنگ کے ختم ہونے پر آسٹروی بڑھے اور آرچ ڈیوک کے عزم بلند کی موافقت میں چکر دیکر کچھ کوچ کیا یہاں تک کہ ایک عام ابتری کی وجہ سے (جسے موسم کی جانب منسوب کیا گیا) انھوں نے اپنی اس نقل و حرکت کو ترک کر دیا اور سیدھے دشمن کی طرف چل نکلے۔ وہ ۲؍دسمبر کو ہوہنلنڈن کے جنگل کی طرف سے بند سڑکوں پر پہنچے انھیں یقین یہ تھا کہ ان کے قریب میں ایک بازگشت کرنے والے فرانسیسی ڈویزن کے ساقہ کے سوا اور کچھ نہیں ہے۔ مورو نے اس وقت تک انتظار کیا کہ آسٹروی

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) ہو جانے کے بعد منٹو نے تھیوگٹ کی بابت لکھا تھا کہ ایک لمحے کے لئے بھی اس کے سکون قلب یا اس کی ہمت میں تزلزل نہیں آیا نہ اس نے کبھی کمزور و ناسزا مفروروں کے آگے سر جھکایا اور شاید اس تمام شہنشاہی میں وہی ایک شخص ہے جس کی نسبت یہ کہا جا سکتا ہے۔ ۳؍جون ۱۸۰۰ء۔ مذکورہ بالا۔

جنگ کے (وسط) میں پہنچ گئے اور اس وقت وہ اپنی پوری فوج کے ساتھ ان کے سامنے دائیں بائیں اور عقب میں ٹوٹ پڑا۔ آسٹریوں کی شکست بہت سخت ہوئی۔ جنگ میں اب جو کچھ باقی رہا وہ جدال وقتال کے بجائے زیادہ تر شکار کے تعاقب کے مثل تھا۔ موروؔ نے یکے بعد دیگرے دریاہائے اِنؔ سیلزا اور گراںؔ کو عبور کیا اور ۲۵ دسمبر کو شہنشاہ نے یہ دیکھ کر کہ بیٹ کی کوئی کوشش موروؔ کو وائینا سے روک نہیں سکتی ایسٹرؔ کے التوائے جنگ کو منظور کر لیا اور اس امر پر راضی ہو گیا کہ وہ برطانیہ عظمیٰ کے مشورے کے بغیر صلح کی معاملت کرے گا۔

مینجو کی شکست سے جس کا اعلان بعد کے دنوں میں ہوا صلح کی ضرورت اور بڑھ گئی۔ تھیلوگٹ آخری طور پر عہدہ سے ہٹا دیا گیا۔ بوناپارٹ کے مجوزہ شرائط کے متعلق کسی قدر مقاومت ہوئی مگر ان شرائط کا مقصود خاندان ہیپسبرگ کی تذلیل کے بجائے زیادہ تر جرمانیہ میں فرانسیسی اثر کا قایم کرنا تھا۔ آسٹریا نے کیمپو فارمیوسین جو کچھ حوالہ کیا تھا اس کے سوا اور بہت کم اس سے کچھ لیا گیا۔ حکومت وائینا نے میرنگو اور ہوہنلنڈن کی شکستوں کا معاوضہ اپنے اطالوی یا سلافی صوبوں کی حوالگی سے نہیں کیا بلکہ اس کا معاوضہ اس منقسم جرمانی قوم کے نقصان سے کیا جس کی بدقسمتی یہ تھی کہ اس کا سرگروہ ایک ایسا فرمانروا تھا جس کے مقاصد شہنشاہی جرمانیہ کے اندر اس کے دیگر تمام مقاصد سے کم تھے۔ لیونیول کی صلح[۱] جو ۹ فروری کو فرانس اور شہنشاہ کے مابین موکد ہوئی تھی اور شہنشاہی کی ڈائٹ میں اس کا ذکر تک نہیں آیا تھا اس صلح نے جرمانیہ کی چھوٹی چھوٹی سلطنتوں کو فرانسیسی جمہوریہ کے رحم وکرم کے حوالہ کر دیا۔ خاندان ہیپسبرگ کو ۱۷۹۷ء میں وینس کی جو مملکت مل گئی تھی وہ اس معاہدے کی رو سے بدستور اس کے پاس باقی رہی۔ اطالیہ کے اندر ہیپسبرگ کے اثر کی کسی کمی کا مطالبہ بھی ٹسکینی کے گرینڈ ڈیوک کی

[۱] مارٹنز جلد ہفتم ۲۹۶۔

اطلاع سے زاید نہیں کیا گیا مگر ۱۷۹۷ء کی سی پردہ پوشیوں کو بالکل ترک کر کے رائن کے مغرب کے جانب کے جرمانی صوبے حوالہ کر دیئے گئے اور شہنشاہی کو باضابطہ اس کا پابند کیا گیا کہ جو دنیاوی حکمران ان صوبوں سے بے دخل کیئے جائیں، ان کے لئے اسی طرز پر معاوضہ کرے جیسے فرانس پسند کرے۔ پس اس طرح فرانسیسی جمہوریہ اس مقطوع الاعضا منتشر شہنشاہی کی ترتیب جدید میں بہ استحقاق حکم بنا دی گئی۔ ٹسکینی کے گرینڈ ڈیوک کے لئے یہ قرار پایا تھا کہ وہ بھی اپنے پیشرو مخروج ڈیوک موڈینا کے مانند اطالیوں کے معاوضہ میں جرمانی قوم کے کسی جزو کو اپنی رعایا بنا لے۔ جو قوم اس زمانہ میں یورپ کے اندر علوم و فنون اور سائنس میں سب سے زیادہ نام پیش کر سکتی تھی اسے سیاسی عدم اتحاد نے اس حالت کو پہنچا دیا۔

نیپلز سے صلح۔ آسٹریا کے بے دست و پا ہو جانے کے بعد نیپلز کا انحصار بونا پارٹ کے رحم پر رہ گیا تھا۔ یہی وہ دربار تھا جس نے حلیفوں میں سب سے پہلے اعلان جنگ کیا تھا۔ اس کے ظلم و ستم کے لئے سخت سزا کی ضرورت تھی مگر زار کی مداخلت سے خاندان بار بن تخت پر قایم رہ گیا اور نیپلز پر اس سے زیادہ سخت شرط عاید نہیں کی گئی کہ انگریزی جہازوں کو اپنے بندرگاہوں سے نکال دے۔ فرانسیسی جمہوریت کے ساتھ کشاکش میں اب انگلستان تنہا رہ گیا اور نہ اب یہ کشاکش صرف فرانس اور اس کے توابع تک محدود رہی تھی۔ انگریزی حکومت نے اپنی بحری فوقیت سے جس سختی سے کام لیا اور پھر اس کے ساتھ ہالینڈ پر روس کے ساتھ ملکر حملہ کرنے میں، جو حماقت کی اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اس کے خلاف ایک بحری معاہدہ اسی لطافت کی سرگروہی میں قایم ہو گیا جسے انگلستان نے بہ حیثیت غیر جانبدار کے رنج پہنچایا تھا اور بہ حیثیت حلیف کے اسے پریشان کر دیا تھا۔ زار کو فرانس سے جو نفرت تھی وہ حقیر و ذلیل ہالینڈی مہم کے بعد سے برطانیہ عظمیٰ کی طرف پھر گئی تھی۔ بونا پارٹ نے اس موقع پر بہت ہوشیاری سے کام لیا۔ ایک سپاہی کی حیثیت سے زار نے

کو بوناپارٹ سے اس درجہ تنفر نہ تھا جس درجہ اسے وکیلوں اور اجارہ داروں کی اس حکومت سے تنفر تھا جس پر اس نے ۱۷۹۹ء میں حملہ کیا تھا۔ قنصل اول نے بغیر زر فدیہ کئی ہزار ایسے روسی قیدیوں کو چھوڑ دیا جن کے عوض میں، آسٹریوں اور انگریزوں نے فرانسیسی قیدیوں کے دینے سے انکار کر دیا تھا اور اپنی اس سبقت کے بعد یہ تجویز پیش کر دی کہ مالٹا (جس کی انگریزوں نے ناکہ بندی کر رکھی تھی) اس کی ضمانت میں زار کو دیدیا جائے۔ پال نے خود کو جروشلم کے سنٹ جان کے مالٹوی سلسلہ کا گرینڈ ماسٹر مقرر کرالیا تھا بوناپارٹ کی تجویز سے اس کی خود پسندی پر اثر پڑا اور فرانسیسی و روسی حکومتوں کے درمیان دوستانہ تعلق قایم ہو گیا۔ اس کے برخلاف انگلستان نے مالٹا کی حوالگی کے قبل یا بعد اسے روسی ضمانت میں رہنے سے انکار کر دیا۔ اس سے دربارہائے لندن و سنٹ پیٹرسبرگ کے مابین انشقاق مکمل ہو گیا۔ زار نے اپنے بندرگاہوں کے تمام انگریزی جہازوں کو گرفتار کر لیا اور ان کے ملاحوں کو قید میں ڈال دیا (۹ ستمبر)۔ انگلستان اور شمالی بحری طاقتوں کے درمیان مدت دراز سے ایک اختلاف قائم تھا اور وہ اختلاف ایسا تھا کہ ہمہ وقت اسے جنگ کا سبب بنایا جاسکتا تھا۔ دوران مخاصمت میں انگریزی جہازات غیر جانبدار جہازوں کے متعلق جس قسم کے اختیارات عمل میں لاتے تھے وہ اگرچہ قانون بین الاقوامی کی رو سے صحیح و درست ہوں مگر اس قدر تکلیف دہ تھے کہ بغاوت امریکہ کے زمانہ میں شمالی سلطنتوں نے ایک معاقدہ قایم کیا تھا (جو مسلح غیر جانبداری کے نام سے مشہور ہے) اس کی غرض یہ تھی کہ کھلے سمندروں میں غیر جانبدار تجارتی جہازوں کے ساتھ انگریزوں کی مداخلت کو بزور روکا جائے۔ فرانس سے جنگ شروع ہونے کے بعد سے انگریزی جہازوں نے پھر متحاربین کے حقوق کو انتہائی حد تک پہنچا دیا تھا۔ پس زار کی ہمت افزا تحریکات سے ۱۷۸۰ء کی مسلح غیر جانبداری

شمالی بحری معاقدہ
دسمبر ۱۸۰۰ء

کی پھر تجدید کی گئی۔ اس معاقدہ پر ۱۶ اہر دسمبر کو روس سویڈن اور ڈنمارک نے دستخط ثبت کئے کچھ دنوں

بعد پرشیا نے بھی اس سے اتفاق کر لیا۔[1]

امور تصفیہ طلب۔

برطانیہ عظمیٰ اور غیر جانبداروں کے درمیان امور تصفیہ طلب ویسے ہی تھے جیسے ان وقتوں میں پیدا ہو جاتے ہیں جب ایک عظیم الشان بحری طاقت اپنے مخالف کو پامال کرنے کا ارادہ کئے ہوئے ہو اور بقیہ دنیا کا بیشتر حصہ صلح پر قایم اور اپنی تجارت کو کم از کم موانع کے ساتھ جاری رکھنا چاہتا ہو۔ اسے تو سب قبول کرتے تھے کہ متحارب غیر جانبدار جہاز کی اس غرض سے تلاشی لے سکتا ہے کہ وہ ممنوعات جنگ نہ لے جا رہا ہو اور نیز یہ کہ جو غیر جانبدار جہاز کسی محصورہ بندرگاہ میں داخل ہونے کی کوشش کرے وہ قابل ضبطی ہے مگر ان دو مسائل کے سوا اور ہر امر متنازعہ فیہ تھا۔ اگر ایک ڈینی جہاز بارڈیو کے کسی تاجر کی شراب بار کئے ہوئے اس کے نیویارک کے گماشتہ کے پاس لے جا رہا ہو تو اب سوال یہ ہے کہ آیا بحر اطلس (اٹلانٹک) کے وسط میں کوئی انگریزی گرداور جہاز اسے گرفتار کر سکتا ہے جس کا اثر یہ ہو کہ ڈینو کی باربرداری کی تجارت تباہ ہو جائے یا یہ کہ ڈنمارک کا جھنڈا فرانسیسی ملکیت کو اس طاقت کی گرفت سے محفوظ رکھ سکتا ہے جس کی بحری فوقیت نے کھلے سمندروں کی گرفتاری کو اس کے لئے خاص جارحانہ ذریعہ بنا دیا ہو۔ (یا یہ کہ) انگلستان نے کسی فرانسیسی بندرگاہ کے متعلق یہ اعلان کر دیا ہو کہ وہ حالت محاصرہ میں ہے۔ اب اگر سویڈن کا کوئی جہاز بندرگاہ زیر بحث کو جا رہا ہو تو اس حالت میں اسے روک کر یہ سمجھ لیا جائے گا کہ یہ وہ ایک جائز غنیمت بحری ہے حالانکہ اگر وہ اس بندرگاہ پر پہنچ جاتا تو فی الواقع وہاں محاصرے کا کوئی پتہ بھی نہ ہوتا۔ روس کا ایک جہاز جس پر سن، زفت اور شہتیر بار ہو اسے فرانس کے کسی کھلے بندرگاہ کو جاتے ہوئے انگریزی جہاز

[1] کاک وشول تاریخ معاہدات Histoire des Traites جلد ۶۔
مراسلات نلسن جلد ۴۔ ۲۹۹۔

نے روک لیا آیا روسی شہنشاہی کی یہ خام پیداوار ممنوعات جنگ سے قرار دیدیا جائیگی اور اس کا بازار ہاتھ سے جاتا رہے گا یا یہ کہ انگریزی جنگی جہاز فرانس میں ایسے سامان کو جانے دیگا جس کے بغیر فرانس کی جنگی جہازوں کی مرمت ناممکن ہو جائے گی۔

یہ وہ سوالات تھے کہ کسی غیر جانبدار ملک کے مالکان جہاز کی کوئی شرکت (کمپنی) جتنے مرتبہ اپنے کسی جہاز کو سامان سے خالی بندرگاہ میں واپس آتا دیکھتی یا یہ سنتی کہ وہ جہاز عدالت بحری کے فیصلے کے انتظار میں ٹیمز میں رکا ہوا ہے، ہر مرتبہ یہی سوالات اٹھ کھڑے ہوتے تھے۔ برطانیہ عظمی کا دعوی یہ تھا کہ فرانیسی املاک کسی جہاز میں جارہے ہوں ان کے گرفتار کر لینے کا اسے حق تھا اور ممنوعات جنگ کی حیثیت سے اسے نہ صرف بندوق بارود اور توپ کے گرفتار کر لینے کا حق تھا بلکہ گیہوں جس پر فوج کے اذوقہ کا انحصار تھا اور سن، زفت لوہا اور شہتیر جن سے مخالف کے جہازات تیار ہوتے تھے ان سب چیزوں کی گرفتاری کا بھی اسے حق تھا۔ اس کے برخلاف غیر جانبداروں کا مطالبہ یہ تھا کہ غیر جانبدار علم کے تحت ہر ایک سامان جو ممنوعات جنگ سے نہ ہو بحفاظت گزر سکتا ہے۔ بہ حیثیت مشیر؟ سلطنت کے جہاز کی موجودگی میں تجارتی جہازات تلاشی سے مستثنی ہوں کوئی بندرگاہ اس وقت تک حالت محاصرہ میں نہ سمجھی جائے جب تک اس کے سامنے واقعی پر زور محاصرہ کا انتظام نہ ہو، اور ممنوعات جنگ میں اس سامان کے سوا اور کوئی شئے داخل نہ ہو جس سے براہ راست جنگ میں کام لیا جاسکتا ہو۔ متحاربوں اور غیر جانبداروں کے حقوق کے ہر ایک نظریہ کی تائید میں عقل و عدل کے اعتبار سے بہت دلایل پیش کئے جاسکتے ہیں مگر واقعاً ہر ایک قوم کا نظریہ وہی رہا ہے جو ہر وقت خود اس کے اغراض سے موافقت رکھتا ہو۔ جب صلح و امن کے ایک جدید دور نے برطانیہ عظمی کو اس خیال سے مانوس کر دیا کہ یورپ کی آیندہ کشمکشوں میں اس کے لئے زیادہ انسب یہ ہے کہ وہ متحارب ہونے کے بجائے تماشائی

رہے تو اس نے ۱۸۵۶ء میں پیرس کی موتمر میں بین الاقوامی حقوق کے متعلق غیر جانبداروں کے نظریے کو قبول کر لیا لیکن ۱۸۰۱ء میں جب کہ یہ معلوم ہوتا تھا کہ انگلستان کی قسمت میں دائمی جنگ لکھی ہوئی ہے اس وقت کسی متحارب کے حقوق میں کسی قسم کی تحدید ہر ایک انگریزی مقنن کی نظر میں عقل کے اصول اولین کے منافی معلوم ہوتی تھی۔ انگریز اپنے ملک کے موجودالوقت مشکلات میں عام بحری جنگ کے اضافہ کو اس سے بہتر سمجھتے تھے کہ اپنے مخالف کی تجارت کو برباد کرنے کے لئے وہ اپنی بحری فوقیت سے کام لینا ترک کر دیں۔ مسلح غیر جانبداروں کا یہ اعلان کہ دول متحدہ یہ ارادہ رکھتے ہیں کہ ان کے تجارتی جہازوں پر فرانس کا جو مال ہو اس کی گرفتاری کی مقاومت کریں اسے انگلستان نے اعلان جنگ کے مساوی قرار دیا۔ حکومت نے (۱۴ جنوری ۱۸۰۱ء کو) متحدہ غیر جانبداروں کے ان تمام جہازوں پر جو اس وقت انگریزی بندرگاہوں میں موجود تھے قدغن قائم کر دی اور بالٹک میں جانے والے تجارتی جہازوں کے خلاف نخ کے مسلح جہازوں کا ایک ٹڈی دل روانہ کر دیا۔ جانبین کے مطالبات میں سے کسی جانب کے مطالبہ کے گھٹانے میں ساعی مراسلات کو کچھ کامیابی نہ ہوئی اور انگلستان روس ڈنمارک۔ سویڈن اور پرشیا کے بیڑوں سے سر بر ہونے کے لئے تیار ہو گیا۔

انگلستان اور شمالی بحری دول کے درمیان جنگ جنوری ۱۸۰۱ء

ہر وقت انگلستان کی جمع آمدہ بحری قوت اپنے مخالفوں سے عہدہ برآ ہونے سے زاید تھی۔ ۱۲ مارچ کو پارکر اور نلسن کے زیر حکم سترہ مصافی جہازوں کا ایک بیڑہ ان احکام کے ساتھ روانہ ہوا کہ ڈنمارک والوں کو دھمکائے اور مشترکہ بیڑوں کے انفصال کو روکے۔ یہ بیڑہ ساونڈ میں پہنچ گیا۔ سویڈن کے توپ خانے جو ساونڈ پر حاوی تھے فیرسے عاجز رہے اور نلسن او دو بار کے مشرقی جانب سے لگا ہوا اپنے جہازوں کو ایسنور کی ڈینی توپوں کے آتش باری سے بچا کر نکال لے گیا وہ کوپنہیگن کے سامنے ۳۰ مارچ کی دوپہر کے وقت نمودار ہوا اہل ڈنمارک نے غنیم

جنگ کوپنہیگن اپریل ۱۸۰۱ء

معمولی جوش و استقامت کے ساتھ مقابلہ کی تیاریاں کی تھیں کوپنہیگن کی تمام آبادی نے جہازوں قلعوں اور تیرنے والے توپ خانوں پر کام کرنے کے لئے اپنے خدمات رضاکارانہ پیش کر دیئے تھے۔ رود بار کے نشیب و فراز کے دریافت کرنے میں انگریزوں کے دو دن صرف ہو گئے۔ ۲ اپریل کی صبح کو نلسن نے جنگ کے لئے بندرگاہ کے سامنے اپنے جہازات بڑھائے۔ تین جہازات زمین پر چڑھ گئے۔ خشکی اور تری کی جانب سے اہل ڈنمارک نے گولہ باری اس شدت سے کی کہ چند گھنٹوں بعد امیر البحر پارک نے (جو وسط رود بار سے اس معرکہ کو دیکھ رہا تھا) واپسی کا حکم دے دیا۔ مگر نلسن اس اشارہ کو دیکھکر ہنسا اور جنگ کو جاری رکھا۔ دوسرے گھنٹے میں ڈینوں کے چھ جنگی جہاز اور کل تیرنے والے توپ خانے یا بیکار ہو گئے یا ڈوب گئے خود انگریزوں کا بھی اس مقاومت سے نہایت ہی شدید نقصان ہوا فرانسیسیوں سے انگریزوں کو جو کچھ سابقہ پڑا تھا اس کے مقابلہ میں یہ مقاومت بہت زیادہ ماہرانہ اور بہت با استقلال تھی اور جوں ہی نلسن کو اپنی فتح کا یقین ہو گیا اس نے عارضی صلح کی خواہش پیش کر دی۔ اس عارضی صلح کے بعد گفت وشنود ہوئی اور گفت وشنود کا نتیجہ یہ نکلا کہ چودہ ہفتوں کے لئے التوائے جنگ ہو گیا۔ نلسن کے خیال میں مدت اس کے لئے کافی تھی کہ وہ سویڈن اور روس کی بیڑوں کی زیارت کر آئے اور انھیں دریابرد کر دے۔

پال کا قتل ۲۳ مارچ

لیکن اس سے پہلے ہی ایک واقعہ ایسا پیش آچکا تھا جو شمالی شترکیت کے لئے خود جنگ کوپنہیگن سے بھی زیادہ ہوش و پر از اہمیت ثابت ہوا یعنی ۲۳ مارچ کی شب میں زار روس پال اپنے محل میں قتل کر دیا گیا۔ اس شخص کی حد ظلم تک پہنچی ہوئی زیادتی اور قریب بہ جنون تلون مزاجی نے درباریوں کے صبر و شکیب کے پیمانہ کو لبریز کر دیا تھا اور یہ لوگ سوائے قتل کے تعرض کا اور کوئی طریقہ جانتے نہ تھے۔ یہ لوگ اپنے انھیں (خون چکاں) ہاتھوں سے تاج شاہی گرینڈ ڈیوک الگزنڈر

کے حضور میں لائے جس نے پر سکوت و استکراہ کے بعد اس کا قبول کرنا منظور کر لیا۔ الگزنڈر نے فوراً ہی اپنے باپ کی روش کو بدل دیا اور لندن کی حکومت اور بحر بالٹک کے برطانوی بیڑے کے امیر دونوں کے پاس دوستانہ مراسلات روانہ کئے۔ درحقیقت انگلستان کے ساتھ اپنی تجارت کا برقرار رکھنا روس کے حق میں اپنی باربرداری کی تجارت کی حفاظت سے زیادہ اہم تھا۔ نلسن کے حملے کا رخ بدل گیا۔ دونوں حکومتوں کے درمیان ایک طرح کی مفاہمت ہو گئی جس سے روس کے اغراض و مقاصد محفوظ ہو گئے اور فرانس کے مقابلہ میں انگلستان کو اپنے خاص حقوق سے محروم نہ ہونا پڑا۔ سینٹ پیٹرسبرگ کی حکومت نے مسلح غیر جانبداری کے اصول کو اس حد تک ترک کر دیا جہاں تک اس کا تعلق دشمن کے مال کے غیر جانبدار جھنڈے کے زیر حفاظت ہونے سے تھا۔ برطانیہ عظمیٰ فرانسیسی مال تجارت کو گرفتار کرتی رہی خواہ وہ کسی کے جہاز پر کیوں نہ لد جائے مگر یہ شرط قرار پا گئی تھی کہ جنگی جہاز کی موجودگی سے غیر جانبدار جہازات اس سے مستثنیٰ ہو جائیں گے کہ خانگی مسلح جہاز ان کی تلاشی لے سکیں اور نیز یہ کہ جس بندرگاہ کے سامنے فی الواقع محاصرہ کن قوت معتد بہ حالت میں نہ موجود ہو وہ حالت محاصرہ میں نہ سمجھا جائیگا۔ جو اشیا ممنوعات جنگ میں قرار دی گئیں تھیں انھیں اس طرح محدود کر دیا گیا کہ کتان، سن اور شہتیر (جن پر روس کی تجارت برآمد کا انحصار تھا) ان اشیا میں شامل نہ رہیں ان رعایتوں کی وجہ سے زار بآسانی اس جانب آ گیا کہ روس کو پھر غیر جانبدار قرار دیدے۔ بالٹک کی چھوٹی چھوٹی سلطنتوں نے سینٹ پیٹرسبرگ کی تقلید کی اور جس بحری مشت کیبت نے انگلستان اور جمہوریہ فرانس کی جنگ میں پانسہ پلٹ دینے کی دھمکی دی تھی اس کا نشان صرف اتنا باقی رہ گیا کہ ڈنمارک کو بے وجہ ہدف آلام بننا پڑا۔

اسٹھ رشس کی جنگ کے بعد حالت یہ ہو گئی تھی کہ مغربی یورپ میں فرانس پر حملہ نہیں ہو سکتا تھا اور انگلستان ہر ایک سمندر پر حاوی ہو گیا تھا۔ اب برطانیہ کی رقمی امداد سے براعظم میں کوئی فوج تیار نہیں کی جا سکتی تھی اور

بالٹک کے بیڑے جن کی مدد سے فرانس کو سمندر پر انگلستان سے مقابلہ کرنے کی توقع تھی وہ اپنے اپنے بندرگاہوں میں امن و عافیت سے پڑے ہوئے تھے۔

مصر کے معاملات

اب مصر کا دنگل رہ گیا تھا جہاں یہ دونوں جنگجو (فرانسیسی و انگریز) ایک دوسرے کے مقابل ہیں آ سکتے تھے اور شمالی مشترکیت کی برطرفی سے انگریزوں کو سمندر کی طرف سے مصر پہنچنے کا بے دغدغہ موقع مل گیا تھا اور اس طرح مصر کی قسمت کا فیصلہ ہوگیا تھا۔ فرانسیسی فوج بیکار کمک کی توقع میں تھی اور مشرق کی جانب سے اس پر ترکوں کے حملے ہو رہے تھے۔ وہ اب جال میں پھنس گئی۔ اسکندریہ سے بوناپارٹ کے روانہ ہونے کے بعد ہی جلد اس کے جانشین سپہ سالار کلیبر نے ایک اطلاع نظامت کو بھیجی تھی جس میں اس فوج کی ابتر حالت کو دکھایا تھا جسے نپولین چھوڑ کر چلا گیا تھا۔ اس اطلاع کو انگریزوں نے راستہ میں روک لیا اور حکومت فوراً ہی اس عزم پر قائم ہوگئی کہ وہ کسی ایسی اطاعت کو قبول نہ کرے گی جس سے کل فرانسیسی فوج خود کو بطور قیدی جنگ کے حوالہ نہ کر دے۔ اسی مقصود کا ایک حکم بحیرۂ روم کو روانہ کیا گیا، مگر اس کے قبل کہ یہ حکم سر سڈنی اسمتھ کے پاس پہنچا انگریزی امیر البحر نے جو ترکوں کے ساتھ ملکر کام کر رہا تھا العریش میں ایک قرار داد پر دستخط کر دئے جس کے بموجب کلیبر کی فوج کو آزادانہ طور پر فرانس کو واپس ہو جانے کا موقع دیا گیا۔ (۲۴، فروری سنہ۱۸۰۰) جب کلیبر نے اس معاہدے کے شرائط کے بموجب بعض مقامات سے اپنی فوجیں ہٹالیں اس وقت سر سڈنی اسمتھ کو مجبور ہو کر فرانسیسی سپہ سالار کو یہ اطلاع دینا پڑی کہ العریش کی گفت و شنود میں وہ اپنے اختیارات سے تجاوز کر گیا اور یہ کہ برطانوی حکومت فرانسیسی فوجوں کی حوالگی پر مصر ہے۔ کلیبر نے اس کا جواب یہ دیا کہ ہیلیوپولس میں فوراً ترکوں سے جنگ چھیڑ دی اور اپنے سے چھ گنا زاید تعداد کی فوج کو منہزم کر دیا۔ یہ معلوم ہونے لگا کہ مصر میں فرانسیسیوں کا استحکام یوماً فیوماً ترقی کرتا جا رہا اور ترکوں کا ملک کو دوبارہ فتح کر لینا زیادہ مشکوک ہوتا جا رہا ہے کہ اسی اثنا میں ایک مذہبی دیوانہ کے خنجر نے فرانسیسیوں کو ان کے قابل

سپہ سالار سے محروم کر دیا اور فوج کی امارت سپہ سالار مینو کے ہاتھ میں آگئی۔ یہ شخص ان چند نمایاں ناقابل عہدہ داروں میں سے تھا جنھوں کسی وقت بھی دوران جنگ میں فرانسیسی فوجوں کی قیادت کی ہو۔ برطانی حکومت کو جوں ہی یہ معلوم ہوا کہ کلیبر اور سر سڈنی اسمتھ کے درمیان کیا واقعہ پیش آیا۔ اور اس نے معاً یہ اعلان کر دیا کہ وہ العریش کی قرارداد کی پابندی پر رضامند ہے مگر خود فرانسیسیوں نے اس تجویز کو مسترد کر دیا یہ صاف عیاں تھا کہ ترک بذات خود کبھی جنگ کو ختم نہیں کر سکتے تھے۔ اور برطانی وزارت نے بالآخر یہ سمجھ لیا کہ مصر کو انگریزی اسلحہ سے دوبارہ فتح کرنا پڑیگا۔

انگریزی فوج کا مصر میں ورود

۸ مارچ ۱۸۰۱ء کو سترہ ہزار نفوس کی ایک فوج بسرگردگی سر رالف ایبرکرامبی خلیج ابوقیر میں اتری۔ برطانی حکومت کی تجویز کے موافق ایبرکرامبی کے حملے کی تائید کے لئے ایک فوج ترکوں کی شام سے آنے والی تھی اور دوسرے انگلو انڈین فوج سیلون سے قصیر واقع بحر احمر میں آکر اترنے والی تھی۔ مگر ترکی اور ہندوستانی افواج اپنے وقت سے پیچھے رہ گئیں اور ایبرکرامبی نے تنہا اس مہم کا آغاز کیا۔ مینو کے پاس اب بھی ستائیس ہزار سپاہ تھی اگر وہ اپنی پوری فوج کے ساتھ قاہرہ سے چل پڑتا تو وہ انگریزوں کو اترنے کے ساتھ ہی تباہ کر دیتا مگر ایسا کرنے کے بجائے اس نے فرانسیسیوں کے کمزور منفرد دستے روانہ کیے جو انگریزوں کی غالب تعداد کے مقابلے میں پست ہو گئے۔ انگریزوں کو جب اپنی فتح کا کچھ اعتماد ہو چلا اس وقت مینو کچھ معقول فوج لیکر اسکندریہ کے سامنے جنگ کرنے کے لئے بڑھا۔ یہ فیصلہ کن معرکہ ۲۱ مارچ کو واقع ہوا فرانسیسیوں کو کامل ہزیمت ہوئی مگر مینو اب بھی اپنی کل فوجوں کے جمع کرنے سے منکر رہا اور جو تیرہ ہزار فرانسیسی سپاہ قاہرہ میں چھوڑ دی گئی تھی چند ہفتوں کے اندر بقیہ فوج کے ساتھ اس کے وسایل آمد و شد منقطع ہو گئے۔ امیر البحر گینٹوم نے فرانس سے کمک لاکر یہاں اتارنے کی پے درپے کوششیں کیں مگر سب ناکام رہیں۔ جون کے آخر

میں ایک ترکی فوج کے آجانے سے انگریزوں کو یہ موقع مل گیا کہ وہ فرانسیسیوں کو قاہرہ میں گھیر لیں۔ تعمیرات کا حلقہ اتنا وسیع تھا کہ کامیابی کے ساتھ اس کی مدافعت دشوار تھی۔ دوسری طرف محاصرے کے لئے جیسی بھاری توپوں کی ضرورت تھی وہ انگریزوں کے پاس موجود نہ تھیں۔ اندریں حالات جو شرائط ابتداً العریش میں پیش ہوئے تھے وہ پھر سپہ سالار بلیرڈ اور اس کی فوج مقیم قاہرہ کے لئے تجویز کئے گئے۔ یہ شرائط قبول کر لئے گئے اور قاہرہ اس شرط سے انگریزوں کے حوالہ کر دیا گیا کہ وہاں کی قلعہ نشین فوج فرانس کو واپس پہنچا دی جائیگی۔ (۲۷ جون) اس حوالگی کے بعد ہی سپہ سالار بلیرڈ اینگلو انڈین فوج کے ساتھ جلد ترشیبی مصر میں پہنچ گیا۔ اب مینو بقیہ فرانسیسی فوج کے ساتھ اسکندریہ میں بند ہو گیا۔ اس کے قلعے اور دمدمے کامیابی کے ساتھ قبضہ میں آگئے۔ اس کی کشتیوں کا بیڑہ تباہ کر دیا گیا اور جب فرانس سے تائید کی تمام امیدیں جاتی رہیں تو اسکندریہ کی فوج کو مجبور ہو جانا پڑا کہ وہ مصر میں فرانسیسیوں کے آخری حصار کو حوالہ کر دے۔ (۳۰ اگست)۔ یہ اس فوج کا بقیہ تھا جس سے نپولین نے اطالیہ میں ابتدائی فتوحات حاصل کئے تھے۔ یہ پہلی اہم کامیابی تھی جو انگریزی سپاہیوں نے جمہوریت کی فوجوں پر حاصل کی۔ یہ وہ پہلی مہم تھی جس میں انگریزی سپہ سالاروں نے فوج کو یہ موقع دیا کہ وہ خود اپنے اصلی جوہر کو نمایاں کرے۔

اسکندریہ میں فرانسیسیوں کی حوالگی ۳۰ اگست

صلح کے لئے گفت وشنود

صلح اب قریب الحصول تھی۔ معاہدہ لیونوایل نے جب آسٹریا کو جنگ سے علیحدہ کر دیا تو اس کے بعد ہی بہت جلد برطانیہ عظمی اور فرانس کے درمیان غیر سرکاری گفت وشنود کا آغاز ہو گیا۔ پٹ جس مقصد کو پیش نظر رکھکر جنگ میں شریک ہوا تھا یعنی فرانس کی دست درازی کے خلاف قدیم یورپی نظم کو برقرار رکھنا اس مقصد کی نسبت اب یہ معلوم ہونے لگا تھا کہ انگلستان کو اسے چھوڑنا پڑے گا۔ براعظم کی مدافعت کے لئے انگلستان نے اپنے حصہ رسدی کے موافق بہت بار اٹھایا تھا۔ پس اب اگر براعظمی سلطنتیں

ایک واحد سلطنت کی فوقیت کا اندفاع نہیں کر سکتی تھیں تو انگلستان تن تنہا توازن
طاقت کے لئے جدوجہد نہیں کر سکتا تھا۔ ۱۷۹۶ء میں جو گفت و شنود ہوئی تھی اس
میں اور اس ۱۸۰۱ء والی گفت و شنود میں مابہ الاشتراک بہت کم تھا۔ پٹ کے تمام
ابتدائی مراسلات میں بلجیم ٹیپ کا بند ہوتا تھا مگر اب وہ سلسلۂ بحث میں نہیں رہا تھا۔
رائن کی سرحد اور بیٹویا، لگیوریا اور ماورائے آلپس کی جمہوریات کے ناموں سے
ہالینڈ اور شمالی اطالیہ کا عملی قبضہ فرانس کے لئے خاموشانہ طور پر روا رکھا گیا
نیدرلینڈز کی بحالی کے بجائے ۱۸۰۱ء کے مراسلات میں ۱۸۰۱ء کے ارباب حل
و عقد نے مصر، مالٹا اور ان مستعمرات کے قبض و دخل پر بحث کی جنہیں برطانیہ عظمیٰ
نے فرانس اور اس کے حلفا سے فتح کر لیا تھا۔ مصر کی قسمت کا فیصلہ تو خود
واقعات نے کر دیا۔ مالٹا کے متعلق فرانس نے بشدت و اصرار یہ مطالبہ کیا کہ اسے
سلسلہ سنٹ جان کے نائٹوں کو واپس دیدیا جائے اور انگلستان نے اس
سے انکار نہیں کیا۔ جس معاملہ میں دونوں حکومتوں کو باہم متفق ہونے میں
سب سے زیادہ مشکل پیش آئی وہ مستعمرات کے متعلق فرانس کے دعاوی تھے
برطانیہ عظمیٰ کو خود کسی قطعہ ملک کا نقصان نہیں اٹھانا پڑا تھا اور اس نے فرانس
اور اس کے ولندیزی و اسپینی حلفا کے ایشیا اور بحر اٹلانٹک کے تقریباً تمام
مستعمرات کو فتح کر لیا تھا۔ سیلون، راس امید، گانیا، ٹرینیڈاڈ اور شرق الہند و
غرب الہند کے مختلف مستقرات کی واپسی کے عوض میں فرانس برطانیہ عظمیٰ
کو سوائے صلح کے اور کچھ پیش نہیں کر سکتا تھا، لیکن اگر صلح کرتا تھا تو اس کا قرار
واقعی امکان صرف تسویہ باہمی ہی کے ذریعہ سے ہو سکتا تھا اور آخر میں اس
امر پر اتفاق ہو گیا کہ انگلستان، سیلون اور ٹرینیڈاڈ کو اپنے قبضہ رکھے اور فرانس

مبادی لندن یکم اکتوبر ۱۸۰۱ء

اسپین اور ہالینڈ کے بقیہ مستعمرات کو واپس کر دے۔ ان شرائط
پر مشتمل مبادی پر یکم اکتوبر ۱۸۰۱ء کو لندن میں دستخط ہو گئے۔
مخاصمات بند ہو گئے مگر مبادی قرارداد اور ختم معاہدے
کی توکید کے درمیان جو چند مہینے گزرے ان سے بوناپارٹ نے براعظم پر نئے
نئے اغتصابات کا کام لیا اور گفت و شنود کے جاری رکھنے سے اس نے

برطانیہ عظمیٰ کو مجبور کر دیا کہ وہ ایک معنی کر کے اسے قبول کرتی جائے۔ حکومت اگرچہ ان حرکات سے بیزار تھی مگر وہ اس پر بھی آمادہ نہ تھی کہ ان حرکات کو وہ جنگ کے لئے عذرات بنا لے۔ آخرالامر مستشارات انجام کو پہنچے اور فرانس و انگلستان کے درمیان قطعی معاہدہ پر بمقام امینز ۲۷ مارچ ۱۸۰۲ء کو دستخط ہو گئے۔[1]

صلح امینز ۲۷ مارچ ۱۸۰۲ء

پٹ کی کنارہ کشی اس کا سبب

جس وزیر نے آغاز جنگ کے اولین وقت سے یورپ کی آزادی کے لئے اس عزم و استقلال سے جد و جہد کی تھی وہ اس وقت صاحب اقتدار نہیں رہا تھا۔ جب برطانیہ عظمیٰ نے قنصل اول سے گفت و شنود شروع کی ہے۔ جس ہفتہ آسٹریا نے صلح لیونوریل پر دستخط کی ہے اسی ہفتہ میں پٹ عہدے سے کنارہ کش ہو گیا۔ جس مصیبت عظمیٰ نے براعظم کے آخری مخالفہ کو برباد کر دیا ممکن ہے کہ اسی کی وجہ سے پٹ پر یہ اثر ہوا کہ وہ ان لوگوں کے لئے جگہ خالی کر دے جو اس سے بہتر انداز سے صلح کی کارروائی کر سکتے ہوں مگر اس کی کنارہ کشی کا فوری سبب داخلی روش سے متعلق ایک معاملہ تھا۔ جن چند اہم خانگی معاملات کو پٹ نے جنگ پر قربان نہیں کیا تھا ان میں سے ایک معاملہ برطانیہ عظمیٰ اور آئرلینڈ کے تشریعی اتحاد کا بھی تھا۔ اس وقت تک آئرلینڈ میں خود ایک پارلیمنٹ تھی جو برائے نام برطانیہ عظمیٰ کی پارلیمنٹ سے خود مختار تھی مگر وہاں کی آبادی باہم اس درجہ تقسیم تھی کہ وہ کوئی حقیقی قومی حکومت نہیں قایم کر سکتی تھی۔ اور اگر ملک کے اندرونی حالات بہتر بھی ہوتے تو بھی اس وقت میں برطانیہ عظمیٰ کا عملی حق فرمانروائی ڈبلن کی پارلیمنٹ کو اس سے زیادہ کچھ نہ ہونے دیتا کہ وہ وزرا کی رشوت خواری تباہ کاری کا آلہ بنی رہی۔ پٹ کی خواہش یہ تھی کہ آئرلینڈ کو خیالی خود مختاری کے بجائے برطانیہ عظمیٰ کی سیاسی زندگی میں اس قسم کی حقیقی

[1] آئی کلرک معاہدات فرانس جلد اول صفحہ ۴۸۴۔

شرکت عطا کرے جس نے اسکاٹلینڈ اور ویلز کی جداگانہ قومیت کے نقصان کی زاید از ضرورت تلافی کر دی تھی۔ تشریعی انصاف کے اعتماد کے طور پر پٹ نے آیرلینڈ کے کیتھولک فریق کے سرگروہوں کو یہ امید ولائی تھی کہ دار العوام اور بہت سے سرکاری عہدوں میں رومن کیتھولکوں کے داخلہ میں جو عوایق درپیش ہیں وہ اب باقی نہ رکھے جائیں گے۔ اس مفاہمت پر آیرلینڈ کے کیتھولکوں نے پٹ کی تجویز کی مخالفت نہ کی جس سے باغلب وجوہ یہ تجویز ناکام ہو جاتی ڈبلن کی پروٹسٹنٹ پارلیمنٹ کے

آئرلینڈ اور برطانیہ عظمیٰ کا اتحاد ۱۸۰۰ء

کثیر التعداد ارکان نے اس قیمت کو قبول کر لیا جو وزارت نے ان رایوں کے عوض میں ادا کی تھی۔ پس دونوں ممالک کے تشریعی اتحاد کے حق میں سلسل قرار دادیں ۱۸۰۰ء کے موسم بہار میں انگلستان کو روانہ کی گئیں۔ انگریزی پارلیمنٹ نے بھی اسی طریق پر قانون اتحاد کو منظور کیا اور برطانیہ عظمیٰ اور آئرلینڈ کی پہلی متحدہ پارلیمنٹ آغاز ۱۸۰۱ء میں لندن میں جمع ہوئی۔

پٹ اب تیار ہو گیا کہ آئرلینڈ کے کیتھولکوں کے متعلق اپنے

پٹ نے کیتھولک کو قیود سے آزاد کرنے کی خواہش کی

معنوی وعدے کو پورا کرے۔ کوئی ایسی کارروائی جس سے ملکی و مذہبی عناد کے قدیم حدود و فاصل محو ہو جاتے اور جس طبقہ کو اب تک اجنبی و مخاصم سلطنت سمجھا جاتا رہا تھا اسے سرکاری زندگی میں داخل کر لیا جاتا یہ کارروائی پٹ کے تدبر کے بہترین اوصاف کے عین موافق ہوتی مگر جو لوگ رومن کیتھولکوں کے متعلق انصاف اور رواداری کے ہر ایک فعل سے متنفر تھے انھوں نے شاہ جارج سوم کے جاہلانہ تعصب کو پٹ کے خلاف برانگیختہ کر دیا اور یہ تعصب وزیر کی ذہانت وطباعی سے زیادہ قوی ثابت ہوا اور جب کیتھولکوں کے رفع قیود کی تجویز کابینہ میں زیر بحث تھی اس وقت پٹ کے

پٹ کا مستعفی ہونا فروری ۱۸۰۱ء

رفیق کار ڈنڈاس کو بادشاہ کے ذاتی عناد کی پرانی دھمکی دی گئی اور پٹ جب بادشاہ پر اثر نہ ڈال سکا جس کا

اعتقاد یہ تھا کہ حلف تاجپوشی کے حرف حرف کے لئے اس کی روح کو سزا بھگتنا
پڑے گی) تو وہ اپنے اقرار کے مناسب پاس و لحاظ کے خیال سے خود (۱۵ار
فروری ۱۸۰۱ء کو) اپنے عہدے سے دست کش ہو گیا۔ پٹ کی وزارت کے
قابل ترین ارکان گرنول ڈنڈاس اور ونڈھم اپنے سرگروہ کے ساتھ کنارہ

اڈنگٹن وزیراعظم۔

کش ہو گئے۔ دارالعوام کا صدر اڈنگٹن وزیراعظم ہوا
اور اس کے رفقا بھی اسی کے مانند غیر ممتاز اشخاص تھے۔
اڈنگٹن ہی کی اس وزارت کے تحت اس گفت و شنود کا آغاز ہوا جس کا
انجام اکتوبر ۱۸۰۱ء کے مبادی صلح کے دستخط پر ہوا۔
پٹ نے خود نئی وزارت کو اس نئی صلح کی حکمت عملی میں مدد دی۔
پٹ کے سابق وزیر خارجہ گرنول نے مستعمرات مقبوضہ کی حوالگی اور کسی شرط

۱۸۰۱ء کی صلح۔

پر بھی فرانس کو امن عطا کرنے کی روش دونوں پر بلا رو
رعایت نفرین کی۔ واقعات کا جو علم ہمیں حاصل ہے
اس کے لحاظ سے جب ہم نظر کرتے ہیں تو یہ ۱۸۰۱ء کی صلح اس سے زیادہ
کچھ نہیں معلوم ہوتی کہ یہ ایک لابدی جنگ میں ایک غیر نفع بخش وقفہ تھا
اور شاید اس زمانہ میں بوناپارٹ کی ہوس کے علامات کو دیکھتے ہوئے
گرنول کی طرح کے لوگ حق بجانب تھے جو قوم پر زور دے رہے تھے کہ
فرانس کو کسی طرح کا وقفہ جنگ نہ دے اور خود بوناپارٹ کی بے انصافیوں
کی بنا پر یہ اعتماد رکھا جائے کہ براعظم میں ہمارے حلیف پیدا ہو جائیں گے مگر
بروقت صلح کی قیمت اتنی ضروری معلوم ہوتی تھی کہ کم از کم اس کی آزمایش
کر لی جائے۔ جنگ جارحانہ کے جاری رکھنے کے طریقے ختم ہو چکے تھے۔
قومی مدافعت کے اخراجات علیٰ حالہا قایم تھے۔ تباہ کرنے کے لئے
(دشمن کے) بیڑے اور قبضہ کرنے کے لئے مستعمرات اب باقی نہیں رہے
تھے دشمن کو نقصان پہنچانے کا صرف ایک ذریعہ یہ رہ گیا تھا کہ اس کے
بندرگاہوں کا محاصرہ رکھا جائے اور اسے بحری تجارت سے محروم کر دیا
جائے۔ دوسری طرف فرانسیسی حملہ کے امکان کی وجہ سے انگلستان میں نہایت

وسیع فوج اور محافظ ملک عساکر کے برقرار رکھنے کی ضرورت تھی اور جنگ کے اخراجات میں کوئی بڑی تخفیف بھی نہیں ہو سکتی تھی حالانکہ ان اخراجات کی وجہ سے اس سے قبل ہی قومی قرضہ میں بیس کرور کا اضافہ ہو چکا تھا۔ صلح کرنے سے اس سے زیادہ کچھ نقصان نہیں تھا کہ بعض مقبوضات اور چند فوجی مقامات جنھیں قبضہ میں رکھنے کے لئے لوگ کچھ ایسے مضطرب نہ تھے وہ ہاتھ سے نکل جائینگے۔ یہ دلیل کہ انگلستان اس وقت جو کچھ حوالہ کر رہا ہے اسے وہ جس وقت چاہے گا پھر لے لیگا ان دلائل سے بہت زیادہ قوی تھے جو یہ ثابت کرنا چاہتے تھے کہ مقامات زیر بحث حقیقی مفاد کے نہیں ہیں یا تاہم اس آخرالذکر بحث پر بھی اعلیٰ اسناد کی کچھ کمی نہیں تھی خود نلسن نے بذات خاص دارالعوام کو یہ یقین دلایا کہ مالٹا یا راس امید کبھی بھی برطانیہ عظمیٰ کے لئے اہمیت کے مقامات نہیں ہو سکتے۔[1]

اس شہادت کے ہوتے ہوئے جو لوگ اس امر پر نوحہ خواں تھے حیات و ممات کی اس کشمکش کے دوران میں انگلستان دشمن کو اس سے از دست رفتہ ممالک میں سے کوئی ملک واپس لے لینے دے انھیں ضدی مخبوط سمجھ کر نظر انداز کر دیا جاتا تھا۔ مجلس وضع قوانین قوم کے عام احساس کا آئینہ تھی اور حکومت کی روش کی تصدیق دارالامرا اور دارالعوام میں ایک کے مقابلہ میں دس کی کثرت سے ہوئی۔

براعظمی صلح کے دوران میں بوناپارٹ کی دست درازیاں

اگرچہ اڈنگٹن کی وزارت نے مصر اور بالٹک دونوں جگہوں میں زور کے ساتھ کارروائی کی تھی مگر یہ احساس عام طور پر پیدا ہو گیا تھا کہ پٹ کی کنارہ کشی سے وہ عزم و استقلال کی روش باطل ہو گئی ہے جو ۱۷۹۳ء سے انگلستان کے لئے چراغ راہ کا کام دے رہی تھی۔ جب مبادی صلح پر لندن میں ایک مرتبہ دستخط ہو گئے تو پھر بوناپارٹ نے بجا طور پر یہ رائے قایم کر لی کہ

---

[1] تاریخ پارلیمنٹ ۳ نومبر ۱۸۰۱ء۔

جو گفتگو ان مبادی کو قطعی معاہدے کی صورت میں بدلنے کے لئے ہو رہی ہے اس سے منقطع کرنے کے بجائے اڈنگٹن اپنے بہت سے صحیح و درست اسباب شکایت سے دست بردار ہو جائے گا۔ پس مستشارات منعقدہ امینز کے فرانسیسی نمایندہ جوسیف بوناپارٹ کو قنصل اول نے ٹالیرنڈ کے توسط سے یہ ہدایات ارسال کیں کہ تمہیں اس امر کی ممانعت کی جاتی ہے کہ تم شاہ سارڈینیا یا اسٹیٹ ہولڈر (شاہ ہالینڈ) یا بیٹویا، ہلویشیا یا جمہوریہ اطالیہ کے اندرونی معاملات سے متعلق کسی تجویز پر کچھ گفتگو کرو ان میں سے کسی معاملہ کا کوئی تعلق انگلستان کے مباحث سے نہیں ہے۔ انگلستان کے غور و فکر سے مباحث کی جس فہرست کو خارج کیا گیا تھا وہ انہیں دست درازیوں کی فہرست تھی جن کے ذریعہ سے بوناپارٹ براعظمی صلح کے وقفہ کو مشاغل بنانا چاہتا تھا۔ لیونوائل کے معاہدے میں فرانس نے ہالینڈ، سوئزرلینڈ اور اطالیہ کی جدید القیام جمہوریات کی خودمختاری کو تسلیم کر لیا تھا۔ زار نے جس شرط پر صلح کی تھی وہ یہی تھی کہ پڈمانٹ خاندان سیوائے کو واپس دیدیا جائے، مگر ان تمام مسایل پر فرانس کے قول و قرار صرف شکست کرنے کے لئے ہوئے تھے۔ فرانس کی ان دست نگر جمہوریات میں خودمختاری پیدا کرنے کے بجائے صلح لیونوائل صرف اس غرض سے ہوئی تھی کہ ان جمہوریات میں ایسے تغیرات کا سلسلہ جاری کیا جائے جن سے یہ سلطنتیں براہ راست قنصل اول کے ہاتھ میں آ جائیں۔ خود فرانس میں مطلق العنان حکومت کے قایم ہو جانے سے یہ لازم آتا تھا کہ اس کے توابع میں بھی ہر جگہ ایسا ہی تغیر ہو جائے اور ایک ایسی جماعت عاملانہ قایم ہو جائے جو قنصل اول کے احکام کو ویسے ہی بے چون و چرا طور پر قبول کرے جس طرح کسی فرانسیسی صوبہ کا صوبہ دار قبول کرتا ہو۔ ہالینڈ کو جدید دستور سلطنت اس وقت عطا ہوا کہ ہنوز

ہالینڈ ستمبر ۱۸۰۱ء۔

فرانس، انگلستان سے برسر جنگ تھا (ستمبر ۱۸۰۱ء میں) جمہوریہ بیٹویا کی موجود الوقت حکومت و مجلس وضع قوانین برطرف کر دی گئی اور ان کے بجائے بارہ اشخاص کی ایک مجلس قایم ہوئی جن میں سے ہر شخص باری باری سے تین تین ماہ کے لئے عہدہ صدارت پر فائز ہوتا تھا

اور بینتیس ۳۵ اشخاص کی ایک مجلس وضع قوانین بھی قایم کی گئی جو سال میں صرف چند دنوں کے لئے جمع ہوتی تھی۔ نئے صدر کو اس کے دوران اقتدار میں جو اختیار دیا گیا تھا وہ بس اتنا تھا کہ اسے ایک کارآمد خادم بنانے کے لئے کافی ہو۔ جو شخص صرف تین مہینے کے لئے وزیر ہو اور جو مجلس انتظام ملنے پر جمع ہوتی اور برطرف ہو جاتی ہو اس سے یہ توقع نہیں ہو سکتی تھی کہ وہ قنصل اول کے ساتھ واقعی ہمسری کا دعوی کرے۔ اہل ہالینڈ پر جو دستور سلطنت اس طرح بزور عاید کیا گیا اسے انھوں نے امن و سکون کے ساتھ قبول کر لیا۔ ان کے پاس مقاومت کا کوئی ذریعہ نہیں تھا اور ان کے معاملات سے برا عظم میں بہت کم دلچسپی پیدا ہوئی۔

لیکن قنصل اول نے اس کے بعد جو انقلاب برپا کیا وہ اس سے بدرجہا زیادہ نمایاں ہوا۔ جمہوریہ "سس الپاین" (ماورائے آلپس) کے نام پیرس سے جو احکام بھیجے گئے ان کی تبعیت میں ساڑھے چار سو اطالوی نمایندوں کی ایک جماعت وسط سرما میں آلپس کو قطع کر کے لینٹر میں قنصل اول سے ملنے اور جمہوریہ ماورائے آلپس کے لئے ایک دستور سلطنت پر غور و بحث کرنے کے لئے آئی اور واقعہ تو یہ ہے کہ ٹالیرینڈ نے دستور سلطنت مرتب کر کے مہینوں قبل بمقام ملان مجلس وضع قوانین کے پاس بھیجد یا تھا مگر قنصل اول کے حضور میں ہر طرح کے قومی عزو وقار کے ساتھ اطالیہ کے نمایندوں کا اس طرح بمقام لینٹر جمع کرنا خود اطالیہ کے مفاد کے لئے نہیں تھا یہ اجتماع وہ انتہائی درجہ کا نمایاں اظہار اطاعت شعاری تھا جسے نپولین تمام فرانس کے روبرو کسی غیر قوم سے حاصل کر سکتا تھا۔ یہ شہادت تھی اس امر کی کہ فرانس کے سوا اور ممالک بھی نپولین کو اپنا فرمانروا بنانے کے خواہش مند تھے۔ جب "سس الپائن" (ماورائے آلپس) کے جدید دستور سلطنت کے تمام چھوٹے عہدے پر ہوگئے۔ اس وقت اطالیوں کو یہ معلوم ہوا کہ اس اجتماع کا اصلی مقصد یہ تھا کہ عصائے شاہی نپولین کے ہاتھ میں دیدیا جائے۔ جس کام کے کرنے پر انھوں نے اپنے کو مجبور پایا اسے قبول کر لیا اور (۲۵ جنوری ۱۸۰۲ء،

"سس الپاین" کی سلطنت کی صدارت قنصل اول کے سامنے پیش کر دی۔ فرانس کے عہدہ قنصلی کے برخلاف "سس الپاین" کے لئے دستور سلطنت میں حاکم اعلیٰ کے عہدے کی میعاد دس برس سے زاید بھی بڑھ سکتی تھی۔ بوناپارٹ نے عملاً لمبارڈی کا تاج حاصل کر لیا تھا اور اس نے فرانس کے سامنے اطاعت و انقیاد کی ایک مثال پیش کر دی جو خود فرانس کی اطاعت و انقیاد سے زیادہ بے چون و چرا تھی۔ جس قوم نے خود کو اس طرح بوناپارٹ کے ہاتھ میں دیدیا تھا اس کا صلہ اسے صرف ایک فقرہ سے دیا گیا۔ جمہوریہ "سس الپاین" کو یہ اجازت دی گئی کہ وہ جمہوریہ اطالیہ کا نام اختیار کرے۔ اس نئے لقب سے ان قومی امیدوں کا اظہار ہوتا تھا جو گذشتہ دس برس کے اندر اطالیہ میں پیدا ہو گئی تھیں۔ اس سے بوناپارٹ کی جانب سے کوئی حقیقی خواہش اس امر کی نہیں ظاہر ہوئی تھی کہ وہ آزاد یا متحدہ اطالوی قوم بنانا چاہتا تھا۔ خود سلطنت "سس الپاین" کے اندر عمدہ نظم و نسق کے قیام اور جاگیری امتیازات کی منسوخی سے اگرچہ بوناپارٹ کی حکومت کو قبول عام حاصل ہو گیا تھا مگر جو محبان وطن آزادی کے طالب ہوتے تھے انھیں جلا وطنی یا قید کا خطرہ لاحق رہتا تھا۔ اطالوی سرزمین پر فرانس نے اپنے جن مزید اثرات کو وسعت دی ان سے اطالیہ کے اتحاد کا کام نہیں لیا۔ بوناپارٹ نے ٹسکنی کو اسپین کے شہزادہ پرما کو دیدیا اور اس پر قنصل اول کے گماشتوں کی نگرانی قائم ہو گئی۔

پیڈمانٹ فرانس سے ملحق کر لیا گیا۔ ستمبر ۱۸۰۲ء

پیڈمانٹ جو مدت سے فرانسیسی سپہ سالاروں کی حکمرانی میں تھا وہ آخرالامر قطعی طور پر فرانس سے ملحق کر دیا گیا۔

سویزرلینڈ میں دخل دہی

جمہوریہ "سس الپاین" (ماوراے آلپس) کے مانند سویزرلینڈ نے اپنی آزادی فرانسیسی افواج کے فتوحات سے حاصل نہیں کی تھی اور نہ بوناپارٹ سلطنت ہلویشیا کے بانی ہونے کی حیثیت سے اس کی صدارت کا دعویٰ کر سکتا تھا تاہم سوئیس فریقوں

کی کشاکش نے ملک کو فرانس کے رحم و کرم پر منحصر کر دیا تھا۔ ۱۷۹۹ء میں میناکے آسٹریوں کو نکال دینے کے بعد اسے شہر کے عمومیوں اور جنگلی صوبوں کے متفقیوں کے درمیان مخاصمت از سر نو پیدا ہو گئی تھی۔ ایک فرانسیسی فوج ہنوز سویزرلینڈ پر قابض تھی۔ قنصل اول کے سفیر کو یہ ہدایات ملے تھے کہ وہ تمام فریقوں کے معاملات میں دخل دے اور کسی کو متحکم نہ کرے۔ ۱۸۰۱ء کے موسم خزاں میں متفقیوں کو یہ اجازت دیدی گئی کہ وہ مرکزی ہلویشیائی حکومت کو برطرف کر دیں جسے ۱۷۹۸ء میں نظامت نے قایم کیا تھا۔ ایک تغیر کے بعد دوسرا تغیر ہونے لگا تا آنکہ ۱۹؍ مئی ۱۸۰۲ء کو ایک دوسرے دستور سلطنت کا اعلان ہوا جس کی بنا ۱۷۹۸ء والے دستور سلطنت کے مانند مرکزی و عمومی اصولوں پر تھی اور معاقدہ سویزرلینڈ کے ارکان کی قدیم مقامی آزادی تقریباً بالکل ہی فنا کر دی گئی تھی۔ فرانس کے طرفداروں نے جب یہ دستور سلطنت برپا کیا (جس کا قرار و قیام صرف اسی طرح ممکن تھا کہ برن اور جنگی صوبوں کی مخاصمت کے مقابلہ میں قوت سے کام لیا جائے) تو اس کے بعد معاً فرانسیسی فوجیں سویزرلینڈ کو چھوڑ کر چلی گئیں۔ فوراً ہی خانہ جنگی برپا ہو گئی اور چند ہفتوں کے اندر اندر بیرڈی واڈ کے سوا سارا سویزرلینڈ فرانسیسیوں کی قایم کردہ حکومت کے ہاتھ سے نکل گیا۔ یہی وہ نازک موقع تھا جس کا بوناپارٹ کو انتظار تھا۔ ۲؍ اکتوبر کو لوزان میں ایک اعلان شایع ہوا اور یہ مشتہر کیا گیا کہ قنصل اول نے معاقدہ ہلویشیا کا ثالث ہونا قبول کر لیا ہے۔ ایک فرانسیسی فوج سویزرلینڈ میں داخل ہو گئی۔ صوبوں سے چھپن نایب پیرس میں بلائے گئے اور اوایل ۱۸۰۳ء میں ایک نیا دستور سلطنت بنایا گیا جس سے مرکزی حکومت فرانس کے ہاتھ میں بے بس ہو کر رہ گئی اور قومی فرمانروائی صرف صوبوں کے خود اختیاری انتظام تک محدود کر دی گئی اور اس طرح سویزرلینڈ اسی سطح پر آگیا جس سطح پر نیولین کے بٹیویا اور "سس الپاین" کے توابع تھے۔ وادی رون اور ان پہاڑوں کو جن پر سے ہو کر سمپلن کی نئی سڑک

بوناپارٹ ثالث معاہدہ ہلویشیا ۲؍ اکتوبر ۱۸۰۲ء

گزرتی تھی لاو ملیس کے نام سے ایک جدید سلطنت جمہوری میں بدل دیا گیا مسٹر کیت
ہلوبشیا کا نیا حاکم اعلیٰ اپنے عہدے پر اس طرح فایز ہوا کہ اسے نپولین کی خفیہ
پولیس کے سرمایہ سے وظیفہ ملتا تھا۔

جرمانیہ کا انتظام

صلح لیو نوایل نے ہالینڈ شمالی اطالیہ اور سویزرلینڈ کو جس قسم کی خود مختاری عطا کی تھی۔ اس کی نوعیت اس صلح نامہ میں جرمانیہ کی تنظیم جدید کی جو شرط قرار دی گئی تھی اس نے زیادہ وسیع اغراض پر اثر ڈالا اور یورپی تاریخ پر اس کے اثرات بھی زیادہ مستقل ہوئے۔ فرانس کو جو صوبے حوالہ کئے گئے تھے، ان میں شہنشاہی کے قدیم کلیسائی حکمرانان یعنی والیان مینز کولون اور ٹریوس کے اقطاع ملک واقع تھے لیکن روحانی حکمرانوں کے علاوہ مختلف درجہ کے دنیاوی امرا جن میں والی پیلیناین سے لیکر (جس کی چھ لاکھ رعایا تھی) شہزادہ ویڈرکل تک داخل تھے (جس کے پاس صرف ایک موضع تھا) ان امرا کے علاقے بھی راین کے بائیں جانب واقع تھے اور ان بیدخل دنیاوی امرا کے لئے اندرون جرمانیہ کی دوسری کلیسائی سلطنتوں کو برباد کرکے نئے اقطاع ملک قایم کرنا تھے۔ معاملات پھر اسی حالت پر آ گئے جو ۱۷۹۸ء میں تھی اور راسٹاڈ کا افسانہ مسرت جہاں سے ٹوٹ گیا تھا وہیں سے پھر شروع ہوا۔ فرق صرف اتنا ہوا کہ فرانسیسی مدبرین جو کلیسائی جرمانیہ کی تقسیم پر نگراں تھے وہ راین تک آنے اور آسٹروی سواروں کے ہاتھوں خطرہ ہلاکت میں پڑنے کے بجائے پیرس ہی میں قیام پذیر رہے۔ معاہدہ لیو نوایل پر دستخط ہوتے دیر نہیں ہوئی تھی کہ سازشیوں کی تبر اکت جو راسٹاڈ میں طرح طرح کی ترغیب و تحریص سے کام لے رہی تھی وہ نقشے اور روپیوں کی تھیلیاں لئے ہوئے کل کی کل پیرس کو جا پہونچی اور جب یہ معلوم ہو گیا کہ یہ اراضی عام شہنشاہی کے آزاد شہر اب اس غنیمت میں داخل کر دئے جائیں گے تو ان کا اشتیاق کار اور بھی بڑھ گیا اور ٹالیو بنڈ اور اس کے معتمد علیہ مینو کی رشوتوں کے مانگنے یا جرمانیہ میں ثالث بننے کے لئے حیل و تدابیر کرنے کے لئے کوئی موقع نہیں رہا۔ وہ الحاح و ابرام سے مغلوب ہو گئے

تھے قدیم روش کے موخر مدبر ضرورت مند معتمد کے دفتر میں چار چار سیڑھیاں چڑھ کر پہنچتے یا پر مذاق وزیر کے جلسوں میں حاضریاں دیتے پھرتے تھے۔ وہ ٹالیوینڈ کے کتوں کو گلے لگاتے تھے اور جس لڑکے کو اس نے اپنے گھر میں پالا تھا اس کے ذرا سا مسکرا دینے کے لئے یہ مدبرین ایک دوسرے پر سبقت لیجانا چاہتے تھے[1]۔ ان میں سے زیادہ چالاک اشخاص نے ان کی توجہ کو قطعی معاملت سے مستحکم کرلیا تھا اور ان کے دلوں میں یہ خاص فکر پیدا کردی تھی کہ اس نیلام میں کوئی ان سے بولی بڑھا نہ لیجائے۔ غرض کہ یہ کھیل اس وقت تک جاری رہا جب تک کوئی علاقہ اسقفی یا کوئی شہر اس بازار میں باقی رہا۔

یہ تھا کہ جرمانیہ کی تنظیم جدید کا حقیقی طریق کار مگر اس دوران میں لیٹیا ان کی ڈائٹ نے ایک مصنوعی طریقہ کار قایم کردیا تھا۔ ڈائٹ ۱۸۰۱ء کے تمام موسم سرما میں غور و فکر کرتی رہی مگر ایک قرارداد پر بھی نہ پہنچ سکی۔ شہنشاہ پال کے انتقال کی وجہ سے روسی حکمت عملی میں دفعتہً جو تغیر ہوا اور جس سے بونا پارٹ شمالی بحری معاہدے کی تائید سے محروم ہوگیا اس سے دول جرمانی میں کسی متحدہ عمل کی حرکت نہ پیدا ہوئی۔ آسٹریا اور پرشیا کے قدیم عناد نے ڈائٹ کو مفلوج کردیا تھا۔ ٹسکنی کے مسلوب المملکت گرینڈ ڈیوک کو آسٹریا، جرمانیہ میں معاوضہ دلانا چاہتی تھی۔ پرشیا یہ چاہتی تھی کہ درزبرگ اور ہمبرگ کو ملحق کرکے وہ اپنا اثر جنوب جرمانیہ میں وسیع کردے۔ پس اس طرح ۱۸۰۱ء کا موسم گرما ناقابل اختتام بحث مباحثہ میں ضایع کردیا گیا تاآنکہ بونا پارٹ نے پھر روس پر وہ اثر پیدا کرلیا جو اسے پال کے انتقال کے قبل حاصل تھا اور آخرالامر انگلستان سے صلح کرکے خود کو ہر قسم کی روک ٹوک سے آزاد کرلیا۔

---

[1] ۔ گیگرن "میرا حصہ مدد" Mein anlheil جلد اول صفحہ ۱۱۹، وہ یہ تعرض کرتا ہے کہ وہ کبھی کنا لیکو نہیں چلا۔ یہ نیلگر رقص اس زمانہ کے قریب جرمانیہ سے واپس آئے ہوئے پیرس میں فرانسیسیوں نے جاری کیا تھا جس سے یہ مذاق نکلا کہ فرانسیسیوں نے جرمانیوں کے قومی رقص کا بھی الحاق کرلیا ہے۔

بوناپارٹ کے تمام تدابیر سیاسیہ میں سے کوئی تدبیر نہ اس سے زیادہ قابلیت کے ساتھ سوچی گئی اور نہ مستقل شہنشاہی کا نتیجہ پیدا ہونے کی توقع اس سے زیادہ اغلب طور پر ہو سکتی تھی جتنی اس تدبیر سے ہوئی جس کا اثر

بوناپارٹ کی جرمانی حکمت عملی

جرمانیہ کی دوسری درجہ کی سلطنتوں پر پڑتا تھا۔ آسٹریا اور پرشیا کی رقابت، بوریا میں آسٹروی دست درازی کے خوف کا احساس، بیڈن اور ولمبرگ کے ادنے درجہ کے حکمرانوں کا مضحکہ خیز حوصلہ یہ سب باتیں خوب معلوم تھیں اور رائن کے دوسرے جانب کی فرانسیسی محمیت کی تشکیل میں جو روش اختیار کی گئی اس میں اس سے پوری طرح کام لیا گیا۔ بوناپارٹ کا ارادہ یہ تھا کہ سواحل بالٹک پر پرشیا کی مملکت کو اتنا بڑھا دے کہ اس سے آسٹروی طاقت کا پلہ برابر ہو جائے۔ اور اس مقصد کے لئے وہ ہنیوور یا مکلنبرگ کو قربان کر دینے کے لئے تیار تھا مگر جنوب جانب پرشیا کی وسعت کا وہ مانع تھا۔ آسٹریا کو اس کے بجائے کہ بوریا میں کوئی بھی مملکت ملتی وہ مغربی جرمانیہ میں خود اپنے بیرون افتادہ مقبوضات سے محروم ہو گئی اور اس خطہ سے اس کا تمام اثر خارج کر دیا گیا۔ آسٹریا کے خلاف بوریا کا انحصار فرانسیسی حفاظت پر تھا اور اس کے لئے یہ ضروری تھا کہ اسے بہت زیادہ قوی کر دیا جائے۔ بیڈن اور ورٹمبرگ جو چھوٹی چھوٹی بادشاہیوں، استقفیوں اور آزاد شہروں کی غنیمت سے مالا مال ہو گئے تھے وہ اپنی مزید وقعت و وسعت کے لئے فرانس کی طرف آنکھ لگائے ہوئے تھے پس اس طرح جب دو رقیب سلطنتیں بحر بالٹک اور نشیبی ڈینیوب پر ایک دوسرے کی قوت کا توازن برابر کر رہی تھیں اس وقت یہ وسطی و مغربی جرمانیہ کے فرمانروا جنھیں سب کچھ اس طاقت سے حاصل ہوا تھا جس نے آسٹریا کو ذلیل کیا تھا وہ خود اپنے مفاد کی بہترین ضمانت اور اپنے قوی تر ہمسایوں کے مقابلہ میں اپنی بہترین حفاظت اسی میں سمجھتے تھے کہ فرانس کے مطیع بنے رہیں۔

صرف ایک صورت ایسی تھی جس سے اس روش میں اختلال واقع ہو جاتا جو اتنے مختلف مقاصد کے لوگوں کو مرغوب تھی، وہ خود جرمانیوں میں

قومی احساس کا پیدا ہو جاتا تھا مگر جرمانیہ کے لوگوں کو بھی ملک آبائی کی اتنی ہی کم فکر تھی جتنی ان کے حکمرانوں کو تھی اہالی ہسّی و بویریا جو شہنشاہی کے وسط میں رہتے تھے انھیں بھی جرمانیہ کا خیال کچھ اس سے زیادہ نہ تھا جتنا ان سویزرلینڈ یا ہالینڈ والوں کو تھا جو صدیوں قبل شہنشاہی سے الگ ہو چکے تھے۔ رائن کے صوبوں کے رہنے والے کچھ زمانہ تک نظامت کی زرکش حکمرانی کے گلے شکوے کرتے رہے مگر جرمانیہ سے اپنی علیحدگی اور ایک غیر قوم کے ساتھ الحاق کے باعث ان کی حب الوطنی کی رگ ذرا بھی حرکت میں نہ آئی نہ انھیں اس کا رنج تھا اور عہد قنصلی میں جب صورت حالات بہتر ہو گئی تو فرانس کے ساتھ یہ الحاق بہت ہی مقبول ہو گیا۔ جس قوم کے اعضا کا واقعاً اس طرح پر فتح کر لینا اور ملحق کر لینا ہو سکتا ہو اور اس سے ان کے جذبات کو صدمہ نہ پہنچتا ہو اس قوم میں بونا پارٹ کو رضامند حلفا کا مل جانا کچھ دشوار نہ تھا۔ ادھر ڈائٹ شہنشاہی کے انتظام و قرار کے مباحثوں کو طول دیتی جا رہی تھی ادھر چھوٹی چھوٹی سلطنتیں فرانسیسی حکومت سے اپنے معاملات طے کرنے میں لگی ہوئی تھیں اور ۲۴ر اگست ۱۸۰۱ء کو بویریا نے ان معاہدات میں سے سب سے پہلے معاہدے پر دستخط کئے جنھوں نے فصل اول کو مغربی جرمانیہ کا سرپرست بنا دیا۔ دو مہینہ بعد فرانس اور روس کے درمیان ایک خفیہ معاہدہ نے زار الگزنڈر کو شہنشاہی کی تنظیم جدید میں شریک کر لیا۔ پیرس اور سنیٹ پیٹرسبرگ کی حکومتوں نے باہم یہ اقرار کیا کہ آسٹریا اور پرشیا کے درمیان توازن قائم رکھنے کی غرض سے وہ متحدہ کارروائی کریں گی اور زار نے خود اپنے قرابتداروں یعنی بویریا بیڈن اور ورٹمبرگ کے حکمرانوں کے مفاد و ترقی کی شرط مزید کا بھی اضافہ کر دیا۔ روسی خاندانوں کے ساتھ ان چھوٹے چھوٹے حکمرانوں کی قرابتداری

جرمانیہ میں متفقہ کارروائی کے لئے فرانس و روس کے درمیان معاہدہ ۱۱ر اکتوبر ۱۸۰۱ء

لہ ۔ پرنتھیس "حالات سیاسیہ" politische zustande جلد اول صفحہ ۳۱۱۔

کی وجہ سے بوناپارٹ کو یہ موقع مل گیا کہ وہ کریمانہ مراعات کی شان سے زار روس کے سامنے ٹھیک وہی کارروائی پیش کرے جس سے خود اس کی (بوناپارٹ کی) قوت کو جرمانیہ میں پر زور ترقی ہوتی تھی۔ الگزنڈر کی مداخلت نے آسٹریا کے جانب سے مقاومت کو بے سود کر دیا جرمانی حکمرانوں نے یکے بعد دیگرے اپنے سرپرست کے ساتھ شرکت غنیمت کا معاملہ طے کرلیا ۴ جون ۱۸۰۲ء کو فرانس و روس کے درمیان ایک خفیہ قرارداد نے ان انتظامات کو مجتمع کر دیا اور شہنشاہی کے تقریباً تمام آزاد شہر اور کل کلیسائی قطعات ملک کی تقسیم سے فراغت ہوگئی۔

ریٹسیان کی ڈائٹ نے فرانسیسی تجویز کو قبول کرلیا

جب غیر ملکیوں نے اس طرح ہر امر کو طے کرلیا اس وقت اس مجلس نے جسے ریٹسیان کی ڈائٹ نے تنظیم جدید کا کام سپرد کیا تھا ایک فرانسیسی اور ایک روسی نمایندے کی اطاعت کے ساتھ اپنا کام شروع کیا۔ فرانس اور روس جس تجویز پر متفق ہو چکے تھے وہ بتمامہ پیش کی گئی اور آسٹریا کے غصہ اور دھمکیوں کے باوجود مجلس میں اس کی منظوری میں اس سے زیادہ تاخیر نہیں ہوئی جتنی جرمانی معاملات سے متعلق ہر امر میں ہوتی تھی۔ مجلس نے تجویز کو ڈائٹ کے روبرو پیش کیا۔ ڈائٹ کو اتنا ہی اضطراب ہوا کہ جو ظواہر اس کا رشتہ حیات تھے ان کی خلاف ورزی کیے بغیر کسی تدبیر سے وہ اس تجویز کو منظور کرلے۔ تمام کلیسائی ریاستوں اور پچاس میں سے پینتالیس آزاد شہروں کی مجوزہ بربادی سے خود ڈائٹ کے ایک ثلث ارکان فنا ہو جاتے۔ اگر ان بدقسمتوں کو اس کارروائی پر رائے دینے کی اجازت دیجاتی تو ان کی رایوں کا نتیجہ یہ ہوتا کہ یہ تجویز نامنظور ہو جاتی اور اگر ان کو طلب نہ کیا جاتا تو ان کی عدم موجودگی اس قرارداد کے جواز میں نقص پیدا کر دیتی۔ ایمان فروشی کی ایک

جرمانی کلیسائی سلطنتوں اور پینتالیس آزاد شہروں کا خاتمہ مارچ ۱۸۰۳ء

شاطرانہ تدبیر یہ نکالی گئی کہ اس امر پر اتفاق ہوگیا کہ جن امرائے مذہبی اور جن شہروں کی قسمت پر مہر لگ چکی ہے انھیں اپنی اپنی باری سے جب قواعد رائے دہی کے لئے

طلب کیا جائے اور ہر نام پر ایک عہدہ دار یہ جواب دیدے کہ "غیر حاضر" اسس طرح اپنے ظواہر پر وفادارانہ قایم رکھکر شہنشاہی نے اپنے قدیم دستور سلطنت کی بربادی کی رائے دیدی اور اہل کلیسا اور آزاد شہروں کی حکومتیں جو سیکڑوں برس سے قایم تھیں وہ یورپ سے ناپدید ہوگئیں (مارچ ۱۸۰۳ء)[1]

جرمانیہ پر اسس کا اثر

یہ نقصان درحقیقت خفیف نقصان تھا فیسوں کے زیر حکومت اضلاع کی اندرونی حالت عام طور پر ابتر تھی۔ شدید جہالت، گداگری اور عدم رواداری نے زندگی میں بے کیف ورنجدہ جمود پیدا کر دیا تھا۔ موسیقی کی سرپرستی کے سوا ان کلیسائی حکمرانوں نے شاید جرمانیہ کی کوئی اور خدمت نہیں کی تھی۔ آزاد شہر بالعموم قرضوں میں غرق تھے۔ ان کے معاملات کا انتظام چند قانون دانوں اور ذوی امتیاز خاندانوں کے جلب منفعت کا ذریعہ ہوگیا تھا۔ ایک قوم کی حیثیت سے جرمانیہ کے لئے ان چھوٹی چھوٹی فرمانروائیوں کی بربادی نہ صرف ایک قاعدہ بلکہ قطعی ضرورت تھی گر جس حکم کے بموجب یہ فرمانروائیاں ساقط کی گئیں وہ جرمانیہ کے مفاد کی غرض سے تجویز نہیں ہوا تھا۔ تاہم غیر ملکیوں کے ان عاید کردہ انتظامات میں بھی جرمانیہ کو ایسے مرکز حاصل ہوگئے جہاں سے جدید سیاسی زندگی کے تنظیمات ان اقطاع ملک میں داخل ہوئے جہاں اسقف کے دربار یا تعلقہ کے جاگیری عہدہ داروں کے سوا اور کسی طرح کے سرکاری اقتدار کا کوئی علم نہیں تھا۔ کلیسائی ریاستوں کے مٹادینے کے بعد ڈائٹ میں پروٹسٹنٹوں کی کثرت پیدا ہوگئی اسس تغیر کا مشاہدہ یوں ہوا کہ گزشتہ صدی میں آسٹروی اور کیتھولکی قوت گھٹتی گئی، گراس سے آسٹریا کے پروٹسٹنٹ رقیب کی آیندہ فوقیت کا یہ کچھ ایسا

---

[1] کاک اور شوپلی، جلد ششم صفحہ ۲۴۷۔
بیر: آسٹروی سیاسیات کے دس برس Zehn jahre vesterreichischer politik صفحہ ۳۵
ہاسر: جلد دوم صفحہ ۳۹۸۔
[2] پرتھس: حالات سیاسیہ (Politische Zustande) جلد دوم صفحہ ۴۰۲ و مابعد

اظہار نہیں ہوتا تھا کیونکہ ڈائٹ میں جرمانیہ کے اصلی اغراض کا پرتو بہت ہی کم پڑتا تھا اور قوم کی سرگروہی کا دروازہ ہنوز اُس طاقت کے لئے کھلا ہوا تھا جو زیادہ صداقت کے ساتھ خود کو جرمانی قوم کے ساتھ شامل کر دے۔ ڈائٹ کی تغیر شدہ نوعیت کا پہلا نتیجہ یہ ہوا کہ مذہبی اور خیراتی جماعتوں کے ہاتھ میں جس قدر ارضی مملکت تھی سب ضبط کر لی گئی تا آنکہ ان جماعتوں کی جایدادیں بھی ضبط کر لی گئیں جنھوں نے کبھی سیاسی خود مختاری کا خفیف ترین دعویٰ بھی نہیں کیا تھا۔ ڈائٹ نے یہ اعلان کر دیا کہ جرمانیہ کے اندر مذہبی اوقاف کے پاس جتنی اراضی ہے سب مذہبی تعلیمی اور مالی امداد کی اغراض کے لئے حکومتوں کی مرضی پر ہے۔ زیادہ حاجتمند درباروں نے اپنی آمدنی کے بڑھانے کے ایسے خوش آیند موقع سے فوراً ہی فائدہ اٹھایا۔ چند سو خانقاہوں کے برطرف کر دینے سے جرمانیہ کا کوئی نقصان نہیں ہوا البتہ شفاخانوں کے بند کر دینے اور دارالعلوموں کو مفلس کر دینے کا فائدہ مشکوک تھا۔ کلیسائی ریاستوں کی بربادی اور گرجا کی زمینوں کی ضبطی سے قسیسوں کی ایک فوج کی داشت کا بار سرکاری خزانوں پر پڑ گیا۔ کولون کا والی جو ایک لاپروا ملکی حکمراں تھا وہ بیس ہزار پاؤنڈ سالانہ کی آمدنی سے ایک بہت خوشحال پادری ہو گیا۔ تمام الحاق شدہ بیدخل شدہ مستقرات کے ارکان شغل بردار اور داروغہ توشہ خانہ تک کو ان کے نقصانات کے مساوی وظائف دئے گئے مگر جنگ کی وجہ سے جو ابتری برپا ہوی اُس میں ان دعاوی کے پورا کرنے کے وسایل اکثر حاصل نہیں ہوتے تھے اور اس لئے یہ کلیسائی انقلاب جو مقاصد عامہ کے لئے بہ حیثیت مجموعی اس قدر مفید تھا اس کا نفاذ اُس کے بغیر نہیں ہو سکا کہ افراد کو شدید و بے وجہ مصائب برداشت کرنا پڑے۔

سنہ ۱۸۰۳ء کی تحریک نے اس صورت حالات کا خاتمہ کر دیا جو یورپ کی حالت واقعی میں اس قدر اہم نہ تھی جتنی اس اعتبار سے ایک عجوبہ شئے تھی کہ وہ مقدس رومانی شہنشاہی کے مرکب مذہبی و سیاسی شکل کا اثر باقیہ تھی۔ جرمانیہ میں کلیسا کے ہاتھ سے اب جو دنیاوی اقتدار نکل گیا تھا وہ

جرمانیہ میں حکومتیں زیادہ مطلق العنان اور زیادہ منضبط ہوگئیں۔

ایسے کاہلوں کے قبضہ قدرت میں تھا کہ اس کا اثر کچھ بھی نظر نہیں آتا تھا۔ اگر کچھ تھا تو اتنا ہی کہ یہاں دوسرے حکومتوں کے بہ نسبت تعصب زیادہ سخت اور زندگی زیادہ کاہلانہ تھی اس مذہبی حکومت کے زوال کا پہلا نتیجہ تو یہ ہوا کہ جرمانیہ کے ایک بڑے حصہ کو جس میں اس وقت تک مطلق کوئی سیاسی تنظیم نہیں تھی محصول، پولیس، دیوانی و فوجداری عدالت کے ایک باقاعدہ نظم کا فائدہ حاصل ہوگیا۔ حکومت کلیسائی کو نقصان پہنچا کر جو حکومتیں قایم ہوئیں وہ اگرچہ سخت گیر و مطلق العنان تھیں مگر نظم و یکسانی کی الفت میں وہ علی العموم کوتاہی نہیں کرتی تھیں۔ تقررات کی خریداری و وراثت بند ہوگئی۔ تجارت اور پیشے (سب کے لئے) کھل گئے۔ کسان اپنے سخت ترین جاگیری باروں سے خلاصی پا گئے، نئی اتحاد گرفتہ سلطنتوں میں سے بویریا کی سلطنت میں اس وقت کے جوش اصلاح نے سب سے زیادہ قوی شکل اختیار کی ایک نیا خاندان جو رائن کے مغربی حصہ سے آیا تھا وہ

بویریا مانٹگلاس کے اصلاحات

اپنے ساتھ فرانسیس حریت کے کچھ جذبات ایک ایسے ملک میں لے آیا جو اس وقت تک مغربی یورپ میں اپنی جہالت و تعصب کی وجہ سے سب پر فائق تھا[1] وزیر ماٹنگلاس ایک ایسا مدبر تھا جس میں فرانیسیوں کی ایسی روشن خیالی موجود تھی اس نے بھی جاگیری و کلیسائی بدنظمی کے خلاف وہی جہاد جاری کیا جسے جوزف نے بیس برس قبل آسٹریا میں شروع کیا تھا۔ پادریوں کو قانون کے تابع کرنے اور کلیسا کو تعلیم کی نگرانی سے محروم کرنے کے متعلق اس کی کارروائیاں تقریباً ویسی ہی تھیں جن کی وجہ سے ۱۷۹۰ء میں بلجیم میں شورش ہوئی تھی اور بویریا کے زمینداروں نے اب

---

[1] ۔ فریڈرک "مستقر پاپائے کے مجالس کی تاریخ" (Geschichte des Vatikanischc Konzils) جلد اول صفحہ ۲۷-۱۴۲ -

بلا ارادہ وہی بے حسی اختیار کی جو ازمنہ وسطیٰ میں لوین کے دار العوام نے اختیار کی تھی۔ مانٹگلاس نے بے دردانہ دانشمندی کے ساتھ تنظیم و ترتیب کی اور سب کو ایک سطح پر لے آیا۔ اس کے شہیدوں میں ایک وہ طبقہ بھی تھا جو حال کے تغیرات میں تباہ ہونے سے بچ گیا تھا۔ شہنشاہی کے "نائٹ" اور ان کے مواضع کے اختیارات عدالتی قانوناً بدستور برقرار تھے مگر مانٹگلاس کی نظر میں اس قسم کا طبقہ محض محالات سے معلوم ہوتا تھا اور اس نے ان کی عدالتوں کو منسوخ کر دیئے اور ان کے محصولوں پر قبضہ کر لینے

نائٹوں کی برطرفی۔

کے لئے اپنے سپاہی روانہ کئے۔ وائینا میں شہنشاہ کے حضور میں سخت شور و فریاد برپا ہوا۔ معزول پادری اگر یورپ سے عیسائیت کے آئندہ فنا ہو جانے پر ماتم کر رہے تھے۔ تو یہ نائٹ بھی اتنے ہی تیقن کے ساتھ سپہ گری کے خاتمہ پر نوحہ خواں تھے۔ نائٹوں کا یہ اعزاز جسے اب روئے زمین سے مٹایا جا رہا تھا اسے جرمانی قومیت کی روح صادق اور شہنشاہی تخت کی غیر مرئی تائید ثابت کیا گیا تھا کچھ دیر کے لئے شہنشاہ کی مداخلت نے مانٹگلاس کو مجبور کر دیا کہ وہ ان مقدس محاصل اور دریائے گزرگاہ سے اپنا قبضہ اٹھالے مگر یہ خوفناک طوفان چھٹ گیا اور قرب و جوار کے دربار بتدریج بویریا کی مثال کی تقلید کرنے لگے۔

یہ نائٹ جن حکمرانوں کے شکار ہوئے وہ وہی کمزور و غیر محب وطن حکمراں تھے جنھیں فرانسیسیوں نے دولتمند بنا دیا تھا۔ ڈیوک ناسو نے اس طرح پر جن نائٹوں کو غارت کیا ان میں اٹروام اسٹین بھی تھا شخصی طبقہ امرا سے تھا اور فریڈرک اعظم کے عہد میں یہ پرشیا کی ملازمت میں داخل ہو گیا

اسٹین اور ڈیوک ناسو

تھا اور ادھر حال میں جدید الحصول صوبہ منسٹر میں ایک اعلےٰ عہدے پر مامور ہوا تھا۔ اسٹین باقاعدہ حکومت کے قواعد سے خوب ہی واقف و مانوس تھا جو شخص پرشیا کے اندر ایک قوت بن گیا ہو اس کے لئے اپنے وطن کے پیرس کے

اختیارات عدالتی کا ہاتھ سے نکل جانا کوئی ایسا اہم معاملہ نہیں تھا اور اگرچہ اسٹین کی ناگواری میں اس کے خاندانی غرور کا کچھ حصہ بھی شامل تھا مگر اس نے ڈیوک ناسو کی دست درازیوں کے خلاف اب جو تعرض شایع کیا وہ اس کے طبقہ کے عام تعرض سے کچھ اور ہی رنگ لئے ہوئے تھا۔ اس امر سے یورپ میں پرزور اشتعال جذبات نہیں پیدا ہو سکتا تھا کہ بیس پچیس کسان اٹر وام اسٹین کے گماشتہ کے بجائے اپنے مواجب ڈیوک ناسو کے عہدہ دار کو ادا کریں اور اسی کا ادب و احترام کریں مگر یہ کہ جرمانیہ کا اتحاد جرمانی قوم کے مفاد کے بجائے فرانس کے ہاتھ فروخت ہو جانے والوں کے مفاد کی غرض سے عمل میں لایا جائے یہ ایک ایسا معاملہ تھا جسے اسٹین نے بہت ہی بجا طور پر حب الوطنانہ غیظ و غضب کا مبحث بنا دیا تھا۔ اسٹین نے ڈیوک ناسو کے نام کے خط میں خود اپنے غارتگر اور چھوٹے چھوٹے حکمرانوں کے اس تمام قبیلہ کو جرمانی اغراض و مفاد کی اس غداری پر ملامت کی ہے جس سے انھیں غیر ملکیوں کا تحفظ حاصل ہو گیا ہے۔ اس نے دلیل یہ دی کہ جرمانی اتحاد کے لئے یہ نائٹ اس سے بہت کم باعث دقت تھے جتنے خود وہ حکمراں باعث دقت بنے ہوئے ہیں جن کے لئے یہ نائٹ قربان کئے گئے ہیں اور اس نے اس دن کی آرزو کی ہے جب ایک واحد محب وطن فرمانروا کے تحت جرمانیہ کو ان نائٹوں اور حکمرانوں دونوں کو یکساں طور پر زیر کر کے اصلی قومی اتحاد حاصل ہو جائے گا۔ اسٹین کی درخواست کو اس کے ہم عصروں میں بہت کم قبول حاصل ہوا۔ منتوں میں یا بوش شخص کے مانند وہ بھی عقل سے کام لینے والا نہیں معلوم ہوتا تھا۔ جن مدبروں نے اپنی ساری زندگی اسی میں صرف کر دی ہو کہ وائنا اور برلن ایک دوسرے سے بازی لے جائیں یا جو ابھی حال ہی میں بوناپارٹ کی سرپرستی کی وجہ سے یورپ میں کچھ ذی حیثیت بن گئے ہوں ان کے نزدیک محض یہ تصور ہی حماقت تھا کہ کوئی قوم اپنی اندرونی رقابتوں کو غیر ملکی حکومت سے بچ جانے کے لئے قربان کر دے۔ تاہم اگر اس کے قبل کہ جرمانیہ میں جرمانی اتحاد کا خیال رکھنے والا کوئی بڑا فریق پیدا

اسٹین کا حملہ چھوٹے چھوٹے حکمرانوں پر

ہونا قابل برداشت مصائب کا اٹھانا ضروری تھا تو اب اس کے لئے زمین تیار ہو گئی تھی۔ لیونوایل کی صلح کے بعد جو تغیرات واقع ہوئے ان میں جرمانیہ کی غیر مبدل حالت اور یکساں طریق کار کو صدمہ جانکاہ پہنچ گیا۔ شہنشاہی کا صرف نام ہی نام رہ گیا تھا ورنہ ہر طرح پر اس کا خاتمہ ہو چکا تھا۔ تغیر اور نظم جدید کسی نہ کسی شکل میں تمام لوگوں کے دلوں میں جاگزیں ہو گیا تھا اور کم از کم ایک حقیقی مدبر ایسا پیدا ہو گیا تھا جس نے اس وقت سے اس سبق کا سکھانا شروع کر دیا تھا جسے بعد کے واقعات نے بقیہ جرمانی قوم کو بھی سکھلا دیا۔

فرانس از ۱۸۰۱ تا ۱۸۰۴

معاہدہ لیونوایل اور فرانس اور کسی بر اعظمی سلطنت کے مابین آیندہ وقوع جنگ کے درمیان چار برس کا زمانہ حائل تھا۔ ان برسوں میں فرانسیسی اثر قرب و جوار کی ہر ایک سلطنت میں وسیع ہوتا رہا۔ خود فرانس کے اندر ان برسوں میں بونا پارٹ کی قوت مستحکم ہوتی گئی اور اس کی شخصی حکمرانی میں جو امور حایل تھے ان سب کو زوال ہوتا گیا تشریعی مجالس اسی حقیر حالت کو پہنچ گئیں جس کے لئے وہ وضع کی گئی تھیں۔ پھر وہ شئے جس کے لئے اظہار قوت روا رکھا گیا تھا وہ اپنی طاقت کے لئے قنصل اول کی ذاتی تائید کی منت کش تھی۔ جن تنظیمات کی تاریخ اس زمانہ سے شروع ہوتی ہے ان میں سے وہ تنظیمات کو تاریخ میں نمایاں جگہ حاصل ہو گئی ہے۔ ایک تو ضابطہ دیوانی ہے

ضابطہ دیوانی

اور دوسرا معاہدہ پاپائی اور یہ دونوں نپولین کے نام سے منسوب ہیں۔ اٹھارھویں صدی کے وسط سے یورپ کی تقریباً ہر ایک سلطنت کم و بیش کامیابی کے ساتھ قوانین کے انضباط میں مشغول تھی۔ فرانس میں ۱۷۸۹ء کی مجلس ترکیبی نے یہ حکم دیا تھا کہ جن قوانین کے رو سے اس نے قدیم مختلف النوع مقامی رواجوں کو باطل کیا ہے انھیں باترتیب شکل میں لایا جائے۔ مجلس عارضی کی ایک ذیلی مجلس نے ضابطہ دیوانی کا مسودہ تکمیل کیا تھا۔ نظامت نے بھی اپنی باری میں ایک کمیشن مقرر کیا تھا مگر یہ تجویز

ہنوز نامکمل تھی کہ نظامت مسلوب الاختیار کر دی گئی۔ بونا پارٹ بالطبع دل و جان سے ایک ایسے کام میں مشغول ہو گیا جو خود اس کی انضباطی طبیعت کے عین موافق تھا اور توضیع قوانین کے کام میں اپنی شخصی دلچسپی و فخر کی وجہ سے فرانس میں بہترین مقننوں کی مساعی کو برانگیختہ کر دیا۔ قانون دانوں کے ایک کمیشن نے جسے قنصل اول نے مقرر کیا تھا ضابطہ دیوانی کے مسلسل ابواب مجلس سلطنت میں پیش کئے۔ مجلس سلطنت کے مباحث میں بونا پارٹ نے خود بہت مستعدانہ حصہ لیا اگرچہ اس کی شرکت ہمیشہ سود مند نہیں ہوتی تھی۔ ہر باب کا مسودہ جس طرح مجلس سلطنت سے نکلتا تھا اسی حالت میں تجویز قانون کی حیثیت سے مجلس ٹریبون اور جماعت تشریعی کے سامنے پیش کیا جاتا تھا لیکن مجلس ٹریبون بہت جلد خاموش کر دی گئی اور مارچ ۱۸۰۴ء میں فرانس کو وہ ضابطہ عطا ہوا جو اس وقت سے اس وقت تک اس کے حقوق دیوانی کی بنیاد بنا رہا ہے۔

جب نپولین نے یہ اعلان کیا کہ وہ چاہتا ہے کہ اس کی شہرت اس ضابطہ دیوانی پر رہے تو نام کا جو اثر بنی نوع انسان پر پڑتا ہے اس کی قوت کے متعلق اس نے اپنی پسندیدگی کا اظہار کیا (یعنی اس ضابطہ کو اپنے نام کے ساتھ معنون کیا) یہ اغلب ہے کہ مغربی یورپ کے باشندوں کا حصہ کثیر یہ یقین رکھتا ہے کہ نپولین نے فی الواقع وہ قوانین ایجاد کئے تھے جو اس کے نام سے معنون ہیں۔ لیکن امر واقعہ یہ ہے کہ انقلاب کی متواتر مجلسوں نے ان قوانین کا لب لباب متعین کر دیا تھا اور آخری نظر ثانی میں جس سے یہ ضابطہ وجود میں آیا نپولین نے اس سے کم کیا نہ زیادہ جتنا اس کی مجلس کے دوسرے متعدد ارکان نے کیا جن کے نام مدت سے فراموش ہو چکے ہیں۔ اس میں شک نہیں کہ وہ ایک جلیل القدر واضع قوانین کے اعزاز کا مستحق ہے مگر اس شخص کے اعزاز کا مستحق نہیں ہے جس نے سولن یا آنحضرت صلعم پیغمبر اسلام کے مانند خود قانون کا ایک نیا مجموعہ پیدا کر دیا

نپولین بہ حیثیت واضع قوانین

ہو[۱]۔ بلکہ وہ اس شخص کے ایسے اعزاز کا مستحق ہے جو ان تمام ماہر و ذی علم اشخاص کی مدد سے جن سے وہ ہر طرح پر کام لے سکتا ہو قانون کے مجتمع و عام کرنے میں ہمہ تن مستعد ہو گیا ہو۔ یہ ضابطہ دیوانی اگرچہ بعض جزئیات میں ناقص تھا مگر اپنے اختصار، سادگی اور انصاف کی وجہ سے اس نے نپولین کو یہ موقع دیا کہ ہر ایک ملک جو اس کی شہنشاہی کا ایک جزو ہو جائے اس میں ایک جدید اور بے انتہا بہتر معاشری نظم رائج کر دے۔ اس کے بعد ۱۸۰۴ء اور ۱۸۱۰ء کے درمیان مختلف وقفوں میں چار اور ضوابط شائع ہوئے جو اس ضابطہ کے مثل تجارت کے قانون جرایم کے قانون اور دیوانی و فوجداری کارروائی کے قواعد پر مشتمل تھے[۲]۔ یہ کل مجموعہ قانون اما کاری سے کے اسی دور کی یادگار کے طور پر باقی ہے جس کا آغاز ۱۷۸۹ء میں ہوا اور اس سے نپولین کے اس فہم و دانش کی یاد بھی تازہ ہے کہ کس طرح اس نے اپنے زمانہ کے تمام اہل علم اور مصنفین کے جوش کو خود اپنی حکمرانی کے ساتھ وابستہ کر لیا تھا۔

۱۔ حسب عادت اہل یورپ مصنف نے آنحضرتؐ کو واضع قوانین اسلام ظاہر کیا ہے مگر یہ اس قدر صریح البطلان ہے کہ کسی دلیل کی حاجت نہیں۔ قران شریف کے علاوہ احکام احادیث بھی وحی بالمعانی ہیں (مترجم)

۲۔ ضابطہ نپولینی کی تکوین اور اس کے ساتھ مجلس سلطنت کی کارروائی مجلس ٹریبون اور جماعتہائے تشریعی کی خاص خاص اطلاعیں اور تقریریں وغیرہ بہ سند اول ان سب کا بیان بیرن لاکری کی تصنیف "وضع قوانین فرانس" میں ملے گا۔ اس کی اشاعت ۱۸۲۷ء میں پیرس سے ہوئی تھی۔ لاکری بزمان قنصلیت و شہنشاہی مجلس سلطنت کا معتمد تھا۔ اور اس کے پاس ایک کثیر مقدار ایسی یادداشتوں وغیرہ کی موجود تھی جن کی اشاعت ۱۸۲۷ء سے قبل نہیں ہوئی تھی زبانی کارروائی کے بیانات اگرچہ ہر حال میں بالکل صحیح نہیں ہیں لیکن مجلس سلطنت کے مباحث میں نپولین نے جو حصہ لیا اس کا کوئی بیان اگر کہیں مل سکتا ہے تو یہیں۔